2

لجنہ اماء اللہ جرمنی کا ترجمان

خدیجہ

"سیدنا طاہرؒ نمبر"

مدیرہ: صفیہ چیمہ

يَآاَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ☆ ارْجِعِيْ اِلٰى رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً ☆ فَادْخُلِيْ فِيْ عِبٰدِيْ ☆ وَادْخُلِيْ جَنَّتِيْ ☆

اے نفس مطمئنہ!۔ اپنے رب کی طرف لوٹ جا، راضی رہتے ہوئے اور رضا پاتے ہوئے۔ پس میرے بندوں میں داخل ہوجا۔ اور میری جنت میں داخل ہوجا

؎ کوئی ایسا شخص ہوا کرے

بالیقیں ان کا ساتھی خدا بن گیا

یاد آئی جب ان کی گھٹا کی طرح، ذکر ان کا چلا نم ہوا کی طرح

بجلیاں دل پہ کڑکیں بلا کی طرح رُت بنی خوب آہ و فغاں کے لئے

پھر اُفق تا اُفق ایک قوسِ قزح، ان کے پیکر کا آئینہ بن کر سجی

اک حسیں یاد لے جیسے انگڑائیاں عالم خواب میں خفتگاں کے لئے

ہر تصور سے تصویر ابھرنے لگی، نام بن کر زُباں پر اترنے لگی

ذکر اتنا حسیں تھا کہ ہر لفظ نے فرطِ اُلفت سے بوسے زُباں کے لئے

ان کی چاہت میرا مُدّعا بن گیا، میرا پیار ان کی خاطر دعا بن گیا

بالیقیں ان کا ساتھی خدا بن گیا، وہ بنائے گئے آسماں کے لئے

☆اس شمارے میں☆

زیرِنگرانی:۔محترمہ زینت حمید صاحبہ
نیشنل صدر لجنہ اماء اللہ جرمنی۔

مدیرہ:۔صفیہ چیمہ۔

لے آؤٹ، ڈیزائننگ اور تیاری: عاصم شہزاد

تیاری مضامین:
نصرت ظفر، لبنیٰ ثاقب، مبارکہ شاہین،
صادقہ محمود، طیّبہ زین، اور نفیسہ کبیر۔

کتابت: نائلہ نیازی، نفیسہ کبیر، عطیہ خان
ماریہ چیمہ، امتہ النصیر طارق، صفیہ چیمہ۔

جرمن ترجمہ: عطیہ نور۔

تصاویر: عذرا عباسی۔

سرِورق: صفیہ چیمہ۔

گرافکس
نفیسہ عامر، شفقت احمد چوہدری۔

تصحیح کتابت ومواد:
مکرم ساجد احمد نسیم مربی سلسلہ۔

فہرست مضامین	صفحہ نمبر
پیغام حضرتِ اقدس ایدہ تعالیٰ بنصرہ العزیز	3
پیش لفظ، اظہار تشکر	4
القرآن الحکیم و حدیثِ نبوی	6
اداریہ، ایک عظیم الشان مرد خدا	7
خطاب سیّدنا امیر المومنین حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز	8
قرارداد تعزیت	9
مادرِ مہربان اور پسرِ عظیم	11
وہ جو بے پناہ اُداس ہو مگر ہجر کا نہ گلا کرے	14
میرے پیچھے آکر دبے دبے، میری آنکھیں موند ہنسا کرے	17
لجنہ اماء اللہ جرمنی کی ایک خاص خوش قسمتی	25
ساڈا سوہنا مرشد آ گیا (پنجابی نظم)	31
اک تم ہی نہیں مہمان تو سارے ہیں وہی	32
غریب الوطن مسافر	35
کیا لکھوں؟ (اردو نظم)	37
حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کی روح پرور یادیں	38
تیری یادوں کے دیپ	40

فہرست مضامین | صفحہ نمبر

مقام اشاعت:۔ شعبہ تصنیف، بیت السبوح،

Genferstr. 11

60437 Frankfurt/M

Phone: 069 50688652

Fax: 069 506886360

khadijaakhbar@yahoo.com

10/03 2004 20:13 FAX +44 20 8870 5234 Ahmadiyya Muslim Assc UK 001

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

وعلیٰ عبدہ المسیح الموعود

خدا کے فضل اور رحم کے ساتھ

ھوالناصر

لندن

محترمہ صدر صاحبہ لجنہ اماء اللہ جرمنی

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آپ نے اپنے رسالہ "خدیجہ" کے طاہر نمبر کے لئے پیغام بھجوانے کے لئے کہا ہے۔ حضرت صاحب رحمہ اللہ آج ہم میں موجود نہیں لیکن آپکی نیکیاں۔ محبتیں اور بے شمار شفقتیں ہمیشہ زندہ رہیں گی۔ ان کی یادوں کو اپنے دلوں میں زندہ رکھنے کے لئے ضروری ہے کہ آپ ان راہوں پر قدم ماریں جن راہوں پر وہ احمدی عورتوں کو چلانا چاہتے تھے۔ آپ نے ہمیشہ احمدی عورتوں کو اس اہم امر کی طرف توجہ دلائی کہ وہ اپنی زندگیاں قرآن کریم کی حسین تعلیم کے مطابق بسر کریں اور اسوۂ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر چلیں۔ اس کے نتیجہ میں ان کے قدموں میں جنت ہوگی۔ اولادوں کی نیک تربیت ہوگی اور ایک حسین و جمیل معاشرہ قائم ہو جائے گا۔ پس اگر آپ حضرت صاحب رحمہ اللہ کی ہدایات اور نصائح پر عمل پیرا ہوں گی تو وہ آج بھی بلکہ رہتی دنیا تک زندہ رہیں گے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو ہمیشہ نیکیوں پر قائم رکھے اور خدا کی رضا کی راہوں پر چلنے کی توفیق بخشے۔

والسلام

خاکسار

مرزا مسرور احمد

خلیفۃ المسیح الخامس

پیش لفظ

ہمارے پیارے امام، ہمارے آقا ورہنما حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کُلُّ مَنْ عَلَیْھَا فَانٍ کے مصداق ہم سے جدا ہو گئے۔اور ہمارے حضور رحمہ اللہ تعالیٰ کا ایک بچے کے سوال پر ''کہ حضور کی کیا خواہش ہے؟'' جواب دیتے ہوئے یہ فرمانا ''اب تو ایک ہی تمنا ہے کہ اللہ تعالیٰ کہے اے نفسِ مطمئنہ! میری طرف لوٹ آ'' اس بات کا بیّن ثبوت کہ اب کارِ جہاں جو آپکے ذمّہ تھے تمام ہوئے۔اب آپ کو اس سرائے فانی سے کوچ کرنا ہے۔سو اذنِ الٰہی ہوا اور ہمارا، ہم کروڑوں کا امام، ہم سب کی دلوں کی دھڑکن اور ہم سب کا غمگسار رخصت ہوا۔انا للہ و انا الیہ راجعون۔

بس یہی عرض کرنا ہے کہ ہمارے آقا ومطاعؒ نے جماعت جرمنی کو اپنے پرولولہ خطابات سے عشق ووفا اور فدائیت کے خمیر سے اُٹھایا اور اس مقام تک پہنچا دیا۔ہم سب کا فرض ہے کہ اپنے پیارے محسن اور حبیب آقا کی یاد کو اپنے قلوب میں یوں تازہ رکھیں کہ وہ الفاظ کہ ''جماعت جرمنی مجھے کیوں پیاری ہے؟'' کی بازگشت محسوس کرتے رہیں۔اور اپنے پیارے امام حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ کی ہر آواز پر لبیک کہتے ہوئے، اطاعت وخود سپردگی کا وہ نمونہ دکھائیں کہ یہ بازگشت پھر ایک صدا بن جائے اور ہم اپنے موجودہ امام کی خوشنودی بھی حاصل کرنے والے ہوں تا اللہ ہم سے راضی ہو، آمین۔اے میرے محبوب آقا! الوداع۔آپ ہمارے دلوں میں زندہ ہیں، آپ ہمارے گھروں میں موجود ہیں، آپ ہماری نظروں سے بظاہر اوجھل ہیں لیکن نہاں خانوں میں موجود۔ہزاروں رحمتیں آپ پر!

چشمِ حزیں میں آ تو بسے ہو مرے حبیب
کیوں پھر بھی میری دید کا مسکن اُداس ہے

قارئین! ''سیدنا طاہر نمبرؒ'' نکالنے میں تاخیر تو ہوئی۔لیکن اُمید ہے آپ اس کے مطالعہ سے ایک بار پھر اس دَور میں لوٹ جائیں گے، پھر امنگیں جوان ہونگی، پھر جذبات اُمڈ آئیں گے اور اشکوں کی برسات ہوگی۔پھر دلوں کی تڑپ اپنے عُروج پر ہوگی۔لیکن یہ بھی تو ہے کہ آپ کا عزم ایک بار پھر جوان ہوگا اور خلافتِ خامسہ میں وہ سب کچھ کر گزرنے کی تمنا بھی مچل مچل کر کہے گی کہ

میں آپؑ ہی کا ہوں، وہ مری زندگی نہیں
جس زندگی کے آج نہ کل آپؑ کے لئے

آخر میں ان تمام خواتین وحضرات کی شکر گزار ہوں جنہوں نے اس خوبصورت رسالہ کو منظرِ عام پر لانے میں ہماری مدد وراہنمائی فرمائی۔مدیرہ ''خدیجہ'' بھی مبارکباد کی مستحق ہیں۔انہوں نے واقعی لاجواب کوشش کی ہے۔شعبہ تصنیف جرمنی کی بھی تہہ دل سے مشکور ہوں۔فجزاھم اللہ و احسن الجزاء۔ اور اپنے پیارے آقا ایدہ اللہ تعالیٰ کی خدمت میں جذباتِ تشکّر پیش کرتی ہوں، کہ یہ نمبر نکالنے کی اجازت مرحمت فرمائی، اور اپنا پیغام اس رسالہ کی زینت کو اُجاگر کرنے کے لئے ازراہِ شفقت عنایت فرمایا۔جزاکم اللہ احسن الجزاء۔

والسّلام خاکسار زینت حمید صدر لجنہ اماء اللہ جرمنی

اظہارِ تشکّر

حضورِاقدس ایدہ اللہ تعالیٰ کی خدمت میں ''سیّدنا طاہرؒ نمبر'' خدیجہ رسالہ برائے منظوری ارسال کیا گیا تو پیارے آقا ایدہ اللہ نے از راہِ شفقت منظوری عطا فرمائی۔ الحمد للہ ثم الحمد للہ۔ ''سیّدنا طاہرؒ نمبر'' شائع کرنے کا پروگرام الفضل انٹرنیشنل کے ''خدیجہ'' صفحات پر ہی تھا، کہ جلسہ سالانہ جرمنی ۲۰۰۳ء کے موقع پر حضورِاقدس ایدہ اللہ تعالیٰ نے الفضل انٹرنیشنل میں ''خدیجہ'' کے صفحات کے ساتھ ساتھ ''خدیجہ'' رسالہ لجنہ اماء اللہ جرمنی بھی شائع کرنے کا ارشاد فرمایا، اور''سیدنا طاہر نمبر'' کے لئے خصوصی پیغام بھجوایا جزاھم اللہ احسن الجزاء۔

اوائل جون ۲۰۰۳ء میں جرمنی بھر کی ممبرات کو دعوتِ عام دی گئی کہ

اس رُت کو آؤ سلام کریں   جس رُت میں ہم مہتاب ہوئے

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ سے وابستہ اپنی یادیں، ملاقات کے دوران ایسی نصائح جن سے ہر ایک فیض یاب ہو، اپنے پیار بھرے جذبات و حضورؒ کی شفقتوں سے بھرپور واقعات کو تحریری جامہ پہنا کر ''خدیجہ'' کی زینت بنائیں۔ خاکسارہ ان تمام ممبرات کی ممنون و مشکور ہے جنہوں نے اپنے دلی جذبات کو سمیٹ کر قلمی تعاون فرمایا پھر بھی   حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا

ابتدائی مراحل میں مکرم الیاس منیر صاحب مربی سلسلہ نے مکمل راہنمائی فرمائی اور طریقِ کار سمجھایا۔ اس رسالے کے مضامین کی تیاری میں محترمہ نصرت ظفر صاحبہ، لبنیٰ ثاقب صاحبہ، مبارکہ شاہین صاحبہ، صادقہ محمود صاحبہ، طیّبہ زین صاحبہ اور نفیسہ کبیر صاحبہ نے خاطر خواہ مدد کی۔ جبکہ کتابت کا سارا کام محترمہ نائلہ نیازی صاحبہ، نفیسہ کبیر صاحبہ، عطیہ خان صاحبہ، ماریہ چیمہ صاحبہ، امۃ النصیر طارق صاحبہ اور خاکسارہ نے سرانجام دیا۔ جرمن ترجمہ محترمہ عطیہ نور صاحبہ نے کیا۔ تصاویر کی فراہمی کے لئے محترمہ عذرا عباسی صاحبہ کی شکر گزار ہوں۔ سرِ ورق کا خاکہ خاکسارہ نے جبکہ اس کی گرافکس میں نفیسہ عامر صاحبہ اور مکرم شفقت احمد چوہدری نے مدد کی۔ بے حد محنت اور عرق ریزی سے تصحیح کتابت و مواد کے لئے مکرم ساجد احمد نسیم صاحب مربی سلسلہ کی مشکور ہوں۔ ڈیزائننگ، لے آؤٹ اور رسالے کی مکمل تیاری میں خصوصی طور پر مکرم عاصم شہزاد صاحب کی شکر گزار ہوں جنہوں نے وقت بے وقت مشکل پڑنے پر مدد کی۔ اس دوران انچارج شعبہ تصنیف مکرم مبارک احمد تنویر صاحب مربی سلسلہ کا مکمل تعاون حاصل رہا۔ میں مکرمہ زینت حمید صاحبہ صدر لجنہ اماء اللہ جرمنی کی بھی انتہائی مشکور ہوں جنہوں نے ہر مرحلے پر خاکسارہ کی مکمل رہنمائی اور حوصلہ افزائی کی، جزاھم اللہ احسن الجزاء۔ دعا ہے کہ خدا تعالیٰ ان تمام احباب و خواتین کو بہترین جزاء سے نوازے اور ہمیشہ خدماتِ دینیہ کی توفیق عطا فرماتا رہے، آمین۔

قارئین! ہمیں آپ کی آراء کا انتظار رہے گا۔ جزاکم اللہ احسن الجزاء

ہمیشہ آپ سب کے تعاون کی خواستگار۔

مدیرہ خدیجہ

القرآن الحکیم

اِنَّ الَّذِیۡنَ قَالُوۡا رَبُّنَا اللّٰہُ ثُمَّ اسۡتَقَامُوۡا تَتَنَزَّلُ عَلَیۡھِمُ الۡمَلٰٓئِکَۃُ اَلَّا تَخَافُوۡا وَ لَا تَحۡزَنُوۡا وَ اَبۡشِرُوۡا بِالۡجَنَّۃِ الَّتِیۡ کُنۡتُمۡ تُوۡعَدُوۡنَ ☆ نَحۡنُ اَوۡلِیٰٓؤُکُمۡ فِی الۡحَیٰوۃِ الدُّنۡیَا وَ فِی الۡاٰخِرَۃِ ۚ وَ لَکُمۡ فِیۡھَا مَا تَشۡتَھِیۡۤ اَنۡفُسُکُمۡ وَ لَکُمۡ فِیۡھَا مَا تَدَّعُوۡنَ ☆ نُزُلًا مِّنۡ غَفُوۡرٍ رَّحِیۡمٍ ☆(سورۃ حٰمٓ السّجدہ:۳۱تا۳۳)

یقیناً وہ لوگ جنہوں نے کہا اللہ ہمارا رب ہے، پھر استقامت اختیار کی، اُن پر بکثرت فرشتے نازل ہوتے ہیں کہ خوف نہ کرو اور غم نہ کھاؤ اور اس جنّت (کے ملنے) سے خوش ہو جاؤ جس کا تم وعدہ دیئے جاتے ہو۔ ہم اس دنیوی زندگی میں بھی تمہارے ساتھی ہیں اور آخرت میں بھی۔ اور اس میں تمہارے لئے وہ سب کچھ ہوگا جس کی تمہارے نفس خواہش کرتے ہیں اور اس میں تمہارے لئے وہ سب کچھ ہوگا جو تم طلب کرتے ہو۔ یہ بہت بخشنے والے (اور) بار بار رحم کرنے والے کی طرف سے مہمانی کے طور پر ہے۔

☆☆☆

حدیثِ نبوی ﷺ

حضرت انسؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ اپنے بیٹے ابراہیم کی وفات کے وقت تشریف لائے آپ ﷺ کی آنکھوں میں آنسو تھے۔ عبدالرحمٰن بن عوفؓ نے کچھ تعجّب کا اظہار کرتے ہوئے عرض کیا یا رسول اللّٰہ! آپؐ بھی روتے ہیں! اس پر آپؐ نے فرمایا۔ اے ابن عوف! یہ تو رحمت اور شفقت ہے۔ آپ کے آنسو جاری تھے اور کہتے جاتے تھے۔ آنکھیں آنسو بہاتی ہیں، دل غمگین ہے لیکن ہم وہی کہیں گے جس کو ہمارا رب پسند کرتا ہے۔ اے ابراہیم! تیری جدائی سے ہم غمگین ہیں۔

(حدیقۃ الصالحین حدیث نمبر ۵۹۹۔ صفحہ نمبر ۴۶۷)

☆☆☆

اداریہ

ایک عظیم الشان مردِ خدا

دلوں کی نگریوں کو فتح کرتے چلے جانے والا، کروڑوں دلوں پر راج کرنے والا، بیس سال کے مختصر عرصہء خلافت کے دوران دنیا بھر میں انقلاب برپا کر دینے والا ایک عظیم الشان مرد خدا ''میں تیرا ہوں، تو میرا خدا، میرا خدا ہے،، کا پر معرفت نغمہ الاپتا ہوا آخر اپنے نفسی نقطہ کی طرف لپک کر اٹھ گیا۔ ہاں اسی نفسی نقطہ کی طرف کہ جس پر اسے اس قدر یقین تھا کہ شاید اس قدر کسی کو روز روشن پر بھی نہ ہو۔

۱۹ اپریل ۲۰۰۳ءکی صبح ہم سے بچھڑ جانے والا یہ پاک وجود حضرت مرزا طاہر احمد رحمہ اللہ تعالیٰ ننھیالی لحاظ سے آقا و مولی حضرت اقدس محمد مصطفےٰ ﷺ کی مطہر و مقدس اولاد میں سے تھا تو ددھیالی لحاظ سے اپنے اسی آقا کے عظیم روحانی فرزند مہدیء موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی دوسری نسل میں سے ایک دُرِّ شہوار تھا۔ جس نے قادیان دارالامان جیسی مقدس بستی میں جنم لیا تو ربوہ جیسے بے آب و گیاہ دشت میں ٹھنڈے پانی کے شیریں چشموں کو پھوٹتے دیکھا، اس کا دل دریائے چناب کی موجوں کی طرح پُر جوش اور ولولہ انگیز تھا، روز افزوں پھیلتی ہوئی اس جماعت کو دیکھ کر اپنے ہی وطن کے حاسدوں نے اسے اس محبتوں بھری نگری سے جلا وطنی پر مجبور کر دیا۔

وہ شبِ ہجر کا مسافر، غمِ وطن کو سینے سے لگائے دیارِ غیر میں کلیساؤں کی دھرتی پر آ ٹھہرا۔ اسکی ہجرت نے مغرب کے باسیوں کی تقدیر بدل کر رکھ دی۔ خدائے واحد کا نام بلند کرتا ہوا، شانِ رسالت محمدِ عربی ﷺ بیان کرتا ہوا، مسیحِ وقت کی منادی کرتا ہوا وہ عظیم الشان مردِ خدا جہاں جہاں بھی پہنچا وہاں مُردہ روحانیت کو نئی زندگی بخش، ایمان سے بھر پور، تر و تازہ جامِ علم و معرفت پلاتا گیا۔ اُس کے مضبوط پُر جوش آہنی عزائم نے مغرب کے سرد دلوں میں نئے ولولے اور جذبات بھر دیئے اور دیکھتے ہی دیکھتے اُس کے ایک اشارے پر تن من دھن قربان ہوتے نظر آئے۔

وہ محبتوں کا قاصد، وہ مروّتوں کا پیکر،،وہ ایک محقق، ایک مجدد، ایک مفسرِ قرآن، ایک خطیب، ایک شاعر، ایک طبیب، اس عظیم انسان کو کن کن ناموں سے یاد کریں، وہ نورانی وجود محبتیں اور شفقتیں بکھیرتا ہوا، ہر دل میں جگہ بناتا ہوا، وقتِ رخصت کروڑوں دلوں کو تڑپا گیا۔ سبھی سوالیہ آنکھوں سے فریاد کناں تھے کہ ''ابھی ابھی تو وہ محفلِ عرفاں سجائے بیٹھا تھا، ابھی شہر کی گلیوں میں اس کے نقشِ پا موجود ہیں ابھی ابھی تو وہ وقتِ سحر تلاوتِ فرقاں میں مصروف تھا کہاں گیا وہ پیکرِ نور؟ کدھر کو سدھارا وہ جانِ جاں؟ عاشقانِ زار تڑپ تڑپ کر روئے تو وہ مجسمِ نور زبانِ خامشی سے کہہ رہا تھا ''اے بسملو! اپنی آنکھوں سے آنسو پونچھ کر میرا آخری دیدار کرلو، نظریں اٹھا کر دیکھو! ایک اور امیرِ کارواں تمہاری امامت کے لئے موجود ہے۔ میری شامِ مزار اس کی صبحِ زندگی ہے۔ اسے پہچانو! اور جب وطنِ عزیز جاؤ تو خاکِ وطن کو ایک غریبِ شہر، ایک مسافرِ ہجر اور کسی غریب الوطن مسافر کی چاہتوں کا سلام کہنا!،،

خطاب سیّدنا امیر المومنین حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

مؤرخہ 23 اپریل 2003ء کو نماز ظہر وعصر کے بعد اجتماعی بیعت لینے سے پہلے حضرت مرزا مسرور احمد صاحب خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ نے خطاب فرمایا۔ آپ نے تشہد۔ تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا۔ ''حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی پیاری جماعت! آپؑ کے درخت وجود کی سرسبز شاخو! ہمارے دل غمگین ہیں۔ آنکھیں اشکبار ہیں۔ ایک انتہائی پیار کرنے والی والی شخصیت ہم سے جدا ہو چکی ہے۔ لیکن ہم اس خدائی فرمان کے سامنے سر تسلیم خم کرتے ہیں کہ کُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ ۔ جماعتی ترقی کے جو نظارے ہم نے خلافت رابعہ میں دیکھے وہ کسی وضاحت کے محتاج نہیں۔ حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ نے جانے والے کو الوداع کہنے اور آنے والے کا استقبال کرنے کا جو طریق ہمیں سمجھایا اس کے مطابق ہی آج میں یہاں کھڑے ہو کر آپ سے درخواست کرتا ہوں کہ اس کو سامنے رکھتے ہوئے آج ہم یہ عہد کرتے ہیں کہ'' **اے جانے والے!** تو نے جس تیزی سے حضرت اقدس محمد مصطفیٰ ﷺ کے دین کو دنیا پر غالب کرنے کیلئے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام کے مشن کو آگے بڑھایا، ہم ہمیشہ اس مشن کو آگے بڑھانے کیلئے ہر قربانی دیتے رہیں گے۔ ہم گواہی دیتے ہیں کہ یقیناً تو نے اس کا حق ادا کر دیا۔ تیری روح پر اللہ تعالیٰ کی ہزاروں ہزار رحمتیں اور برکتیں ہوں۔

اور پھر اب **آنے والے** کا استقبال اس طرح کریں کہ ہم خدا کو حاضر ناظر جان کر یہ عہد کرتے ہیں کہ ہم حضرت اقدس محمد مصطفیٰ ﷺ کے امن اور سلامتی کے پیغام کو دنیا میں پہنچانے کیلئے اور تمام دنیا کو آپ کے جھنڈے تلے جمع کرنے کیلئے اسی طرح خلافت احمدیہ کے قائم رکھنے کی خاطر ہر قربانی کیلئے تیار رہیں گے اور اس کیلئے ہمیشہ دعاؤں سے بھی تیری مدد کرتے رہیں گے۔

یہ دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ اپنی تائید و نصرت کے وہ نظارے جو جماعت کو ہمیشہ دکھاتا رہا، پہلے سے بڑھ کر دکھائے، ہماری نالائقیوں اور ناسپاسیوں کو معاف فرمائے ہماری پردہ پوشی فرمائے۔ محض اپنے فضل سے، محض اپنے فضل سے، میری پردہ پوشی فرمائے، اپنی رحمت کا ہاتھ کبھی ہم سے نہ اٹھائے، کبھی ہم سے نہ اٹھائے، کبھی ہم سے نہ اٹھائے۔ آمین یا رب العالمین۔ (ہفت روزہ الفضل انٹرنیشنل، 2 مئی 2003)

مجلس عاملہ لجنہ اماء اللہ جرمنی کی طرف سے
سیدنا حضرت مرزا طاہر احمد صاحب خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ کی وفات پر قرارداد تعزیت

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہٗ و نصلّی علیٰ رسولہ الکریم وعلیٰ عبدہ المسیح الموعود

آہ ہمارے آقا! ہمارے پیارے آقا! رحمہ اللہ تعالیٰ

لے گیا جانِ جہاں کو گود میں جاں آفریں
ہاتھ ملتے رہ گئے سب عاشقانِ جان نثار

مورخہ ۱۹ اپریل ۲۰۰۳ء کو ساڑھے نو بجے صبح لنڈن میں ہمارے پیارے آقا حضرت مرزا طاہر احمد صاحب خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ ہمیں ہمیشہ کے لئے داغِ مفارقت دے کر اپنے خالق حقیقی سے جا ملے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

ہمارے پیارے حضور ہمیں بہت سی خوشیوں سے نواز کر، اپنی علالت سے صحت تک کا سفر طے کر کے، اپنے عشاق کو اپنے خطبات جمعہ، خطابات، مجالس عرفان سے سیراب کر کے، اپنی جانفزا مسکراہٹوں سے زندگیاں بخشتے ہوئے، ہنستے مسکراتے نفس مطمئنہ کی لازوال کیفیت لئے اپنے پیارے آقا کے حضور حاضر ہوئے۔ اسی لئے ہر دل کی یہی صدا ہے کہ اے نفس مطمئنہ! جا کہ تیرا خدا تجھ سے راضی ہے اور تجھے اپنی محبت اور رحمت کی چادر میں لپیٹے ہوئے ہے، خدا کرے کہ ہماری بے قراریوں کو بھی قرار مل جائے۔ آمین ثم آمین۔

اُسی پہ اے دل تو جاں فدا کر
بلانے والا ہے سب سے پیارا

ہمارے پیارے حضور رحمہ اللہ تعالیٰ کو جماعت جرمنی سے بہت محبت تھی، اس پیار، محبت اور شفقت سے لجنہ اماء اللہ جرمنی نے بھی حصہ پایا، کامیابیوں پر ہمیشہ اپنی خوشنودی سے نوازتے رہے اور کمزوریوں کی اصلاح فرماتے رہے۔ ان باتوں کی میٹھی میٹھی یادیں ہمیشہ ہمارے لئے مشعل راہ بنی رہیں گی، انشاء اللہ العزیز۔ اس موقع پر ہم اراکین مجلس عاملہ تمام ممبرات لجنہ جرمنی کی نمائندگی میں گہرے دکھ کے ساتھ حضرت امیر المؤمنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز، خاندان حضرت مسیح موعود علیہ السلام، حضور رحمہ اللہ تعالیٰ کی صاحبزادیوں اور تمام جماعت ہائے احمدیہ عالمگیر سے دلی تعزیت کرتی ہوئی دعا گو ہیں کہ اے جانے والے! تجھ پر ہزاروں سلام! ہمارا پروردگار تیرے پیچھے رہ جانے والے پیاروں کا حافظ و ناصر ہو، اس کے پیار کی نظریں ہمیشہ ان پر پڑتی رہیں، اور رہتی دنیا تک انہیں اپنے انعامات سے نوازتا چلا جائے، آمین۔

آخر میں دعا ہے کہ خدا تعالیٰ ہم سب کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مشن کو آگے بڑھانے، خلیفہ وقت کے ہر حکم پر لبیک کہنے اور زندگی کے آخری سانس تک خلافت سے وفا کرنے کی توفیق عطا فرمائے، خدا ساری جماعت کے ساتھ ہو اور ہمارے جان سے پیارے امام کی تائید و نصرت فرماتا چلا جائے، نئی شان کے ساتھ اس نئے دور کا آغاز ہو اور ہم سب کو دعاؤں کے ساتھ مضبوطی سے اس حبل اللہ کو تھامے رکھنے کی توفیق عطا فرمائے، آمین اللّٰھم آمین۔

ہم ہیں شریکِ غم۔ ممبرات مجلس عاملہ لجنہ اِماء اللہ جرمنی

مادرِ مہربان اور پسرِ عظیم

آنحضرت ﷺ کی حدیث ہے کہ جنت ماؤں کے قدموں تلے ہے۔اس کا مطلب ہے ماں کی گود ہی وہ پہلی درسگاہ ہے جہاں سے انسان اپنی راہوں کا تعین کرتا ہے۔ایسی ہی ایک مادرِ مہربان اور پسرِ عظیم کا ذکر کرنا مقصود ہے۔جس نے نہ صرف اپنی والدہ کی گود سے اپنی راہیں متعین کیں بلکہ انھیں للٰہی راہوں پر چلتے چلتے کاروانِ احمدیت کا سالارِ اعظم بھی مقرر ہوا۔ہاں وہی اُمّ طاہر کا عظیم بیٹا جو لاکھوں دِلوں کی دھڑکن بن چکا تھا،جس کی آنکھوں میں نمی آتی دیکھ کر سب آنکھیں نمناک ہوجایا کرتی تھیں۔

آئیں دیکھیں اس عظیم المرتبت سپوت کو جنم دینے والی عظیم ماں پرورش کے دوران کن کن تربیتی اقدامات و واقعات سے گزری۔جن کی بدولت محبت الٰہی اور عشقِ رسول میں سرشار علم وعرفان سے سیراب یہ عظیم وجود پل کر جوان ہوا۔

اُمّ طاہر کا اصل نام حضرت سیدہ مریم بیگم صاحبہ تھا۔آپ حضرت مسیح موعودؑ کے بہت مخلص صحابی ڈاکٹر سید عبدالستار شاہ صاحب کی بیٹی تھی۔آپ کا پہلا نکاح حضرت مسیح موعودؑ کے کمسن صاحبزادے مبارک احمد کے ساتھ اس وقت ہوا جب ابھی شیر خوار تھیں۔صورت یہ ہوئی کہ مبارک احمد بہت شدید بیمار ہوگئے۔اور بچنے کی امید کم ہی نظر آرہی تھی۔

حضرت مسیح موعودؑ کو خیال آیا کہ اگر میں مبارک احمد کا نکاح کردوں تو شاید خدا تعالیٰ ان کو زندگی دے دے۔اسی وجہ سے آپ نے مبارک احمد کا نکاح مریم بیگم سے کر دیا لیکن مبارک احمد فوت ہوگئے تو آپ کمسنی میں ہی بیوہ ہو گئی۔ایک موقع پر حضرت مسیح موعودؑ نے فرمایا۔"مجھے امید تھی کہ ایک نہ ایک دن مریم کی شادی ہمارے خاندان میں ہوگی،اس طرح حضرت محمد ﷺ کے خون میں اُن کے خادم اور غلام یعنی حضرت مسیح موعودؑ کا خون بھی مل جائے گا۔

آپ کے والد ڈاکٹر سید عبدالستار شاہ صاحب حسب نسب کے لحاظ سید یعنی آنحضرت ﷺ کی نسل میں سے تھے۔چنانچہ اپنے والد صاحب کی اس خواہش کے پیشِ نظر حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے حضرت سیدہ مریم بیگمؓ سے نکاح کرلیا،اس وقت آپ کی عمر 17 برس کی تھی۔پہلے بچے کی پیدائش کے بعد ہی آپ کی صحت خراب رہنے لگی لیکن آپ ہمیشہ جماعتی کاموں میں مصروف رہتیں۔ڈاکٹروں کی ہدایت کے مطابق آپ کو مکمل آرام کرنا چاہئے تھا،لیکن آپ گھریلو ذمہ داریوں کے علاوہ ہمیشہ دینی کاموں میں مصروف رہتیں۔لجنہ کے اکثر اجلاس آپ کے گھر پر ہی ہوتے تھے۔

> جس دن آپؒ پیدا ہوئے اُسی دن پہلی دفعہ قادیان میں ریل گاڑی کی آمد کا سلسلہ شروع ہوا

18 دسمبر 1928 ہی وہ مبارک دِن تھا جب حضرت مرزا طاہر احمدؒ جیسا جلیل القدر بیٹا آپ کے گھر پیدا ہوا۔آپ پیدائش بھی ایک نشان تھی،یعنی جس دن آپؒ پیدا ہوئے اُسی دن پہلی دفعہ قادیان میں ریل گاڑی کی آمد کا سلسلہ شروع ہوا۔بچپن میں آپ کی دایہ آپ کو دودھ پلوانے فارم میں لے جاتی تھی،جہاں بھینسیں رکھی ہوئی تھیں،وہاں بھینس کے تھنوں سے سیدھا دودھ آپ کو پلوایا جاتا تھا تاکہ آپ جو دودھ پی رہے تھے،وہ ہر قسم کی بیرونی آرائشوں سے پاک ہو،اور اسطرح آپ کی صحت اچھی رہے۔آپ بچپن سے نمازوں کے عادی کیسے بنے؟اس سلسلے میں آپ نے بڑا دلچسپ واقعہ سنایا،جس میں دوسرے والدین کے لئے بھی تقلید کا درس ہے۔آپ بتاتے تھے کہ میرے والدین نے ایک شخص کو صبح نماز کے لئے میرے جگانے اور مسجد میں لے جاکر نماز پڑھانے کی ڈیوٹی لگا رکھی تھی۔وہ آدمی پہلے آپ کا ایک بازو ہلاتا،آپ کہتے میرا یہ بازو جاگ گیا ہے،پھر وہ دوسرا ہلاتا،آپ کہتے یہ بھی جاگ گیا ہے،پھر ایک ٹانگ اور دوسری ٹانگ ہلاتا،آپ کہتے یہ بھی جاگ گئی ہیں،آپ کہتے ہیں،کہ حالانکہ

مجھے سخت نیند آئی ہوتی تھی، لیکن وہ شخص مجھے گود میں اٹھا کر مسجد لے جاتا، میرے چہرے پر پانی کے چھینٹے مارتا تب مشکل سے مجھے ہوش آتی اور میں نماز پڑھتا۔ اسی طرح آہستہ آہستہ مجھے نمازوں کی عادت پڑ گئی۔ آنحضرت ﷺ سے عشق کی منازل بھی آپ ماں کے دودھ کے ساتھ ہی طے کر رہے تھے۔ ماں بہت ہی پیاری آواز میں بیٹے کو گود میں لے کر اکثر امیر خسرو کا یہ نعتیہ کلام ترنم سے پڑھا کرتی تھیں۔

بلغ العلی بکمالہٖ کشف الدجی بجمالہ

حسنت جمیع خصالہ صلو ا علیہ وآلہ

حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے اپنی زندگی میں یہ وہ واحد نعتیہ رباعی ہے جو ترنم سے اپنی آواز میں ایم۔ٹی۔اے کے لئے ریکارڈ کروائی۔ ہر لفظ کی ادائیگی سے محبتِ رسولؐ کا غیر معمولی احساس ہر دل محسوس کئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ یہ بھی آپ کی عظیم والدہ کے اندازِ تربیت کا ایک پہلو تھا۔ آپ کے والد چونکہ خلیفۃ المسیح تھے، اس لئے آپ کی والدہ کو کبھی ہلکا سا احساس ہوتا کہ آپ نے اپنے والد صاحب کے حدِ ادب میں ہلکا سا بھی تجاوز کیا ہے، تو پھر آپ کی شامت آجاتی، آپ فرماتے ہیں۔

''امی جان ہماری خوب خوب گوشمالی فرماتیں، اور ایسے موقعوں پر بے دریغ خفگی کا اظہار بھی ہوتا، اور ہماری مزاج پرسی بھی۔ ...... اگر اُنھیں کبھی ہلکا سا بھی احساس ہوتا کہ طاہر قرآنِ کریم کی تلاوت اور اسلامی لٹریچر کے مطالعے کی طرف پوری توجہ نہیں دے رہے، تو ناپسندیدگی کا اظہار فرماتیں، بلکہ زجر و توبیخ کرتیں''۔ فرماتے ہیں۔ ''میں خلیفہ منتخب ہوا تو مجھ پر یہ راز کھلا کہ وہ اتنی خفا کیوں ہو جایا کرتی تھیں؟''

آپ کی والدہ آپ کو احمدیت کے آسمان پر ایک چمکتے ہوئے ستارے کی طرح دیکھنے کی طالب تھیں، اور اس کے لئے آپ نے بہت محنت کی، اور باوجود خرابئ صحت کے جتنا بھی وقت میسّر آیا، اُسکا بہترین استعمال کیا۔ حضرت صاحبزادہ ایم۔ایم احمد اُن کے متعلق بیان کرتے ہیں۔ ''اُمّ طاہر مذہب سے دِلی اور گہرا تعلق رکھنے والی خاتون تھیں۔ اُن کی شدید خواہش تھی کہ اُن کا بیٹا طاہر بڑا ہو کر اسلام اور احمدیت کے آسمان پر چمکنے والے ستاروں کے جُھرمٹ میں ایک درخشاں ستارہ بن کر چمکے۔''

مالی قربانی کے ذکر میں حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ فرماتے ہیں۔ ''میں ابھی بچہ ہی تھا، جب تحریک جدید کا اعلان ہوا۔ لیکن خلیفہ ثانیؓ کے خطبے نے جوش اور قربانی کا جو طوفان جماعت کے دلوں میں پیدا کیا، وہ اتنا شدید تھا کہ اُسے میری عمر کے بچے بھی محسوس کر رہے تھے۔'' آپ فرماتے ہیں ''مجھے خوب اچھی طرح یاد ہے کہ میری والدہ محترمہ نے مجھے اور میری بہنوں کو بلایا اور فرمایا، کہ تم اپنے اپنے جیب خرچ میں سے تحریک جدید کا چندہ ادا کیا کرو۔'' (اک مرد خدا صفحہ؟) اسی خالصتاً دینی ماحول میں پلنے والا طاہر بھی محبت الٰہی اور عشق رسولؐ کی منزلیں تیزی سے طے کرتا رہا اور پھر یہی چیزیں اس کی زندگی کا اوڑھنا بچھونا بن گئیں۔

حضرت سیدہ بشریٰ بیگم صاحبہ مہر آپا حرم حضرت سیدنا خلیفۃ المسیح الثانیؓ تحریر فرماتی ہیں۔ ''پھوپھی جان (اُمّ طاہر) کی نرینہ اولاد صرف عزیز طاہر سلمہ ہی ہیں۔ آپ ہر وقت تڑپ کر خود بھی دعا کرتیں، اور دوسروں سے یہ دعا کرواتیں، کہ میرا ایک ہی بیٹا ہے، خدا کرے کہ یہ خادمِ دین ہو، میں نے اسے خدا کے راستے میں وقف کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ اسے حقیقی معنوں میں واقف بنائے اور پھر آنسوؤں کے ساتھ یہ جملے بار بار دہراتیں۔'' خدایا

ماں بہت ہی پیاری آواز میں بیٹے کو گود میں لے کر اکثر امیر خسرو کا یہ نعتیہ کلام ترنم سے پڑھا کرتی تھیں
بلغ العلی بکمالہٖ کشف الدجی بجمالہ
حسنت جمیع خصالہ صلو ا علیہ وآلہ

میرا طاہر تیرا پرستار ہو، یہ عابد و زاہد ہو، اسے خادمِ دین بنائیو! اسے اپنے عشق، اور حضرت محمد رسول ﷺ کے عشق اور حضرت مسیح موعودؑ کے عشق میں سرشار کیجیو"۔

اب ایک زمانہ گواہ ہے کہ اس پارساہ ماں کی یہ دعائیں بارگاہِ ایزدی میں کس شان سے مقبول ہوئیں۔ عام طور پر والدین خاص طور پر اپنی نرینہ اولاد کے لئے دُنیا کی کامیابیوں کے طالب ہوتے ہیں، لیکن اُمّ طاہر کی یہ دُعائیں تمام والدین کے لئے مشعلِ راہ ہیں۔ جو خدا کا ہو جائے اسے کس چیز کی کمی رہ جاتی ہے۔ حضرت اُمّ طاہر کی شدید خواہش تھی کہ آپ کا بیٹا ڈاکٹر بنے، دیکھیں خُدائے رحیم وکریم نے اس عظیم ماں کی اس خواہش کو کس شان سے پورا کیا۔ خُدا کے فضل سے آپ کو ہومیو پیتھی میں کمال حاصل تھا۔ بڑے بڑے لاعلاج مریض آپ سے شفا پاتے رہے۔ پھر اس ڈاکٹر نے MTA ہومیو پیتھک کے لیکچرز کا سلسلہ شروع کیا، جس کی بدولت آپ نے گھر گھر ڈاکٹر بنا دیئے اور یہ ایک فیضِ عام ہے جو ہمیشہ جاری وساری رہے گا، انشاءاللہ۔

حضرت اُمّ طاہر کو حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کے ایک الہام کے ذریعے یہ نہایت خوشکن خبر مل چکی تھی کہ طاہر ایک دن خلیفہ بنے گا۔ آپ نے جب حضورؓ سے یہ خبر سنی تو آپ سے یہ خوشی برداشت نہ ہو رہی تھی، جب حضور یہ بتا کر چلے گئے تو آپ نے حضور کی پگڑی اُٹھا کر ننھے طاہر کے سر پر رکھ دی اور عالمِ تصور میں اُسے خلافت کے عظیم منصب پر فائز محسوس کیا۔ اسی دوران آپ کی ایک سہیلی کلثوم بیگم بھی آ گئیں، آپ نے اُن کو بھی اپنے اِس راز میں شامل کر لیا لیکن اس الہام کی تکمیل تک اسے راز ہی رکھنے کا وعدہ بھی لیا۔ کلثوم بیگم نے اِس راز سے اُس وقت پردہ اُٹھایا، جب آپ خلیفہ بنے۔

اس الہام کے پیشِ نظر اُمّ طاہر ہمیشہ اس کوشش میں رہتیں کہ طاہر کی بہترین تربیت کر سکیں۔ جب طاہر 16 برس کے تھے، تو آپ کی والدہ وفات پا گئیں، لیکن یہ جو تھوڑا عرصہ آپ کی والدہ کو میسر آیا، اُس میں آپ نے طاہر کو خدا کے فضل سے اُن راہوں کی طرف گامزن کر دیا تھا جہاں سے خُدا کی رضا کی نظریں ہمیشہ طاہر پر پڑتی رہیں۔ آپ منصبِ خلافت سے پہلے بھی جماعت کے ایک بہت ہی سرگرم رکن تھے اور ایسی ایسی ایمان افروز مجلسوں کو سجاتے تھے کہ سننے والے وجد میں آ جاتے۔ اعتراض کرنے والوں کے لئے کوئی راہِ فرار نہ رہتی تھی۔ خلافت کے عظیم منصب پر فائز ہونے کے بعد جماعت کا ہر دن ترقی کی نئی شاہراہ پر گامزن ہوتا چلا گیا۔

خدایا میرا طاہر تیرا پرستار ہو، یہ عابد و زاہد ہو، اسے خادمِ دین بنائیو! اسے اپنے عشق، اور حضرت محمد رسول ﷺ کے عشق اور حضرت مسیح موعودؑ کے عشق میں سرشار کیجیو

اے عظیم المرتبت ماں تجھ کو ساری جماعت سلام پیش کرتی ہے کہ تیری کوکھ سے وہ عظیم وجود پیدا ہوا، جس کے فیض سے ایک عالم مستفیض ہو رہا ہے، اور اے جانے والے عظیم روحانی سید سالار تجھ پر خُدا کی بے حد رحمتیں ہوں، آمین۔

خُدا حافظ امیرِ کارواں سپرد رب جلیل
تھے موت و حیات تیرے ایماں کی دلیل

(اس مضمون کی تیاری میں "ایک مردِ خدا اور" سیرت اُمّ طاہرؓ" سے مدد لی گئی ہے) (صادقہ محمود فنگ شٹڈ)

بروفات حضرت امّی جانؓ

گو جدائی ہے کٹھن، دور بہت ہے منزل
پر مرا آقا بلا لے گا مجھے بھی اے ماں
اور پھر تم سے میں مل جاؤں گا جلدی یا بدیر
اس جگہ مل کے جدا پھر نہیں ہوتے ہیں جہاں

(از کلام طاہر صفحہ نمبر ۱۴۵)

وہ جو بے پناہ اُداس ہو مگر ہجر کا نہ گِلا کرے

جلسہ سالانہ جرمنی ۲۰۰۳ء کے موقع پر حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کی صاحبزادی محترمہ شوکت جہاں صاحبہ تشریف لائیں یہ ہمارے لیے سعادت ٹھہری۔ محترمہ بی بی صاحبہ سے اس درخواست پر کہ آپ حضور اقدسؒ کی سب سے بڑی صاحبزادی ہیں کچھ آپ کے ساتھ مل کر یادیں تازہ کریں۔ نمناک آنکھوں میں سخت اُداسی لیے ہوئے انہوں نے رضامندی کا اظہار کیا اور پورا وقت بہت صبر اور حوصلے سے آنسوؤں کو برداشت کرتے ہوئے باتیں ہوتی رہیں۔

مدیرہ خدیجہ: محترمہ سیدہ حضرت اماں جانؓ کا کہنا ہے کہ بڑے بچے کی تربیت پر پورا زور لگاؤ باقی بچے اس کا نمونہ دیکھ کر خود ہی اچھے ہو جائیں گے .آپ حضورؒ کی بڑی صاحبزادی ہیں اس سلسلے میں آپؒ کی تربیت کے خاص پہلو؟

محترمہ بی بی صاحبہ: آپ کی بات بہت درست ہے ابّا جان نے بچپن سے ہی دو باتوں پر خصوصی توجہ فرمائی ایک تو سچ بولنا جھوٹ کسی صورت میں نہیں بولنا .اور دوسرا نمازوں کی پابندی .ابّا جان کو جھوٹ سے سخت نفرت تھی مذاق میں بھی جھوٹ پسند نہ فرماتے فون پر بھی غلط نہ کہیں کہ گھر پر نہیں ہیں یہ بہت غلط بات ہے .بعض اوقات ہم ڈر کے مارے کوئی کام نہ بھی کیا ہوتا تو کہہ دیتیں کہ ہم نے کیا ہے تو فرماتے یہ بھی جھوٹ ہے ہر حال میں سچ بولنا ہے . باجماعت نمازیں پڑھاتے ، میں اور فائزہ ساتھ ہوتیں ، ہم دونوں کو پکڑ کر ایک قدم پیچھے کر دیتے خود ہمیں نماز کے آداب و طریق سکھائے اور خصوصی نظر رکھتے .تلاوت قرآن کریم کی تاکید فرماتے کہ کبھی نہ چھوڑنا خود اونچی آواز میں قرآن کریم پڑھتے اُن کی اس پیاری آواز کی ہمیں عادت پڑ گئی ہم چھوٹی تھیں بظاہر پاس سو رہی ہوتیں مگر اُن کی تلاوت سُن رہی ہوتی تھیں۔

مدیرہ خدیجہ: بچوں کی تربیت کے بارے میں کیا نصائح فرمائیں؟

محترمہ بی بی صاحبہ: آپ بچوں کے ساتھ سختی نہیں کرتے تھے بہت زیادہ پیار کرتے تھے نواسے نواسیوں سے بے حد پیار تھا اُن کو بھی جھوٹ بولنے سے منع فرماتے چھٹیوں میں ہمارے ساتھ سائیکل چلاتے ہم بہنوں کو سائیکل چلانا خود سکھائی قرآن کریم سے انبیاؑ کی زندگیوں کے سچے واقعات کہانیوں کی صورت میں سناتے اور ایسے طریقے سے سناتے کہ ہم بہت زیادہ دلچسپی لیتے اور انتظار میں رہتے کہ اگلی کہانی کب سُنائیں گے؟ جب ہم کوئی غلطی کرتے تو ڈانٹ بھی پڑتی مگر بعد میں سمجھا کر بہت پیار کرتے اور آئندہ بچنے کی نصیحت۔

مدیرہ خدیجہ: حضورؒ کی طبیعت میں خاص مزاح پایا جاتا تھا ایسا کوئی واقعہ؟

محترمہ بی بی صاحبہ: ہمارے ساتھ کھیلتے اور دلچسپ باتوں کے ساتھ ہنساتے بھی رہتے .کسی چیز کا ضیاع ہو رہا ہوتا تو انہیں بہت تکلیف ہوتی۔ ہم اکثر لائٹیں وغیرہ جلتی چھوڑ دیتے یا لاپرواہی کرتے .ایک بار ابّا جان کراچی گئے کچھ دنوں کے لیے وہاں جا کر ہمیں خط لکھا جو بہت مزیدار اور دلچسپ تھا کہ تم لوگ سارا دن بتیاں جلائے رکھنا اور رات کو بند کر دینا سٹور وغیرہ کی خاص طور پر، سارا گھر روشن رکھنا تاکہ جھینگر وغیرہ کو اِدھر اُدھر پھرنے میں یا راستے ڈھونڈنے میں مشکل پیش نہ آئے۔ ہمیں چھوٹے چھوٹے دلچسپ لطیفے بھی سناتے رہتے جو بعد میں ہم بہنیں دُہرا کر خوب ہنستیں سب کے ساتھ ہی ہنسی مذاق ہوتا رہتا۔

مدیرہ خدیجہ: حضورؒ کو اپنی والدہ مرحومہ سے بہت محبت تھی ایسا ذکر جو آپ نے بار بار کیا ہو جس سے اُن کے پیار کا اظہار ہوتا ہو؟

محترمہ بی بی صاحبہ: واقعی ابّا جان کو دادی جان سے بہت بہت محبت تھی .ان کی یہ عادت تھی کہ اپنا دکھ اور تکلیف چھپا جاتے تھے کہ میرے دل کا حال کسی پر نہ کھلے آخری دنوں میں بہت زیادہ ذکر کیا کہ میری امّی مشروم بہت اچھی بناتی تھیں .پھوپھو جان نے پکائیں تو بہت چھوٹی چھوٹی کاٹیں آپ

نے کھائیں تو ساتھ کہنے لگے میری امّی تو ایسی نہیں پکاتی تھیں ان کو تو بہترین کھانے پکانے سے عشق تھا. پھر اُن کے ذکر میں فرماتے کہ میری امی کی عادت تھی کہ گھر کے خرچ سے بچا کر غریبوں کی مدد کرتیں جتنا خرچ ملتا تھا اس کو بڑے سلیقے سے استعمال کرتیں حضور ابّا جان (خلیفہ الثانیؓ) کی آمد پر خوش ہو کے بہت اچھا کھانا پکاتیں اور کہتیں اُن کے آنے پر یہ چیز بناؤں گی۔

مدیرہ خدیجہ: میرے خیال میں آپ اکثر حضورؒ کے جرمنی کے سفر میں ہمراہ رہی ہیں کوئی خاص واقعہ؟ یا خاص بات؟

محترمہ بی بی صاحبہ: ابّا جان کو تو جماعتی کاموں سے عشق تھا اس لیے ہر وقت تیار رہتے تھے جرمنی کے لیے ایک بار ہم سفر سے پہنچے تو جاتے ہی پروگرام شروع ہو گئے رات دو بجے تک پروگرام چلا. پھر تہجد کے لیے اُٹھے نماز پڑھی اور سیر کے لیے تشریف لے گئے ناشتہ کے بعد پھر پروگرام تھا جو دوپہر دو بجے تک رہا. اس کے بعد اگلی جگہ کے لیے روانہ ہوئے دو گھنٹے کا سفر کر کے پہنچے تو اگلا پروگرام تیار تھا اُس میں شمولیت فرمائی امی جان کہتی تھیں کہ کچھ دیر آرام کر لیں اپنی جان پر اپنا بھی تو حق ہے مگر فرماتے کے جماعت کے لیے نہیں۔ جرمنی کی جماعت سے بہت محبت تھی بہت قدر کرتے تھے کہ بہت محنت کرتے ہیں اور بہت پروگرام کرتے ہیں جرمن لوگوں میں بدلنے کی بہت صلاحیت ہے اور بات کی گہرائی تک پہنچتے ہیں۔

مدیرہ خدیجہ: حضورؒ عورتوں سے حسنِ سلوک کے سلسلے میں بہت نرم گوشہ رکھتے تھے آپ کے ذہن میں کوئی ایسا واقعہ؟

محترمہ بی بی صاحبہ: لڑکیوں کے ساتھ خصوصاً حسن سلوک تھا. عورت کے ساتھ بہت ہمدردی تھی ان کی پریشانیاں اور دُکھ سُن کر بہت اثر لیتے تھے امی جان کے ساتھ اُن کا سلوک بے حد نرم اور دلجوئی والا تھا. پاکستان میں تو پُھلکے وغیرہ کی عادت تھی. جب ہم لندن آئے تو عام پیڈا بریڈ کھا رہے تھے۔ اکثر کھانے میں کئی لوگ شامل ہو جاتے۔ ابّا جان نے کبھی محسوس نہ کیا شوق سے کھا لیتے اور ذکر کرتے کہ ہمارے گھروں میں عادت ہے کہ مرد کام سے گھر آتے ہی گرم گرم روٹی مانگتے ہیں یہ تو عورت پر ظلم ہے اس پر پہلے ہی اپنے کاموں کی بہت ذمہ داریاں ہیں۔ اُنھوں نے کبھی بھی امی جان پر زیادہ بوجھ نہ ڈالا۔

مدیرہ خدیجہ: حضورؒ نے آپ سب بیٹیوں کی شادیاں کیں اور بھی بہت سی بچیوں کی ایسی خوشیوں میں شامل ہوئے ان رُخصتی کے مواقع پر کوئی خاص

حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ اپنی صاحبزادی طوبیٰ کو اٹھائے ہوئے۔ یہ تصویر سپین میں لی گئی۔

نصیحت؟

محترمہ بی بی صاحبہ: ابّا جان بہت خوش مزاج اور خوش دل تھے بہت خوشی سے شامل ہوتے اور فرماتے کہ جب نیا جوڑا ہنستا ہنستا خوش باش تعریفیں کرتا ہوا ملاقات کے لیے آتا ہے تو مجھے بہت زیادہ خوشی ہوتی ہے کہ یہ لوگ بہت خوش ہیں میرا دل بہت خوش ہوتا ہے۔ ہمیشہ یہ کہتے کہ ایک دوسرے کے والدین کا بہت احترام کریں۔ اپنی تیری میری چیز میں فرق نہ کریں. جب ایک گھر بن گیا ہے تو فرمایا کہ ایسی کوئی بات نہ ہو جس سے تیری میری کہنا پڑے۔ نہ جانے لوگ کس طرح تیری میری کرتے ہیں۔ مدیرہ خدیجہ: بچپن میں آپ بہنوں کے لباس کے انتخاب میں کس طرح رائے کا اظہار فرماتے تھے؟ کہ اچھا ہے یا یہ مت پہنو۔

محترمہ بی بی صاحبہ: ابا جان کا انتخاب ہمیشہ ہی بہت اچھا ہوتا. اچھے کپڑے پہنے دیکھ کر اچھے رنگوں کی تعریف کرتے خوش ہوتے. ہمیشہ فرماتے کہ کپڑا یا لباس انسان کی پہچان نہیں ہے. انسان کی پہچان اس کا کردار ہے .ننگا فیشن نہیں ہونا چاہیے لباس ڈھکا ہوا ہو ایک بار ارم کپڑوں کا تھیلہ لے کر ہمارے گھر میں داخل ہو رہی تھی سامنے سے ابا جان آ گئے تو وہ گھبرا گئی. ابا جان کے پوچھنے پر اصرار کے بعد بتایا کہ کل کی تقریب کے لیے فائزہ سے پوچھنا تھا کہ کون سا سوٹ پہنوں اس لیے سارے اُٹھا لائی آپ نے اُسے تھیلہ کھول کر دکھانے کو کہا کہ دیکھنا میری پسند کا سوٹ پہنو گی تو سب کو اچھا لگے گا. پھر اس کو سوٹ کا انتخاب کر کے دیا اور وہ واقعی بہت خوبصورت سوٹ تھا۔

مدیرہ خدیجہ: کوئی ایسا یادگار واقعہ جو آپ کو کبھی فراموش نہ ہو سکتا ہو؟

محترمہ بی بی صاحبہ: ہاں ایک مرتبہ جلسے کے دنوں کی بات ہے جلسے کے دنوں میں مہمان دور دور کے ملکوں سے مختلف قسم کے پھل تحفۃً لاتے۔ میرے میاں ابا جان کے پاس بیٹھے ہوئے تھے اُن سے کہا کہ لو یہ پھل کھاؤ .پھر پھل اُٹھا کر کہنے لگے کہ بتاؤ یہ کس کے طفیل تمہیں ملے ہیں؟ اُنہوں نے کہا کہ آپ بتائیں آپ نے آنکھوں میں آنسو بھر کر فرمایا کہ یہ سب پھل حضرت مسیح موعودؑ کی برکتوں کے طفیل یہاں تک پہنچے ہیں۔ ایک بار لندن سے جرمنی روانگی کے وقت سوئٹر پہنا امّی نے کہا ''بہت اچھا لگا ہے'' پھر ابّا جان باہر کچھ لوگوں سے مل کر گھر آئے اور آتے ہی پوچھا کہ کوئی اچھی چیز ہے امی نے پوچھا کس لیے؟ آپ نے فرمایا کسی کو دینی ہے امّی نے کہا اس وقت تو یہاں خاص کپڑے میرے پاس نہیں ہیں تو اپنا سوئیٹر اتارتے ہوئے فرمایا کہ یہ بشیر کو دے دو. امّی نے کہا ''ہائے! یہ آپ کو اتنا اچھا لگ رہا ہے''. کہنے لگے ''اسی لیے تو دے رہا ہوں''.

بہت سی باتوں اور یادوں کے درمیان کئی خواتین محترمہ بی بی صاحبہ کو بیٹھے دیکھ کر ملنے آ جاتیں ہمارا تسلسل ٹوٹتا اور جُڑتا رہا ایک عجیب سی فضا تھی اُداسی اور غمگینی کی، جی یہی چاہ رہا تھا کہ اُن کی باتیں سُنتے جائیں خود وہ بھی بے حد اُداس تھیں پروگرام شروع ہو رہا تھا اس لیے محترمہ بی بی شوکت جہاں صاحبہ جلسہ گاہ میں تشریف لے گئیں۔

ہم نے اُن کا بہت سا وقت لیا خُدا تعالیٰ انہیں جزاءِ خیر دے اور ہم سب کو ان کی ان یادوں اور نصائح سے ہمیشہ مستفید ہوتے رہیں اور انہیں مشعلِ راہ بنائیں آمین۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

ماہنامہ ''انصار اللہ'' ربوہ مئی ۲۰۰۳ء میں حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کے دو اشعار شائع ہوئے ہیں۔ مکرم پیر معین الدین صاحب بیان کرتے ہیں کہ حضورؒ کی بچیوں نے بتایا ہے کہ آخری دنوں میں یہ اکثر حضورؒ کے ورد زبان رہتے تھے۔

میں گہری نیند سونا چاہتا ہوں
میں اب خاموش ہونا چاہتا ہوں
جو بچھڑے ہیں، جو روٹھے ہیں، میں ان سے
گلے مل مل کے رونا چاہتا ہوں

میرے پیچھے آ کر دبے دبے، میری آنکھیں موند ہنسا کرے

جلسہ سالانہ برطانیہ ۲۰۰۳ کے موقع پر محترمہ صاحبزادی فائزہ لقمان صاحبہ سلمہا اللہ بنت سیّدنا حضرت مرزا طاہر احمد خلیفۃ المسیح الرابع نے جلسہ گاہ مستورات میں حضورؒ سے وابستہ اپنی ذاتی یادوں پر مشتمل جو خطاب فرمایا اس کا متن ھدیۂ قارئین ہے۔

الحمدللہ کہ آج مجھے اس بابرکت جلسہ پر آپ سے بات کرنے کا موقع مل رہا ہے۔ اس موقع سے فائدہ اُٹھاتے ہوئے میں چاہتی ہوں کہ آج آپ کو ان قیمتی اور خوبصورت یادوں میں اپنے ساتھ لے کر چلوں جو میرے پیارے ابا کی یادیں ہیں۔ جن سے آپ کا بھی وہی روحانی رشتہ تھا جو میرا تھا یعنی ایک انتہائی محبت کرنے والے شفیق باپ کا رشتہ۔ یہ بات کہتے ہوئے میں سمجھتی ہوں کہ اس میں ذرا بھی مبالغہ نہیں ہے۔ خلافت کے بعد مجھے ہمیشہ یہ احساس ہوتا تھا کہ ابا جتنا پیار مجھ سے کرتے ہیں شائد اتنا یا اس سے بھی زیادہ ہر احمدی بچی سے کرتے ہیں۔ مجھے یقین ہے کہ آپ کا دل بھی میرے ساتھ یہی گواہی دے رہا ہوگا۔ مگر مجھے خدشہ یہ ہے کہ میں کما حقہ آپ کی شخصیت کو بطور ایک بے نظیر باپ آپ کے سامنے پیش بھی کر سکتی ہوں یا نہیں؟ میرے پاس نہ وہ الفاظ ہیں اور نہ میری ذہنی استعدادیں اس مقام کو چھو سکتی ہیں جو حضور کا اصل مقام تھا۔ میں تو اپنے سادہ الفاظ میں چند واقعات پیش کرنا چاہتی ہوں۔

آپ کی پہلی یاد جو میرے ذہن میں آتی ہے وہ یہ کہ ایک خوبصورت، مہربان اور مسکراتا ہوا وجود، ہاتھ میں دفتری کاغذات پکڑے ہوئے گھر میں داخل ہوتا ہے تو دو چھوٹی بچیاں بھاگتی ہوئی جا کے ان سے لپٹ جاتی ہیں ان کو خوب علم ہے کہ یہی شخص اس گھر کی رونق اور تمام خوشیوں کا منبع ہے اور یہ بھی جانتی ہیں کہ ان کے آنے سے ہمارے دن کا وہ حصہ شروع ہو جائے گا جو زندگی سے بھرپور ہے۔

حضورؒ کی شخصیت شروع سے ہی بیشمار خوبیاں اپنے اندر لیے ہوئے تھی۔ ایک بہت چھوٹا بچہ بھی جس کا فہم ابھی ایسا تیز نہیں ہوتا کہ خوبیوں کا پوری طرح اندازہ کر سکے، لاشعوری طور پر آپ سے متاثر ہو جاتا تھا۔ مجھے یاد ہے کہ جب میں بہت چھوٹی تھی تو ایک خیال میرے ذہن میں بہت مضبوطی سے جڑ پکڑ گیا تھا کہ میرے ابا بہت خاص شخصیت ہیں، بلکہ مجھے لگتا تھا کہ میرے ابا جیسا انسان ساری دُنیا میں اور کوئی نہیں۔

جب میں شعور کی عمر کو پہنچی تو مجھے احساس ہوا کہ واقعی ابا میں ایسی بے نظیر خوبیاں تھیں جو اس خیال کا باعث بنیں۔ جب سے میں نے ہوش سنبھالا، ابا کو بہت پابندی سے نماز تہجد ادا کرنے والا پایا۔ ہر صبح ابا کی بہت پیاری خوبصورت تلاوت قرآن کریم ہمارے گھر کو روشن کر دیتی تھی۔ نماز تو خیر انکی روح کی غذا تھی ہی، کسی اور کو بھی نماز پڑھتے دیکھ لیتے تو چہرہ خوشی سے چمکنے لگتا۔ اسی وجہ سے بچپن میں ہی یہ احساس ہم میں پیدا ہو گیا تھا کہ اگر ہم نماز پڑھ لیں تو باقی بچپن کی نادانیاں اور شرارتیں قابل معافی ہیں۔

جب کبھی باہر سے آتے تو پہلا سوال یہی کرتے کیا نماز پڑھ لی؟ اگر جواب ہاں میں ہوتا تو وہ دن ہمارا ہوتا۔ ابا کا پیار ہمارے لیے چھلکنے لگتا۔ صبح کی نماز کے لیے میری شادی ہونے تک آپ نے ہمیشہ خود مجھے اُٹھایا۔ بعض دفعہ نیند کا غلبہ ہوتا، اٹھانے کے باوجود دوبارہ سو جاتی حضور پھر آتے اور دوبارہ اسی پیار اور نرمی سے اُٹھاتے۔ مجھے یاد نہیں کہ آپ نے کبھی چڑ کر اس بات پر ڈانٹا ہو۔ بار بار اُٹھاتے یہاں تک کہ ہم اُٹھ کر نماز ادا کر لیتے۔

ایک خوبصورت، مہربان اور مسکراتا ہوا وجود، ہاتھ میں دفتری کاغذات پکڑے ہوئے گھر میں داخل ہوتا ہے تو دو چھوٹی بچیاں بھاگتی ہوئی جا کے ان سے لپٹ جاتی ہیں ان کو خوب علم ہے کہ یہی شخص اس گھر کی رونق اور تمام خوشیوں کا منبع ہے اور یہ بھی جانتی ہیں کہ ان کے آنے سے ہمارے دن کا وہ حصہ شروع ہو جائے گا جو زندگی سے بھرپور ہے

اس سے یہ مطلب نہیں کہ نماز کی پابندی کے لیے ہمیں ڈانٹ نہیں پڑی مگر صبح ہمیں اُٹھاتے ہوئے کبھی چڑ کر نہیں ڈانٹا۔ میں یہ بتانا چاہتی ہوں کہ حضورؒ کو کبھی بھی اپنی ذاتی تکلیف پر غصہ نہیں آتا تھا۔ آپ اس بات کو خوب سمجھتے تھے کہ اس عمر کی فطری مجبوری ہے کہ بچہ بار بار نیند سے مغلوب ہو کر سو جائے گا مگر جہاں تک خُدا کے حکم کا تعلق ہے اگر نرمی سے بات نہ مانی جاتی تو غصہ کا اظہار بھی کرتے تھے۔ خاص طور پر رمضان المبارک کے موقع پر یا کبھی عام دنوں میں بھی نماز تہجد یا صبح کی نماز کے لیے اٹھاتے تو ساتھ ساتھ یہ بتاتے جاتے کہ کیا کیا دعائیں مانگو۔ یہ دعائیں بنی نوع انسان کی بہتری سے شروع ہوتیں اور تمام گزشتہ انبیاء، آنحضرت ﷺ، آپؐ کے صحابہؓ، خلفاء، تمام عالم اسلام، حضرتِ اقدس مسیح موعودؑ، آپ کے خلفاء، شہداء، تمام قربانی کرنے والے، واقفینِ زندگی اور ان کے خاندان، یتیموں، بیواؤں، اسیروں، بیماروں، غُرباء، کے بعد اپنے بزرگوں، خاندان، ماں باپ، بہن بھائیوں کے لیے دعا کی تلقین کے بعد آپ فرماتے کہ 'پھر اپنے لیے دعا کرنا'' اب سوچتی ہوں تو حیرت ہوتی ہے کہ ہمیں چھوٹی عمر میں ہی کتنی تفصیل سے دُعائیں سکھاتے تھے۔ اور یہ رمضان میں تقریباً روزانہ کا معمول تھا۔ روز اُٹھانے کے بعد محبت سے بھری ہوئی نرم آواز میں ان تمام دعاؤں کی نصیحت فرمایا کرتے تھے۔

ابا کی وفات سے کچھ عرصہ قبل ایک عزیزہ نے حضورؒ کے بارہ میں مجھ سے یہ ذکر کیا کہ فائزہ! مجھے حضرت صاحب سے بہت ڈر لگتا ہے اور اُن سے محبت بھی بہت ہے۔ یہی چیز میں نے بھی آپ کی شخصیت میں دیکھی اور محسوس کی۔ آپ ہم سے بے حد محبت کرتے تھے مگر اس کے باوجود آپ کا ایک عجیب رعب ہم پر ہمیشہ رہا۔ مگر یہ رعب ایسا نہیں تھا جو ہمیں ان سے دور کرتا۔ آپ انتہائی بے تکلف انسان تھے۔ اپنے بچوں سے دوستوں کی طرح معاملہ کرتے تھے ویسے تو ابا کے پاس اپنے گھر اور بیوی بچوں کے لیے بہت محدود سا وقت ہوتا تھا۔ کیونکہ آپ کی جماعتی مصروفیات خلافت سے پہلے بھی آپکی زیادہ تر توجہ اپنی طرف کھینچ لیتی تھیں۔ مگر جب بھی ابا گھر ہوتے اور اُن کے پاس وقت ہوتا تو ہمارے ذہن اور عمر کے مطابق ہر چیز ہم سے شئیر (share) کرتے۔ ہمارے ساتھ مل کر کھیلتے بھی تھے۔ ہماری ہر دلچسپی کی بات میں حصہ لیتے۔ مجھے بچپن سے شاعری سے لگاؤ ہے۔ حضور نے خود مجھے بہت سے شاعروں کی غزلیں سُنائیں ہر شعر پر رُک رُک کر اس کی تشریح بھی کرتے۔ بعض دفعہ شعر سے زیادہ اس کی تشریح خوبصورت ہوتی۔ اس طرح میرے شوق کو اپنی توجہ اور بے حد دلچسپی سے اُبھارتے تھے۔ اس موقع پر مجھے بچپن کا ایک واقعہ یاد آ رہا ہے۔ جب میں بہت چھوٹی سی تھی تو چونکہ مجھے شاعری کا شوق تھا۔ میں نے ایک شعر لکھا جو میری عمر کے لحاظ سے بالکل بچوں والا تھا۔ اگر میں آپکو سُناؤں تو آپ ہنسیں گی۔ میری بہن شوکی جو میرے ساتھ کھیل رہی تھی اس کو بھی بہت پسند آیا اور خوش ہوئی کہ میں نے شعر کہا ہے اس نے کوئلہ سے میرے کمرے کی دیوار پر جس پر سفید پینٹ ہوا تھا یہ شعر لکھ دیا۔ ابا گھر آئے اور یہ شعر پڑھا تو بہت خوش ہوئے ہنسے اور اسے بہت انجوائے کیا۔ چھ ماہ کے بعد ہمارے گھر پینٹ ہو رہے تھے تو ابا نے امی سے کہا کہ اس دیوار کو پینٹ نہیں کروانا مجھے یاد ہے جب تک ہمارا نیا گھر نہیں بنا غالباً پانچ چھ سال بعد تک ابا نے وہ دیوار پینٹ نہیں کروائی۔ مجھے اب بھی دیوار پر لکھا وہ شعر یاد آتا ہے۔

ہمیں زمینوں پر جاتے ہوئے اپنے ساتھ لے کر جاتے وہاں فصلوں کے متعلق اور زمینوں کی دیکھ بھال کے بارہ میں ہمیں بتایا کرتے۔ شاید ایک عام انسان چھوٹی بچیوں سے ایسی گفتگو غیر ضروری خیال کرے لیکن ابا ہم سے ہر وہ بات کرتے تھے جو آپ کی زندگی کا حصہ ہوتی تھی کیونکہ آپ کو یہ نکتہ معلوم تھا کہ بچے کے ذہن پر ہر چیز نقش ہو رہی ہوتی ہے اور اپنے وقت پر باہر آتی ہے۔ یہ بھی آپ کی تربیت کا ایک انداز تھا۔ رات سونے سے پہلے ہمیں کہانیاں سُناتے تھے جو ہمیشہ قرآن کریم سے اخذ کی ہوتی تھیں۔ میں نے بچپن میں سب نبیوں کے واقعات جو قرآن کریم میں آتے ہیں حضور سے کہانیوں کی شکل میں سُنے ہیں۔

بچوں کی تربیت کا کیا خوبصورت انداز تھا۔ یہی نصیحت خلافت کے بعد

احمدی ماؤں کو کی کہ بچوں کو کہانیوں کی شکل میں قرآن کریم کے واقعات سُنایا کریں۔ یہ بات جہاں ان کے دل میں قرآن کریم کی محبت پیدا کرے گی وہاں وہ خوبیاں بھی پیدا کرے گی جو قرآن کریم نے انبیاء علیھم السلام کے واقعات کی صورت میں مثال کے طور پر ہمارے سامنے پیش کی ہیں۔

حضور کی طبیعت میں سادگی اور سچی انکساری آپ کی شخصیت کا خوبصورت اور نمایاں پہلو تھیں۔ آپ ہمیشہ اپنے ذاتی کام خود کرلیا کرتے تھے گھر میں کام کرنے والوں کی موجودگی کے باوجود کوئی کام اپنے ہاتھ سے کرنا عار نہ سمجھتے تھے خلافت سے پہلے بعض دفعہ اپنے کپڑے بھی خود دھو لیتے تھے۔ خلافت کے بعد مصروفیت کی وجہ سے ایسے کام تو نہیں کرتے تھے مگر اپنا ناشتہ بیماری شروع ہونے تک خود ہی بنا لیتے تھے۔ حسبِ ضرورت ہر قسم کا کام کر لیتے تھے، چیزیں بھی مرمت کر لیتے۔ میں نے بارہا ابا کو گھر کی چھوٹی چھوٹی چیزیں خود مرمت کرتے دیکھا ہے۔ ابا نے ایک دفعہ مجھے بتایا کہ جب میں انگلینڈ میں پڑھتا تھا تو میں نے ساری ساری رات مزدوری کی ہوئی ہے۔ بہت بھاری سامان مزدوروں کی طرح اپنی کمر پر لاد کر دوسری جگہ منتقل کیا کرتا تھا۔ یہ بھی بتایا کہ بعض دفعہ اتنی محنت کرتا تھا کہ گھر جا کر بخار ہو جاتا مگر اگلی صبح پھر وہی کام کرنے پہنچ جاتا۔ ابا کی انکساری اس لحاظ سے غیر معمولی تھی کہ آپ نے آنکھ ہی خلیفۂ وقت کے گھر کھولی تھی۔ قادیان کا تمام ماحول ان بچوں کے لیے محبت سے بھرا ہوا تھا اور ایسے ماحول میں غالب امکان تھا کہ اپنی ذات کو برتر سمجھنے کا احساس پیدا ہو جاتا مگر اس کے برعکس میں نے ایسی انکساری کسی اور میں نہیں دیکھی جیسی آپ میں تھی۔

حضورؒ کو ہر شخص کی صلاحیتوں کو ابھارنے اور ان سے استفادہ کرنے اور صحیح رُخ پر لانے کا خاص ملکہ حاصل تھا خواہ وہ شخص کوئی معمولی اور کم فہم بچہ ہی کیوں نہ ہو۔ مجھے یاد ہے بچپن میں ابا اپنی ڈاک دیکھنا شروع کرتے تو آپ کے قُرب میں ساتھ بیٹھنے کی خواہش میں مَیں آپکے ساتھ بیٹھ جاتی اور آپ کے کاغذات کو چھیڑنے لگتی۔ اس پر حضور نے مجھے کہا کہ تم میری پرائیوٹ سیکرٹری بن جاؤ۔ جس طرح میں بتاؤں میرے کاغذات ترتیب سے لگایا کرو۔ بجائے اس کے کہ مجھے کاغذات چھیڑنے پر ڈانٹ کر اٹھا دیا جاتا مجھے اپنا پرائیوٹ سیکرٹری کہہ کر دل خوش کر دیا۔ بلکہ ایک احساس ذمہ داری بھی پیدا کر دیا میں نہیں کہہ سکتی کہ کیا میں واقعی آپ کی کچھ مدد کرتی بھی تھی یا صرف کاغذات ادھر اُدھر بکھیرنے میں ہی مصروف رہتی مگر حضورؒ رات کو اگر میں موجود نہ ہوتی تو پیار سے آواز دے کر بلاتے کہ آج میری پرائیوٹ سیکرٹری کہاں ہے؟

حضور نے ہمیں خود تیرنا بھی سکھایا ہے۔ ہمارے لیے اپنی زمینوں پر چھوٹا سا سوئمنگ پول بھی بنوایا کہ ہم باپردہ جگہ میں آرام سے تیراکی سے لطف اندوز ہو سکیں۔ گھوڑسواری بھی حضور نے خود ہمیں سکھائی ہمارے سواری کرنے پر بہت خوش ہوتے۔ اسی طرح ابا کی خواہش تھی کہ ہم نشانہ بازی بھی سیکھیں بلکہ اس میں مہارت بھی پیدا کریں۔ یہاں تک کہ سائیکل چلانا بھی ابا نے مجھے خود سکھایا ہوا ہے۔ یہ بات کرنے سے میری مراد یہ ہے کہ ابا نے ہم میں کبھی یہ احساس پیدا نہیں ہونے دیا کہ ہم لڑکیاں ہیں اور اس وجہ سے بعض سرگرمیوں میں حصہ لینا ہمارے لیے مناسب نہیں ہے۔ پردہ کی حدود میں رہتے ہوئے ہر صحتمند سرگرمی کو نہ صرف پسند فرماتے تھے بلکہ یہ خواہش رکھتے تھے کہ ہم بھی اس میں حصہ بھی لیں۔

مجھے یاد ہے جب میری بہن مونا کی پیدائش متوقع تھی تو ظاہر ہے چونکہ ہمارا بھائی نہیں تھا اس لیے ابا کو فطری خواہش تھی کہ بیٹا ہو۔ ہمیشہ مجھے نماز کے لیے اُٹھاتے ہوئے کہتے تھے بھائی کے لیے دُعا کرنا، لیکن جب مونا پیدا ہوئی تو ابا نے بے حد خوشی کا اظہار کیا اور امی کو کہا تم کیوں اُداس ہو؟ میں تو اپنی بیٹی کی پیدائش پر بہت خوش ہوں۔ یہ بھی فرمایا کہ اس کے عقیقہ کے دو بکرے ذبح کروں گا تا کہ لوگ یہ نہ کہیں کہ بیٹی پیدا ہونے پر مجھے ایسی خوشی نہیں ہوئی جیسی بیٹا پیدا ہونے پر ہوتی۔

ایک اور پہلو جو مجھے ابا کی شخصیت کا بہت نمایاں حصہ لگتا ہے وہ جھوٹ سے نفرت ہے۔ آپ نے بچپن سے ہی ہمارے دلوں میں سچ سے محبت پیدا کرنے کی بھرپور کوشش کی۔ یہاں تک کہ آپ ناپسند کرتے تھے کہ ہم ایسی

کہانیاں سُنیں یا سُنائیں جو فرضی ہوتی ہیں۔ ہمیشہ ہمیں تلقین کرتے کہ سچے واقعات میں جو لطف ہے وہ جھوٹے قصوں اور افسانوں میں نہیں ہو سکتا۔ بچپن میں سچ بولنے کے لئے ابھارنے کا ایک بہت پیارا انداز مجھے یاد ہے۔ آپ ہمیشہ کہتے میری بیٹیاں جھوٹ نہیں بولتیں۔ یہی بات تھی جو ہمارے دل میں جھوٹ سے نفرت پیدا کرتی تھیں۔ سچ بولنے پر ہمیشہ اتنی ہمت افزائی کرتے تھے کہ اس ضمن میں مجھے ایک لطیفہ یاد آ رہا ہے۔ پتہ نہیں کیوں ہمیں یہ خیال پیدا ہو گیا تھا کہ اپنی غلطی تسلیم کرنا دراصل سچ ہے۔ چاہے وہ غلطی سرزد نہ بھی ہوئی ہو۔ ایک دفعہ میں نے یا شوکی نے کوئی شرارت کی ابا گھر آئے تو پوچھا کہ کس نے یہ حرکت کی ہے؟ ہم دونوں نے اس بات پر یہ اصرار کرنا شروع کر دیا کہ ابا یہ شرارت میں نے کی ہے، میں نے کی ہے ہماری بات پر آپ بہت ہنسے اور امی کو جا کر بتایا کہ دونوں کہہ رہی ہیں کہ شرارت میں نے کی ہے۔ بعد میں ہمیں سمجھایا کہ سچ حقیقت میں کسی عمل کے ہونے کو کہتے ہیں۔ غلطی کو ماننا سچ کے زمرہ میں نہیں آتا۔

مجھے یاد ہے بچپن میں ابا ہمارا ایسا خیال بھی رکھتے تھے جو عموماً ماؤں کا حصہ سمجھا جاتا ہے۔ میری بڑی بہن بچپن میں دمہ کی وجہ سے بیمار ہو جایا کرتی تھی۔ بعض اوقات ابا اس کے لیے ساری ساری رات جاگتے۔ کبھی میری آنکھ کھلتی تو دیکھتی ابا شوکی کو گود میں اُٹھائے ٹہل رہے ہیں۔ امی کی وفات کے بعد اپنی بقیہ زندگی میں باپ کے ساتھ ساتھ ہمیں ماں کا پیار بھی دیا۔ اس وقت میری چھوٹی دونوں بہنیں ابھی غیر شادی شدہ تھیں انکا بے حد خیال کیا۔ ان کی شادیوں کے موقع پر مجھے بار بار بلا کر کہتے تھے کہ دیکھو کوئی بھی کمی نہ رہے۔ جو یہ چاہیں اور جس طرح چاہیں ان کے لیے کرو۔ بے انتہا مصروفیت کے باوجود شادی کی تمام تقریبات کے ہر پہلو پر نظر رکھی اور بعض معاملات جو صرف خواتین کی دلچسپی کے سمجھے جاتے ہیں ان میں بھی حصہ لیتے رہے۔

ابا کی شخصیت اتنی ہمہ گیر تھی کہ مجھے ایک قسم کی بے بسی کا احساس ہو رہا ہے کہ میں آپکی ذات کا کون سا پہلو بیان کروں اور کون سا چھوڑ دوں؟ ایک

انتہائی پیار کرنے والا ہمدرد دل خدا نے آپ کو دیا تھا جو ہر کمزور کی تکلیف پر نہ صرف تڑپ اُٹھتا تھا بلکہ اسے دور کرنے کی بھی ہر ممکن کوشش کرتا تھا۔ یہ دل غُرباء کی محبت اور ہمدردی سے لبریز تھا اور ان کمزور عورتوں کے لیے آپ کے دل میں ایک خاص تڑپ تھی جو معاشرے کے ظلم وزیادتی کا شکار ہوتی تھیں۔ ہر بے بس اور لاچار مریض بھی آپ کو بے چین اور بے قرار کر دیتا تھا اور یہی بے قراری ان کے لیے مسیحائی کا پیغام بن جاتی تھی۔

غُرباء سے آپ کو شروع سے ہی ایک پیار بھرا لگاؤ اور ہمدردی تھی۔ آپ ان سے بے حد شفقت کا سلوک کرتے تھے۔ بعض دفعہ غریبوں کی ہمدردی ہمارے دلوں میں پیدا کرنے کے لیے اپنے ساتھ ان کے گھروں میں لے کر گئے اور یہ سمجھایا کہ دیکھو یہ وہ کمزور لوگ ہیں جو ہماری طرح کے ہی انسان ہیں۔ وہی خُدا ان کا خالق ہے جس نے ہمیں بھی پیدا کیا ہے۔ مگر ان کی محرومیوں کی وجہ سے اپنے آپ کو ان سے بہتر نہ سمجھنا بلکہ حتی الوسع اپنے اللہ کو خوش کرنے کے لیے اس مظلوم طبقے سے محبت سے پیش آؤ اور جن نعمتوں سے خُدا نے تمہیں نوازا ہے ان کا بھی ان نعمتوں میں ایک حق سمجھو۔ (اللہ تعالیٰ نے بھی ہماری املاک میں ضرورت مندوں کے لیے حق کا ہی لفظ استعمال کیا ہے، حصّے کا نہیں)۔ لندن آنے کے بعد میں جب بھی پاکستان گئی حضور نے مجھے بعض گھروں میں جانے کی خاص طور پر ہدایت کی اور ان کے لیے تحائف بھجوائے۔ میں خود انہیں جانتی بھی نہیں تھی اور یہ ایسے لوگ ہوتے تھے جو بعض وجوہات کی بناء پر ابا کی ہمدردی اور پیار کے مستحق بن جاتے تھے۔ خلافت کے بعد تو ابا نے ہر احمدی سے بے اندازہ محبت کی۔ امی نے مجھے ایک دفعہ بتایا کہ تمہارے ابا روزانہ اس طرح رو رو کر اور تڑپ تڑپ کے دُعائیں کرتے ہیں کہ مجھ سے کئی دفعہ برداشت نہیں ہوتا دل چاہتا ہے کہ ان کو روک دوں کہ اپنی جان پر اتنا بوجھ نہ لیں۔ (اور یہ گریہ وزاری آدھی رات گئے تنہائی میں خُدا کے حضور ہوتی)

مجھے یاد ہے کہ جب میری بیٹی بچپن میں بیمار ہوئی۔ ابا نے اس طرح میرا اور میری بچّی کا خیال رکھا کہ میں کبھی بھول نہیں سکتی۔ نہ صرف مسلسل دُعاؤں

میں لگے رہے بلکہ رات کو بھی کئی دفعہ اُٹھ کر نیچے آتے اور مجھ سے بچی کا حال پوچھتے۔ضرورت ہوتی تو دوائیاں بھی تبدیل کرتے جاتے۔ایک دن ہسپتال سے تھوڑی دیر کے لیے گھر آئی تو تھکن اور مسلسل پریشانی سے گلا بالکل بند تھا اور شدید درد تھا۔ابا نے مجھے کہا تم تھوڑی دیر کے لیے بیٹھو میں خود تمہارے گلے پر صندل کے تیل کا مساج کرتا ہوں کیونکہ یہ فوری فائدہ دیتا ہے۔میں نے شرم سے انکار کیا مگر آپ نے زبردستی مجھے بٹھا کر اپنے ہاتھوں سے تیل کا مساج کیا۔یہ خلافت کے بعد کا واقعہ ہے جب کہ آپ کی زندگی بے انتہا مصروف ہو چکی تھی۔حضور کے پیار کا انداز بہت انوکھا اور دلربا تھا۔آپ نے حضور کا یہ مصرع شائد پڑھا ہوگا

؎ میرے پیچھے آکر دبے دبے، میری آنکھیں موند ہنسا کرے

ہماری آنکھیں موند کر ہنستے ہوئے میں نے آپکو بارہا دیکھا ہے۔آپ دبے پاؤں آ کے آنکھوں پہ ہاتھ رکھ دیتے اور اس وقت تک انتظار کرتے کہ دوسرا بوجھ لے کہ ہاتھ رکھنے والا کون ہے۔آپ کو بوجھنا کچھ مشکل نہ تھا اتنے پیار کا اظہار آپ کے سوا کون کر سکتا تھا۔

اللہ نے آپ کو بے انتہا زرخیز ذہن اور نور فراست سے نوازا تھا۔بعض دفعہ گھر میں آتے تو ایک نظر میں اندازہ کر لیتے کہ اس وقت ماحول کیسا ہے اور اس کے مطابق باتوں باتوں میں نصیحت بھی کر دیتے۔حیرت ہوتی تھی کہ شاید آپ جہاں موجود نہیں ہوتے وہاں بھی سب کچھ دیکھ لیتے ہیں ربوہ میں مَیں صبح کی سیر پر ابا کے ساتھ جایا کرتی تھی۔ایک دن ہم دونوں خاموش تھے۔چلتے چلتے آپ نے اچانک پوچھا۔"میں بتاؤں کہ تم کیا سوچ رہی ہو؟،، میں ہنس پڑی اور آپ کی طرف دیکھنے لگی۔آپ نے بعینہ وہی بات کی جو میں اس وقت سوچ رہی تھی میری ہنسی حیرت میں تبدیل ہوگئی۔حضور اس حیرت سے محظوظ بھی ہوئے اور مجھے چھیڑا بھی کہ دیکھا میں نے صحیح بتایا ہے نا!

ابا کی شخصیت کا ایک اور نمایاں وصف مہمان نوازی تھا۔مہمانوں کا بے حد اکرام کرنے والے تھے۔ہمارے گھر کے دروازے ہر طرح کے لوگوں کے لیے کھلے رہتے مہمانوں کی آمد ابا کے لیے بے حد خوشی کا موجب بنتی۔جلسہ سالانہ کی تیاریوں میں اتنا اہتمام ہوتا تھا جس طرح کسی گھر میں شادی بیاہ کی تقریبات کے لیے ہوتا ہوگا۔مجھے یاد ہے ایک دفعہ آپ نے سارا گھر مہمانوں کے لیے خالی کر دیا اور خود صحن میں ٹینٹ لگا کر وہاں منتقل ہو گئے۔عام دنوں میں بھی حضور کی یہ کوشش ہوتی تھی کہ ہر آنے والے کی موقع محل کے مطابق ضرور تواضع کی جائے۔

بعض دفعہ اگر گھر میں کام کرنے والا موجود نہ ہوتا تو خود ہی ان کے لیے سب انتظام کر لیا کرتے تھے۔کھانا بھی خود بنا لیتے تھے۔ابا کی مہمان نوازی اس حد تک بڑھی ہوئی تھی کہ امی چھیڑنے کے لیے ابا سے کہتیں "مجھے لگتا ہے آپ نے ریلوے سٹیشن اور بس سٹاپ پر اپنے آدمی بٹھائے ہوتے ہیں کہ جو ربوہ پہنچے اس کو پکڑ کر سیدھا آپ کے گھر لے آئیں۔"

یہاں مجھے ایک اور بات یاد آئی کہ ابا کو اللہ تعالیٰ نے بہت لطیف اور تیز حس مزاح سے نوازا تھا۔بعض دفعہ آپ مزاح کے رنگ میں بہت خوبصورتی سے نصیحت کر دیا کرتے تھے۔مجھے یاد ہے ایک دفعہ ہم سٹنگ روم میں بیٹھے باتیں کر رہے تھے۔کافی خواتین موجود تھیں حضور تشریف لائے تو ہمیں دیکھ کر وہیں آ گئے۔آپ کی آمد پر سب خاموش ہو گئے تشریف فرما ہونے کے بعد فرمایا آپ سے ایک بات پوچھوں؟ میں نے آپ خواتین میں یہ بات نوٹ کی ہے کہ آپ میں ایسی صلاحیت پائی جاتی ہے جو ہم مردوں میں نہیں ہے۔وہ یہ کہ آپ اکٹھا بولتی ہیں اور اکٹھا ہی سنتی ہیں۔سب خواتین بیک وقت بول رہی ہوتی ہیں اور بیک وقت سن بھی رہی ہوتی ہیں۔اور سمجھ بھی رہی ہوتی ہیں جبکہ مردوں میں یہ دستور ہے کہ ایک بولتا ہے اور دوسرے سنتے ہیں اور اگر یہ نہ ہو تو وہ ایک دوسرے کی بات سمجھ نہیں سکتے۔یہ سن کر ہم سب ہنس پڑیں اس کا جواب ہم کیا دیتیں؟ نصیحت کا اثر کتنی دیر چلا؟ لیکن یہ ضرور ہوا کہ چند دن بحث مباحثہ ذرا آہستہ آواز میں اور طریقے سے کیا جاتا رہا۔

ابا کی وفات کے بعد ایک احمدی بچی نے مجھ سے عام روش سے ہٹ کر ایک

عجیب سوال کیا کہ آپ حضور کے بے حد قریب رہی ہیں کیا آپ کو کبھی حضور کی شخصیت میں کوئی کمزور پہلو محسوس ہوا؟ یہ سوال ایسا تھا جس نے مجھے کچھ دیر سوچنے پر مجبور کر دیا۔ میں نے بعد میں اسے جواب دیا کہ میں نے آپ میں کمزوری کا پہلو تو نہیں دیکھا لیکن آپ کی ایک چیز جو ہمیں بہت تکلیف دیا کرتی تھی وہ یہ تھی کہ آپ اپنی جان پر بے انتہا ظلم کرنے والے تھے۔ مخلوق خُدا کی ہمدردی میں اپنی جان کے ہر حق کو پس پشت ڈالنے والے انسان تھے۔

اب میں سمجھتی ہوں کہ آپ کا کچھ ذکر بطور ایک روحانی باپ کے بھی کروں جس طرح شروع میں مَیں نے کہا تھا کہ مجھے ہمیشہ یہ احساس ہوتا تھا کہ ابا جتنا پیار مجھ سے کرتے ہیں شاید اتنا یا اس سے بھی زیادہ ہر احمدی بچی سے کرتے ہیں۔ آپ نے اپنی خلافت کے بعد نہ صرف ان بچیوں کی تربیت فرمائی بلکہ ان میں خُدا کی راہ میں اپنا وقت اور اپنی تمام صلاحیتیں صرف کرنے کی ایک نہ ختم ہونے والی لگن بھی پیدا کر دی۔

آپ احمدی خواتین کے دلوں میں جھانک کر ان کے دکھوں تک بھی پہنچے اور پھر جس طرح ایک باپ کا دل بے چین ہو کر کبھی خُدا کے حضور تڑپ کر ان دکھوں کا مداوا مانگتا ہے اور عملاً کوشش بھی کرتا ہے۔ اسی طرح آپ نے دُعائیں بھی کیں اور عملی کوشش کو بھی اپنی انتہا تک پہنچا دیا کرتے تھے۔ آپ کی دلی کیفیات آپ کے ہی اشعار سنا کر بیان کرتی ہوں۔ اپنی ایک نظم میں آپ ایک بیٹی کی زبان میں خود اپنے آپ کو مخاطب ہو کر فرماتے ہیں۔

آپ کی بیٹیاں ہیں اور بھی جو
اپنوں، غیروں کے ظلم سہتی ہیں
اپنے ماں باپ سے بھی چھپ چھپ کر
راز دل آپ ہی سے کہتی ہیں
رات سجدوں میں اپنے رب کے حضور
ان کے غم میں بھی آپ روتے ہیں
جن کے ماں باپ اور کوئی نہ ہوں
ان کے ماں باپ آپ ہوتے ہیں
آپ نے زندگی گزارنی ہے
ساری دنیا کے بوجھ اُٹھائے ہوئے
آپ سے مانگتے ہیں مرہم دل
سب کے ہاتھوں سے زخم کھائے ہوئے

آپ جب بھی ان بچیوں سے کوئی کام لیتے تھے تو وہ کام کرنے والیاں آپ کی خاص توجہ اور محبت کی حقدار بن جاتی تھیں۔ آپ ہر کام تفصیل سے خود بتاتے اور بہت باریک بینی سے ان کی تربیت کرتے اور ان کو سکھاتے۔ بعض دفعہ بار بار غلطیاں کرنے پر بھی آپ بڑی ہمت اور حوصلہ ان کی اصلاح فرماتے یہاں تک کہ وہ کام کو سیکھ کر آپ کی منشاء کے مطابق اسے پایہء تکمیل تک پہنچا دیں۔ مجھے یاد ہے آپ جب بھی کسی بچی سے کام لیتے تو اس دوران اسکا بیحد خیال رکھتے اس کے کھانے پینے اور ذاتی ضروریات پر بھی نظر رکھتے۔

ایک مرتبہ ایسی ہی ایک بچی جو ابا کے ساتھ کام کروا رہی تھی اس کی شادی کا موقع آیا تو آپ نے شادی سے چند دن پہلے بلا کر مجھے کہا میرا خیال ہے اس بچی نے اپنی شادی کی صحیح طور پر تیاری نہیں کی مگر یہ بتا بھی نہیں رہی، میں چاہتا ہوں کہ جو چیزیں اب تک تیار نہیں ہو سکیں وہ پتہ کر کے تم خود ان کی شاپنگ کرو آپ نے خاص طور پر کہا کہ شادی کا جوڑا اس نے اب تک تیار نہیں کروایا۔ ابا کے کہنے پر جب میں اس سے ملی تو پتہ چلا کے واقعی شادی کا جوڑا اب تک نہیں بنا تھا۔ اس وقت شاید تین چار دن شادی میں رہ گئے تھے مگر اللہ تعالیٰ کے فضل سے اس کے لیے بہت اچھا بنا بنایا جوڑا مل گیا ابا بھی سن کر بہت خوش ہوئے۔ اس بات نے مجھے بہت حیران کیا کہ جب وہ بتا بھی نہیں رہی تھی تو ابا نے کیسے اندازہ کر لیا کہ اس کے پاس شادی کا جوڑا نہیں ہے۔ بعد میں شادی کے بقیہ کام بھی خود اپنی نگرانی میں کروائے اور اپنی کار میں اسے رُخصت کیا۔

یہ واقعہ تو میں نے مثال کے طور پر بیان کیا ہے۔ بارہا میں نے آپ کو ایسے

کام کرتے ہوئے یا دوسروں سے کرواتے دیکھا ہے۔ یہ آپ کی محبت ہی تھی جو اس سوسائٹی میں پلنے والی بچیوں کو دیگر دلچسپیوں کو چھوڑ کر دین کے کاموں کی طرف کھینچ لاتی۔ آپ کی حوصلہ افزائی تو ایسی تھی اور تعریف کا انداز اتنا پیارا تھا کہ جو کام مکمل طور سمجھا کر خود کرواتے اس کی یوں تعریف کرتے جیسے آپ کا اپنا کوئی حصہ نہیں ہے بلکہ یہ تمام اس شخص کی محنت ہے جس نے آپ کی مدد کی ہے۔ حضور نے اپنے دورِ خلافت میں ان بچیوں کی تربیت کے لیے ہر ممکن کوشش کی۔ احمدی بچیوں اور ماؤں پر ایسی نظر رکھی جو شاید ایک پیار کرنے والا باپ بھی اپنے بچوں پر نہ رکھتا ہو۔ چونکہ خدا تعالیٰ نے آپ کو خاص فراست اور دور اندیشی سے نوازا تھا اس لیے آپ خطرے کے آثار ظاہر ہونے سے پہلے ہی صورتحال کو بھانپ لیتے اور پھر سنبھالنے کے لیے عملی کوشش بھی کرتے۔ آپ نے اپنی تحریر و تقریر اور عمومی نصیحتوں سے احمدی خواتین کی تربیت کا ہر حق ادا کیا خدا تعالیٰ نے آپ کے دل میں عورت ذات کی ایک خاص ہمدردی رکھی تھی۔ حضور نے خلافت کے شروع سے ہی جماعت کی خواتین اور بچوں سے ایک خاص محبت اور بے تکلفی کا ماحول پیدا کیا۔ خواتین میں آپ کا پہلا خطاب ہی اپنے اندر ایک عجیب پیار، بے ساختہ اور بے تکلفی کا انداز لیے ہوئے تھا۔ یہ خطاب آپ نے ۱۶ اکتوبر ۱۹۸۲ء کو ربوہ میں لجنہ اماء اللہ کے سالانہ اجتماع کے موقع پر فرمایا۔ آپ کی والدہ محترمہ کیونکہ ہمہ وقت لجنہ کے کاموں میں مصروف رہتی تھیں۔ اس ماحول کو یاد کرتے ہوئے آپ نے فرمایا۔ ’’مجھے یاد ہے میں کئی دفعہ ناشتہ ہی نہیں کرتا تھا۔ شرم کے مارے باہر عورتیں بیٹھی ہیں میں نکلوں کس طرح؟ کپڑوں کا بُرا حال، بٹن ٹوٹے ہوئے، حلیہ بگڑا ہوا، نیکر ہاتھ سے سنبھالی ہوئی شرم آتی تھی کہ باہر کس طرح نکلوں؟۔‘‘

’’اب دیکھیں ایسی باتیں تو شاید انسان صرف اپنے بیوی بچوں اور قریبی دوستوں سے ہی شیئر کرتا ہے مگر آپ کو احمدی خواتین سے بھی ویسا ہی محبت کا قریبی تعلق تھا جو اپنی بیٹیوں سے تھا اس وجہ سے ان سب کے دل بھی اس محبت کو محسوس کر کے آپ سے ویسے ہی بے تکلف اور قریب ہو گئے جیسے صرف اپنے بہت پیاروں سے ہی ہوا جا سکتا ہے۔ یہی وجہ تھی کہ جو انہوں نے کھل کر اپنے دل کی ہر بات آپ سے کی اور ہر بوجھ آپ کے سامنے ہلکا کیا۔ اس قسم کی بے تکلفی پیدا کرنے کی ایک وجہ یہ تھی کہ آپ چاہتے تھے کہ اس کمزور طبقے کے مسائل کی گہرائی تک پہنچیں اور ان کی ذاتی کمزوریوں سے بھی آگاہ ہو سکیں کیونکہ جب تک تکلیف کی نوعیت کا علم نہ ہو علاج کے لیے کوشش نہیں کی جاسکتی اور نہ صحیح علاج تجویز کیا جا سکتا ہے۔ عام طور پر عورتوں میں جو کمزوریاں پائی جاتی ہیں آپ ان کی جڑ تک پہنچ کر اچھی طرح تجزیہ کر کے نصیحت فرمایا کرتے تھے۔ بارہا آپ نے اپنے پورے پورے خطبات عام گھریلو مسائل پر دیئے اور عورتوں پر ہونے والی زیادتیوں کو آپ نے کھول کر جماعت کے سامنے بیان کیا۔ کوئی بھی احمدی بچی اپنے پر ہونے والی زیادتی کا اظہار آپ سے کرتی تو آپ کے دل کی بیقراری آپ کو مجبور کر دیتی تھی کہ آپ جماعت کے سامنے ایسے واقعات کو لے کر آئیں ان کے ازالہ کے لیے نصیحت بھی کرتے جہاں مناسب سمجھتے تنبیہ بھی کرتے۔

اپنی عمر کے آخری حصہ میں آپ نے غریب بچیوں کے لیے ’’مریم فنڈ‘‘ کے نام سے ایک سکیم جاری فرمائی اور فرمایا کہ یہ سکیم ان بچیوں کے لیے جاری کر رہا ہوں جو جہیز نہ ہونے کی وجہ سے اپنے گھروں میں بے حد تکلیف اُٹھاتی ہیں۔ میں چاہتا ہوں کہ کوئی بچی محض اس وجہ سے خوشیوں سے محروم نہ رہ جائے کہ وہ مناسب جہیز کے بغیر آئی ہے۔

اس میں ایک عجیب بات یہ بھی ہے کہ حضور نے ایک موقع پر اپنی والدہ محترمہ کی سیرت کا مضمون بیان کرتے ہوئے اس بات کا اظہار فرمایا تھا کہ میں نہیں جانتا کہ آخری وقت میں میرا نام ان کے ذہن میں آیا تھا یا نہیں مگر میں یہ توقع ضرور رکھتا ہوں کہ اپنے آخری سانسوں میں انھیں ضرور یاد رکھوں گا۔ حضور کے کاموں میں یہ کام آپ کا آخری اہم کام تھا جو آپ نے اپنی امی کے نام سے منسوب کیا۔ اللہ تعالیٰ نے کیا ہی خوبصورت انداز میں آپ کی وہ توقع زندہ رہنے والی نیکی میں ڈھال دی۔ یہ آپ کا آخری لمحوں میں اپنی والدہ کو یاد کرنا ہی تو تھا، الحمدللہ۔

یہاں یہ بھی مدنظر رکھیں کہ آپ کے دل میں عورت کے لیے جو خاص ہمدردی اور محبت کے جذبات موجزن تھے اللہ تعالیٰ نے آپ کو توفیق دی کہ آپ نے آخری اہم کام بھی ہم عورتوں کی ہمدردی اور بہبود کے لیے کیا۔اور بھی بہت سی باتیں ذہن میں آرہی ہیں بہت سے پہلو اس محدود وقت میں بیان نہیں کیے جا سکتے لیکن آخری بات جو اباّ کی ساری زندگی کا نچوڑ لگتی ہے وہ آپ کی خدا سے محبت تھی۔تین سال قبل جب حضور بیمار ہوئے تو طُوبیٰ کی شادی میں ابھی کچھ دیر تھی۔اس کے میاں سے آپ کی ابھی ملاقات نہیں ہوئی تھی۔ایک دن کھانے کی میز پر طُوبیٰ سے کہا میرے سب داماد مجھ سے مل چکے ہیں پتہ نہیں کہ میں تمہارے میاں سے مل سکوں کہ نہ مل سکوں۔کیونکہ وہ مجھے ملا نہیں اس لیے مجھے جانتا بھی نہیں ہے۔تم بس ایک بات میرے بارہ میں اس کو بتا دینا کہ میں نے زندگی میں کبھی کچھ نہیں کیا مگر میں نے اپنے اللہ سے محبت بہت کی ہے۔ جب آپ یہ کہہ رہے تھے تو آپ کی آنکھیں اسی محبت کے آنسوؤں سے نم تھیں۔ وہ بھرائی ہوئی کمزور آواز میرے کانوں میں اب بھی گونجتی ہے۔

میں حیرت سے آپ کو دیکھ رہی تھی کہ یہ وجود کیسے خُدا کی محبت میں پگھل کر بالکل بے نفس ہو چکا ہے. معلوم نہیں ہم بھی کبھی اس مقام پر پہنچ سکیں گے کہ کہہ سکیں ہم نے زندگی میں کچھ نہیں کیا، مگر خُدا سے محبت تو کی ہے .کاش خُدا ہمارے دل اور ہماری روح بھی اسی محبت کی طرف کھینچ لے جو ہماری زندگی کا اصل مقصد ہے،انسان کی تمام خوبیاں اور تمام صفات اسی محبت کے پانے سے زندہ ہوتی ہیں۔ہم نے خود حضورؒ کے وجود میں ان خوبیوں کو زندہ ہوتے اور روح کو پکڑتے ہوئے دیکھا ہے۔خُدا کرے کہ ہم آپ کے نقش قدم پر چل سکیں جنہوں نے اپنی تمام طاقتوں اور صلاحیتوں کو ہماری بہتری اور خُدا کی محبت کو قائم کرنے کے لیے وقف کر دیا تھا۔(اس تقریر کا جرمن ترجمہ صفحہ نمبر 106 پر ملاحظہ کریں)

مائدے جتنے ثریّا سے اتارے دے گیا

(خلافت رابعہ عہد اور کارنامے)

چشم بینا کے لئے کیا کیا نظارے دے گیا
اس کے دامن میں تھے جتنے پھول سارے دے گیا

آنسوؤں سے کر رہی ہے ہر نظر دل کا حساب
کیسے کیسے وہ سبھی کو گوشوارے دے گیا

میں وہ خوش قسمت کہ جس کا ہم زبان و ہم سخن
اپنی یادوں کے خزانے ڈھیر سارے دے گیا

منتشر ذہنوں کو یکسو کر گئی اس کی صدا
ہر بھٹکتی ناؤ کو سمت و کنارے دے گیا

مفلسوں کو زندگی میں سر چھپانے کے لئے
وہ بیوت الحمد کے تحفے نیارے دے گیا

ریڈیائی لہر کے تختِ رواں پر جلوہ گر
مائدے جتنے ثریّا سے اتارے دے گیا

تشنگانِ معرفت کی اس نے کی ساقی گری
ظرف کی نسبت سے مَے وہ سب کو پیارے دے گیا

علم کی ہر یک گرہ کو ناخن دانائی سے
اس طرح کھولا سمجھنے کے اشارے دے گیا

سلکِ جاں ٹوٹی تو دیکھا دیکھنے والوں نے پھر
آفتاب اپنے عوض کتنے ستارے دے گیا

وقت رخصت رکھ گیا بنیاد مریم فنڈ کی
بیٹیوں بہنوں کو جینے کے سہارے دے گیا

واقفین نو کے پیکر میں زمانے کو جمیل
وہ نئی صبحوں کے زندہ استعارے دے گیا

(جمیل الرحمٰن جمیل، ہالینڈ) الفضل انٹرنیشنل ۲۵ جولائی تا ۷ اگست ۲۰۰۳ء

لجنہ اماء اللہ جرمنی کی ایک خاص خوش قسمتی

23 مئی 1999ء کا دن ایک نا قابلِ فراموش دن، جس دن ہمارے پیارے آقا حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ بنفسِ نفیس لجنہ و ناصرات کے نیشنل اجتماع بمقام اسپل ہائم ہائیڈل برگ جرمنی میں رونق افروز ہوئے۔ یہ لجنہ جرمنی کی بہت بہت ہی خوش قسمتی اور عین سعادت تھی کہ حضور اقدسؒ نے ہماری اس درخواست کو شرفِ قبولیت بخشا۔ لجنہ و ناصرات کی خوشیوں کا کوئی ٹھکانہ نہ تھا۔ حضور پُر نورؒ عین وقت پر جلوہ افروز ہوئے۔ اجتماع ہال 8400 ممبرات لجنہ و ناصرات سے پُر تھا، اور نظم و ضبط کا ایسا مظاہرہ خواتین میں کم ہی دیکھنے میں آیا ہے۔ مکمل سکوت طاری تھا اور پیارے آقاؒ کی آمد نے ایسی عجیب و روحانی فضا پیدا کر دی تھی۔ جس کا لطف آج بھی ہر لجنہ ممبر محسوس کر سکتی ہے۔ یوں محسوس ہو رہا تھا کہ اس ہال کے ہر طرف فرشتوں کا حصار ہے، اور نور کی بارش ہو رہی ہے۔ کیوں نہ ہوتی؟ وقت کا امام، خدا کا پیارا بندہ، ہمارا محبوب آقا ہمیں اپنے پیارے خدا کی محبتیں اور قربتیں سمیٹنے کے گُر، وہ ہمیں خدا کے پیارے کلام کی ''کُنجی'' سے معرفت کے خزانوں کو کھولنے اور حاصل کرنے کے طریق بتا رہا تھا۔

خاکسارہ مدیرہ وہ خطاب خصوصی طور پر (بحوالہ کیسٹ ریکارڈنگ) خدیجہ ''سیّدنا طاہر نمبر'' کی زینت بنا رہی ہے۔ خدا کرے ہم سب بار بار اس کو پڑھیں، دہرائیں اور ایک لامتناہی سلسلہ شروع ہو جائے، اس کلام پاک کی فاتحۃ الکتاب، الصلوٰۃ، الحمد، اُمّ القرآن، اُمّ الکتاب، السَّبع المثانی، الشفاء، الکنز، سورۃ کے مطالب و معارف سیکھنے کا اس مقدس پروگرام کا آغاز ہی قرآن پاک کی سورۃ الفاتحہ سے ہوا اور نظم بھی حضرت اقدس مسیح موعود و مہدی موعود علیہ السلام کے کلام درثمین سے ''اُمّ الکتاب'' پڑھی گئی۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ تشہد، تعوذ، تسمیہ اور سورۃ فاتحہ سے آپؒ نے خطاب کا آغاز فرمایا۔

ہے یہ ایمان کہ اُس کی آواز سلسلہ وار خدا سے آئی

''خطاب حضرت اقدس خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ''

الحمدللہ کہ لجنہ اماء اللہ جرمنی کا یہ اجلاس اپنے اختتام کو پہنچ رہا ہے، یعنی آج کا الوداعی خطاب ہے۔ اس خطاب کے لئے میں نے ارادۃً سورۃ فاتحہ کو چنا ہے۔ اور سورۃ فاتحہ کی جو صفات حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ان کے منظوم کلام میں بیان فرمائی ہیں۔ اس کے بھی سات شعر چنے تھے، اور یہ عجیب اللہ تعالیٰ کی طرف سے توارد ہوا پیشتر اس سے کہ میں لنڈن سے رختِ سفر باندھتا، ایک انگریز نومسلم احمدی کا بہت پیارا خط ملا۔ وہ لکھتے ہیں، کہ مجھے بہت مدت سے سچائی کی تلاش تھی۔ دربدر کی ٹھوکریں کھائیں، جگہ جگہ دیکھا، مگر کہیں نہ ملی۔ حسن اتفاق سے مجھے جماعت احمدیہ کی طرف سے سورۃ فاتحہ مل گئی، اور سورۃ فاتحہ پر آکر میری نظر ایسی ٹھہری، کہ اب وہاں سے ہٹنے کا نام ہی نہیں لیتی۔ وہ تمام چیزیں جن کی مجھے تلاش تھی، وہ ساری سورۃ فاتحہ میں مل گئی ہیں۔ اور اب تو میرا رات دن کا ورد سورۃ فاتحہ ہی ہے، اور وہ سارے مضامین جن کے لئے میں بے چین رہا کرتا تھا، وہ سارے کے سارے سورۃ فاتحہ میں نظر آگئے ہیں۔ پس یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے توارد تھا، کہ جو سورۃ میں نے آج کے اجلاس سے خطاب کے لئے چنی تھی، ایک انگریز نومسلم کا تبصرہ مجھے یہاں آنے سے پہلے مل گیا، اور مزید اس بات کو تقویت ہوئی کہ یہ اللہ تعالیٰ کے کام ہیں۔ وہی یہ سارے کاروبار چلا رہا ہے، اور دل کو تقویت دینے کے لئے اللہ تعالیٰ نے پہلے سے ہی یہ انتظام کر رکھا تھا۔ اس سورۃ کریمہ سے متعلق چند احادیث آپ کی خدمت میں پیش کرتا ہوں۔ ''سنن نسائی کتاب الفتاح باب فضل میں یہ حدیث درج ہے۔ حضرت ابی بن کعبؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔

اللہ تعالیٰ نے نہ توریت میں، نہ انجیل میں کوئی ایسی سورۃ اتارنی ہے، جیسی کہ ام القرآن ہے اور یہ السبع المثانی بھی ہے۔ یعنی وہ سات آیات جو بار بار دہرائی جاتی ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ نے اس کے بارے میں فرمایا کہ یہ

میرے اور میرے بندے کے درمیان بحصّہ مساوی بانٹ دی گئی ہے۔اور میرا بندہ جو بھی مجھ سے مانگے گا۔اسے دیا جائے گا۔ یہ جو نصف نصف بانٹی گئی ہے، یہ بھی بہت عجیب بات ہے کہ سورۃ فاتحہ کی آیات سات ہیں ویسے تو نصف ہو نہیں سکتیں۔مگر ایک ایک آیات کا بیچ کا حصہ اسے بانٹتا ہے۔ آدھی خدا تعالیٰ کی صفات کے تعلق میں رہ جاتی ہیں اور آدھی بندے کے اپنے رب سے تعلق میں رہ جاتی ہیں۔میری مراد یہ ہے کہ جب آپ سورۃ فاتحہ پڑھتے ہوئے پڑھتے ہیں ''ایاک نعبد'' یہ عبادت چونکہ اللہ ہی کے لئے خالص ہے، اس لئے یہ اللہ والے حصہ میں منتقل ہو جاتا ہے۔اور دوسرا حصہ ''وایاک نستعین'' ،ہم تجھی سے مدد چاہتے ہیں۔کیونکہ عبادت کرنے والے مدد چاہتے ہیں۔اس لئے یہ حصہ اسے بندوں کی طرف منتقل کر دیتا ہے، تو یہی مضمون ہے جو محمد ﷺ نے بیان فرمایا کہ میرے اور میرے بندے کے درمیان بحصّہ مساوی بانٹ دی گئی ہے۔اور میرا بندہ جو بھی مجھ سے مانگے گا اسے دیا جائے گا۔اب بہت سے لوگ یہ شکایت کرتے ہیں کہ ہم جو کچھ مانگتے ہیں، ہمیں نہیں دیا جاتا۔ حالانکہ سورۃ فاتحہ کی تلاوت کرتے ہیں مگر اس بات کو بھول جاتے ہیں کہ ''ایاک نعبد،، میں جو شرط ہے وہ پوری نہیں کرتے۔اسے بھول جاتے ہیں کہ ''ایاک نعبد،، کا مطلب ہے صرف تجھ ہی سے مانگتے ہیں۔تیرے سوا کسی اور سے نہیں مانگتے۔ یہ بہت ہی عظیم الشان گویا وحدت کا مقام ہے، جسے نصیب ہو جائے، اس نے گویا سب کچھ پالیا۔اگر اللہ ہی سے مانگا جائے اور کسی اور سے نہ مانگا جائے اور جب کسی اور سے مانگنے کی خواہش ایک ضرورت بن کر سامنے ظاہر ہو۔اس وقت اس خواہش کو رد کر دیں۔یہ ہے حقیقت میں ''ایاک نعبد،، کا معنیٰ۔ اگر اس پر آپ قائم رہیں تو ناممکن ہے کہ جو کچھ اپنے ربّ سے آپ مانگیں وہ آپ کو کسی نہ کسی صورت میں عطا نہ کیا جائے۔حضرت اقدس مسیح موعودؑ علیہ لسلام اس سورۃ کا مختصر ترجمہ یوں بیان کرتے ہیں۔''سورۃ فاتحہ کو دیکھو کہ کس قدر اعجاز ہے۔چھوٹی سی سورۃ جس کی سات آیتیں ہیں۔لیکن دراصل سارے قرآن شریف کا فن اور خلاصہ اور فہرست ہے۔اور پھر اس میں خدا تعالیٰ کی ہستی اس کی صفات دعا کی ضرورت، اس کی قبولیت کے اسباب اور ذرائع، مفید اور سودمند دعاؤں کا طریق، نقصان رساں راہوں سے بچنے کی ہدایت سکھلائی ہے۔ وہاں دنیا کے کل مذاہب باطلہ کا ردّ بھی اس میں موجود ہے۔تو ایک بہت گہرا علمی خزانہ ہے جو سارے قرآن کی ماں کہلاتا ہے۔اور اس پہلو سے قرآن کریم میں جہاں دیگر مذاہب کا ردّ موجود ہے۔سورۃ فاتحہ پر غور کریں تو وہاں آپ کو اس ردّ کی تفصیل بھی مل سکتی ہے۔حضرت ابو خدریؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔

فاتحہ الکتاب ''شفاء من کل داءٍ'' فاتحہ الکتاب ہر بیماری سے شفا دیتی ہے، یعنی روحانی بیماریوں کی بھی شفا اسی سورۃ میں ہے۔اور جسمانی بیماریوں کی شفا بھی اسی سورۃ میں مضمر ہے۔حضرت اقدس مسیح موعودؑ علیہ السلام اس سورۃ کا مختصر ترجمہ یوں بیان فرماتے ہیں۔اللہ تعالیٰ نے قرآن شریف کے شروع ہی میں یہ دعا سکھائی ہے۔اور اس کے ساتھ ہی دعا کے آداب بھی بتا دیئے ہیں۔سورۃ فاتحہ نماز میں پڑھنا لازمی ہے۔اور یہ دعا ہی ہے۔جس سے صاف معلوم ہوتا ہے، کہ اصل دعا نماز ہی میں ہوتی ہے۔چنانچہ اس دعا کو اللہ تعالیٰ نے یوں سکھایا ہے۔''الحمد للہ ربّ العالمین ۝ الرحمٰن الرحیم''۔یعنی دعا سے پہلے ضروری ہے کہ اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا کی جاوے۔دیکھو جب بھی فقیر دروازہ کھٹکھٹاتے ہیں۔تو آغاز حمد وثنا ہی سے کرتے ہیں اور دعائیں دیتے ہیں۔گھر والے کو اور اس کی تعریف بھی کرتے ہیں خواہ وہ جھوٹی تعریف ہی ہو۔مگر وہ تعریف جو خدا کی ہے۔وہ جھوٹی ہو ہی نہیں سکتی۔حضرت مسیح موعودؑ علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں یعنی دعا سے پہلے ضروری ہے کہ اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا کی جاوے۔جس سے اللہ کی روح میں ایک جوش، ایک محبت پیدا ہو۔اس لئے فرمایا الحمد للہ۔سب تعریفیں اللہ ہی کے لئے ہیں جو ربّ العالمین سب کو پیدا کرنے والا اور پالنے والا ہے۔الرحمٰن، جو بلا عمل اور بن مانگے دینے والا ہے۔الرّحیم پھر عمل پر بھی بدلہ دیتا ہے۔اس دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی۔ مالک یوم الدین پر بدلہ اس کے ہاتھ میں ہے۔مالک یوم الدین میں لفظ یوم الدین

خصوصیت سے سمجھنے کے لائق ہے اور اس ضمن میں میں پہلے بھی بارہا سمجھا چکا ہوں کہ دین کہتے ہیں جزا سزا کو۔ مِالکِ یوم ِالدین جزا سزا کے دن کا مالک جو آخرت میں تو کامل طور پر جزا سزا کے دن کا مالک ہوگا۔ یعنی اور کوئی اس کا شریک نہیں ہوگا۔ مگر اس دنیا میں درحقیقت بھی وہی مالک ہے۔ آپ لاکھ کوشش کریں، لاکھ محنت کریں، نتیجہ وہی نکلتا ہے جو اللہ چاہتا ہے۔ اور اسی وقت نکلتا ہے، جب اللہ چاہتا ہے۔ بسا اوقات انسان اپنی محنت کے پھل سے اس وقت محروم ہو جاتا ہے، جب وہ سمجھتا ہے کہ میری محنت کے نتیجے میں یہ پھل حاصل ہوگیا۔ لیکن مالک یوم الدین اپنے مالک یوم الدین کا جلوہ دکھاتا ہے اور اچانک سب کچھ ہاتھ سے جاتا رہتا ہے۔ تو محنت ضروری تو ہے، لیکن محنت سے نتیجہ تبھی پیدا ہوتا ہے، جب مالک یوم الدین کی مرضی شامل ہو۔ اور جب بھی آپ اس کو بھولیں گے۔ اس وقت اس کا نقصان بھی اٹھائیں گے۔ پس حضرت مسیح موعودؑ علیہ السلام فرماتے ہیں۔ مالک یوم الدین پر بدلہ اسی کے ہاتھ میں ہے۔ نیکی بدی سب کچھ اللہ تعالیٰ ہی کے ہاتھ میں ہے۔ پورا اور کامل مواخذہ تبھی ہوتا ہے۔ جب اللہ تعالیٰ کو مالک یوم الدین تسلیم کرتا ہے۔ دیکھو حکام کے سامنے جا کر ان کو سب کچھ تسلیم کر لینا یہ گناہ ہے۔ یہی بات میں بار بار جماعت جرمنی کو سمجھاتا ہوں، کہ حکام کے سامنے جا کر جب وہ ان کو سب کچھ تسلیم کرتے ہیں۔ تو دراصل وہ ایک شرک کرتے ہیں، ان کو وقتی طور پر مالک تو سمجھنا چاہئے، فیصلہ تو وہ کریں گے۔ لیکن آخری فیصلہ اللہ ہی کے ہاتھ میں ہے۔ جب یہ بات یاد رکھیں گے۔ تو ان کے اندر ایک غیر معمولی اور بہت خوبصورت توکّل پیدا ہوگا۔ اس صورت میں مالک وقتی طور پر جو حکومت کا نمائندہ بن کر فیصلہ تو دے گا۔ مگر آپ کا توکّل آپ کو بتائے گا۔ کہ اگر خدا نے میرا یہاں رہنا پسند فرمایا تو یہ وقتی مالک جو بھی فیصلہ کرے گا۔ خدا اس فیصلے کو الٹا دے گا۔ اور میرا یہاں رہنا ہی بابرکت ثابت ہوگا۔ اور اگر میرے مالک نے یہ فیصلہ کیا کہ میں واپس چلا جاؤں، تو میں واپس چلا جاؤں گا۔ مگر وہی خدا یہاں بھی ہے جو وہاں بھی ہے۔ وہ ہر جگہ میرا نگہبان ہوگا کیونکہ وہ توکّل کی قدر کرنے والا ہے۔ ان معنوں سے اگر آپ سوچیں تو جرمنی میں آپ کی رہائش ہر پہلو سے بابرکت ہوگی۔ یہاں رہنا بھی بابرکت ہوگا اور یہاں سے جانا بھی بابرکت ہوگا۔ حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں۔ غرض یہ مختصر طور پر سورۃ فاتحہ کا ترجمہ ہے۔ اسی طرح پر سمجھ سمجھ کر ساری نماز کا ترجمہ پڑھ لو۔ سورۃ فاتحہ کو سمجھنے کے بعد لازم ہے کہ غور سے ساری نماز کو سمجھ سمجھ کر ساری نماز کا ترجمہ بھی پڑھ لو اور پھر اسی مطلب کو سمجھ کر نماز میں پڑھ لو۔ طرح طرح کے حرف رٹ لینے سے کچھ فائدہ نہیں۔ یہ یقیناً سمجھو کہ آدمی میں سچی توحید آ ہی نہیں سکتی جب تک وہ نماز کو طوطے کی طرح پڑھتا ہے طوطے کی طرح رٹ رٹ کر پڑھنے والے تو کروڑوں اربوں بندے ہوں گے۔ کروڑوں تو ضرور ہوں گے۔ لیکن حقیقت میں سمجھ سمجھ کر پڑھنا یہ پڑھنے کے لئے ضروری ہے۔ جب تک وہ نماز کو طوطے کی طرح پڑھتا ہے روح پر وہ اثر نہیں پڑتا اور ٹھوکر نہیں لگتی جو اس کو کمال درجے تک پہنچاتی ہے۔ عقیدہ بھی یہی رکھو کہ خدا تعالیٰ کا کوئی ثانی اور نہیں ہے اور اپنے عمل سے بھی یہ ثابت کر کے دکھاؤ۔ پھر حضرت اقدس مسیح موعودؑ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے شروع قرآن ہی میں دعا سکھائی ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ بڑی عظیم الشان چیز ہے، اس کے بغیر انسان کچھ بھی نہیں ہو سکتا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے الحمد للہ ربّ العالمین ۝ الرحمٰن الرحیم ۝ مالک یوم الدین ۝ اس میں اللہ تعالیٰ کی چار صفات کو جوام الصفات میں بیان فرمایا ہے، رب العالمین ظاہر کرتا ہے، کہ وہ ذرّے ذرّے کی ربوبیت کر رہا ہے۔ عالم اسے کہتے ہیں، جس کی خبر مل سکے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ کوئی چیز دنیا میں ایسی نہیں جس کی ربوبیت نہ کرتا ہو اب یہ ایک عظیم الشان تفصیل ہے جس پر آپ خود غور کریں گی تو حیران رہ جائیں گی کہ عالم اس کو کہتے ہیں جو معلوم ہو۔ اور اللہ کا

> آپ لاکھ کوشش کریں، لاکھ محنت کریں، نتیجہ وہی نکلتا ہے جو اللہ چاہتا ہے۔ اور اسی وقت نکلتا ہے، جب اللہ چاہتا ہے
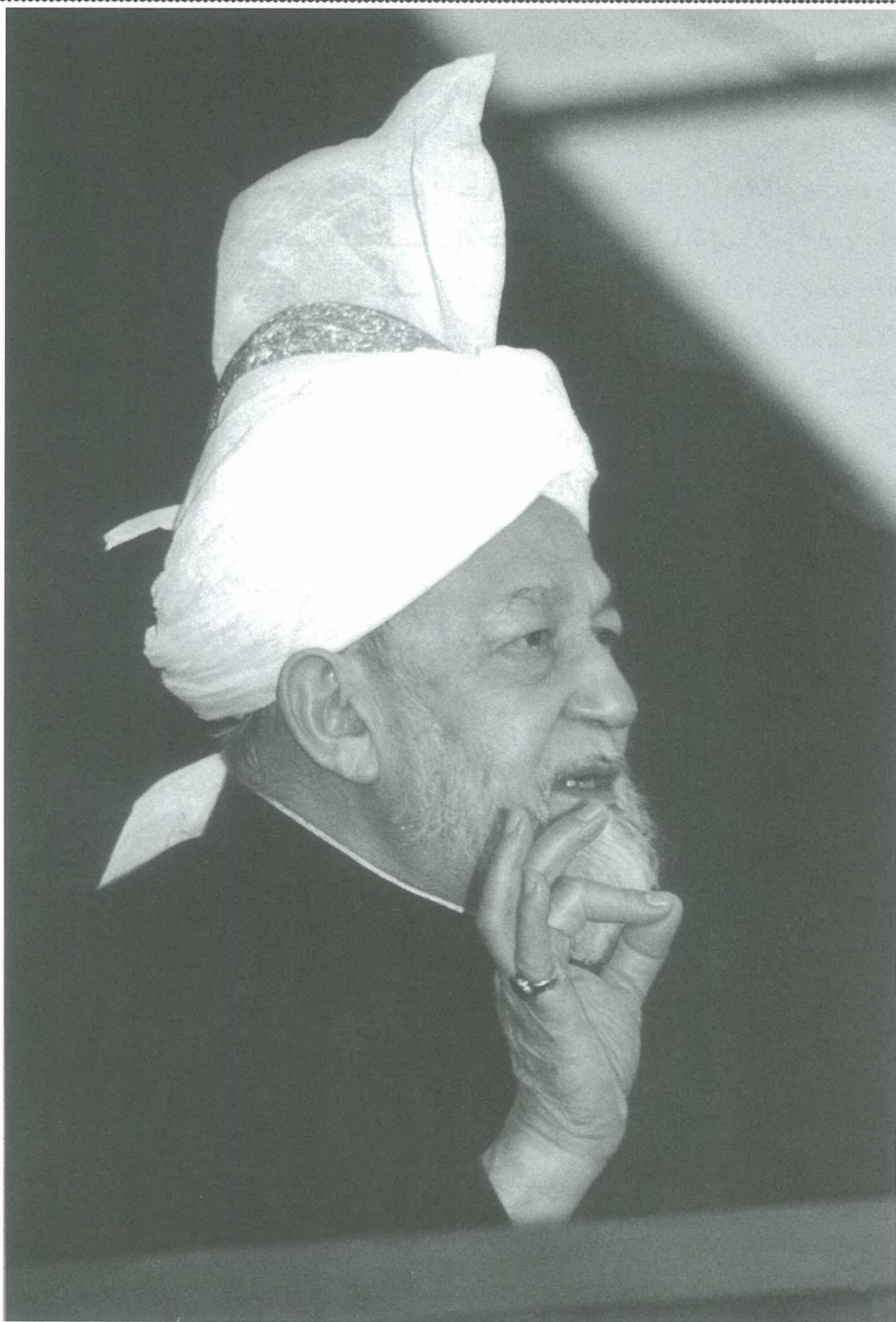
علم تو ساری کائنات ہے۔ کیونکہ ساری کائنات اسے معلوم ہے۔ لیکن بندے کا عالم وقتاً فوقتاً علم کے ساتھ بڑھتا چلا جاتا ہے، اور جتنا بھی علم بڑھے گا اتنا بڑا بندے کا علم ہوتا چلا جائے گا، ہر جگہ خدا کی ربوبیت کے نظارے دیکھے گا۔ وہ معلوم کرے گا کہ اللہ ہی رب ہے، اب دیکھو سمندروں کا علم ہے جو ٹیلی وژن کے ذریعے بھی آپ کو دکھایا جاتا ہے مگر اس کی گہرائی تک اس کی پاتال تک بسنے والے جانور بھی اس کی ربوبیت کا مظہر ہیں ان کی دیکھ بھال اللہ تعالیٰ فرما رہا ہے۔ ان کو جس جس چیز کی ضرورت ہے وہ اللہ عطا فرما رہا ہے۔ تو انسان کا علم جوں جوں بڑھتا ہے، اس کا عالم بڑھتا ہے، اور ہر عالم میں اللہ تعالیٰ کو ربوبیت کرنے والا پاتا ہے۔ پس یہ عظیم الشان نکتہ ہے جو حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نے بیان فرمایا۔ کوئی چیز دنیا میں ایسی نہیں، جس کی ربوبیت نہ کرتا ہو۔ ارواح اجسام وغیرہ سب کی ربوبیت کر رہا ہے، وہی ہے جو ہر ایک چیز کے حسب حال اس کی پرورش کرتا ہے۔ جہاں جسم کی پرورش فرماتا ہے، وہاں روح کی صحت اور تسلّی کے لئے معارف اور حقائق وہی عطا فرماتا ہے۔ پھر فرمایا ہے کہ وہ رحمٰن ہے، یعنی اعمال سے بھی پیشتر اس کی رحمتیں موجود ہیں، پیدا ہونے سے پہلے ہی زمین، چاند، سورج، ہوا، پانی وغیرہ جس قدر اشیاء، انسان کے لئے ضروری ہیں، موجود ہوتی ہیں۔ اور پھر وہ اللہ رحیم ہے یعنی کسی کے نیک اعمال کو ضائع نہیں کرتا، بلکہ پاداشِ عمل دیتا ہے۔ پھر مالک یوم الدین ہے، یعنی جزا وہی دیتا ہے، یعنی وہی یوم الجزا کا مالک ہے۔ اس قدر صفات اللہ کے بیان کے بعد دعا کی تحریک کی ہے۔ جب اللہ کی ہستی اور ان صفات پر ایمان لاتا ہے، تو خواہ مخواہ روح میں ایک جوش اور تحریک ہوتی ہے۔ اور دعا کے لئے اللہ تعالیٰ کی طرف جھکتی ہے۔

اس کے بعد ''اھد نا الصر اط المستقیم،، کی ہدایت فرمائی۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ خدا تعالیٰ کی تجلیات اور رحمتوں کے ظہور کے لئے دعا کی بہت ضرورت ہے۔ اس لئے اس پر ہمیشہ کمربستہ رہو، اور کبھی مت تھکو، مزید ملفوظات میں حضرت مسیح موعودؑ نے سورۃ فاتحہ کی سات آیات کی حکمت اس طرح بیان فرمائی۔ ''سورۃ فاتحہ کی سات آیتیں اسی واسطے رکھی ہیں، کہ دوزخ کے سات دروازے ہیں۔ پس ہر ایک آیت گویا ہر ایک دروازے سے بچاتی ہے۔ دیکھو حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے کیسا علمِ قرآن عطا فرمایا تھا۔ اگر کوئی تعصّب سے پاک آنکھ صرف سورۃ فاتحہ کے متعلق حضرت مسیح موعودؑ کے کلام پر غور کر کے دیکھ لے، تو سو فیصد یقین کے ساتھ کہہ سکتی ہے، کہ یہ بندہ خدا کا پاک بندہ ہے، اور اسے معارف خدا سے تعلق کے بغیر نصیب ہو ہی نہیں سکتے۔ پس اس دنیا کے ملّاں جو چاہیں بک بک کریں ان کو قرآن مجید کے عُشرِ عَشیرِ چھوڑ کر کروڑواں حصّہ بھی سمجھ نہیں آسکتا۔ وہ تبھی سمجھ پائیں گے، اگر وہ وقت کے امام حضرت مسیح موعودؑ کی آنکھ سے اس سورج کو دیکھیں، جو محمد ﷺ کا سورج ہے اور جو قرآن کا سورج ہے۔ تبھی وہ سات شعر جو آپ کے سامنے پڑھ کر سنائے گئے ہیں اس میں حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں، کہ میری نگاہ سے اس آفتاب کو دیکھو، ورنہ تم میں صلاحیت نہیں ہے کہ اس آفتاب سے وہ حصّہ پا سکو پھر حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں کہ یہ دعا بنی نوعِ انسانی کی عام ہمدردی کے لئے ہے، کیونکہ دعا کرنے میں تمام بنی نوع انسان کو شامل کر لیا ہے۔ یہ کیسے ممکن ہوا۔ دراصل سورۃ فاتحہ ہمیں یہ سکھاتی ہے۔ ''ایاک نعبد وایاک نستعین،، صرف تیری عبادت کرتے ہیں اور ہم سب تجھ سے مدد چاہتے ہیں۔ تو اس میں تمام بنی نوع انسان شامل ہو جاتے ہیں۔ ان سب کے لئے ہم تجھ سے مدد مانگ رہے ہیں۔ سب کے لئے دعا مانگی ہے، کہ خدا دنیا کے دکھوں سے انہیں بچاوے اور آخرت کے ٹوٹنے سے محفوظ رکھے اور سب کو سیدھی راہ پر چلاوے۔ آخری اقتباس جو میں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا اس مختصر آخری خطاب کے لئے چنا ہے۔ وہ یہ ہے کہ۔ ''اس سورۃ میں تین لحاظ رکھنے چاہئیں ایک یہ کہ تمام بنی نوع انسان کو اس میں شریک رکھے، یعنی دعا کرتے وقت آپ سب بنی نوع انسان کے لئے دعا مانگیں محض اپنے لئے دعا نہ مانگیں، جب آپ بنی نوع انسان کے لئے بے چین ہونگیں اور ان کا دکھ محسوس کریں گی، تو اللہ جس نے سب کو پیدا کیا

ہے۔ وہ آپ کا دکھ بھی محسوس کرے گا، اور آپ کا دکھ بھی دور کردے گا۔ یہ دعا کے بہت عظیم الشان نکات ہیں جن کو آپ کو اچھی طرح سمجھ لینا چاہئے۔ فرماتے ہیں۔ ''ایک یہ کہ تمام بنی نوع کو اس میں شریک رکھے، تمام مسلمانوں کو اس میں شریک رکھے۔ جوں جوں دائرہ کم ہوتا چلا جائے گا، توں توں تمام مسلمان سامنے آئیں گے اور تمام مسلمانوں میں حقیقی مسلمان، یعنی احمدی بطور اوّل شریک ہونے چاہئیں، اور اس کے علاوہ وہ سب جو مسلمان کہلاتے ہیں۔ جو حضرت اقدس محمد ﷺ کی امت ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں۔ ان سب کو آپ اپنی دعاؤں میں شامل کریں، اور پھر فرمایا، تیرے ان حاضرین کو جو نماز میں داخل ہیں۔ یعنی امام جماعت کا فرض ہے کہ ان سارے نماز پڑھنے والوں کو اپنی ایاک نعبد میں پیشِ نظر رکھیں۔ جو اس کے پیچھے نماز پڑھ رہے ہیں، ان سب کی نمائندگی کرتے ہوئے کہے، ایاک نعبد اور ان سب کی نمائندگی کرتے ہوئے کہے، ایاک نستعین۔

پس اس طرح کی نیت سے کل نوع انسان اس میں شامل ہوں گے۔ اور یہی منشاء خدا تعالیٰ کا ہے۔ کہ میرے اس مختصر خطاب کو سمجھ کر اور چھوٹی بچیاں بھی اس بات کو، جسے میں نے بہت آسان بنانے کے کوشش کی ہے۔ سمجھ رہی ہوں گی۔ اگر نہیں سمجھ رہیں، تو لجنہ اماء اللہ کو آئندہ سال کا ایک پروگرام مل گیا ہے۔ نماز اور سورۃ فاتحہ کو اپنا پروگرام بنالیں۔ آئندہ سال کے لئے لائحہ عمل بنالیں۔ اور گھر گھر یہ درس جاری ہو جائے۔ یہ جو آج کا میرا خطاب ہے اسے ان بچوں اور بچیوں اور خواتین کو سمجھانے کی کوشش کریں، جو باوجود میری کوشش کے نہ سمجھ سکیں اور اگر اس رنگ میں آپ تربیت کریں گی تو میں امید رکھتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے آپ کی تمام دعائیں آپ کے حق میں بھی اور بنی نوعِ انسان کے حق میں بھی اور احمدیوں کے حق میں بھی اور جرمنی کے مہاجرین کے حق میں بھی ساری قبول ہو جائیں گی۔ اور اللہ تعالیٰ آپ کو توکل کا اعلیٰ مقام عطا فرمائے گا۔ ایسا مقام جس پر قائم ہونے کے بعد آپ کو پوری دنیا کی اور کوئی پرواہ نہیں رہے گی دنیا جو کچھ چاہے آپ کے ساتھ کرتی رہے۔ توکّل کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ پر سہارا ہو اور اسی پر بس ہو جائے اگر یہ نصیب ہو جائے تو آپکی دنیا بھی سنور گئی اور آپکی آخرت بھی سنور گئی۔ اس مختصر خطاب کے بعد میں دعا سے پہلے لجنہ اماء اللہ جرمنی کو یہ مبارک باد دیتا ہوں کہ انہوں نے خدا تعالیٰ کے فضل سے بہت محنت کی ہے اور اس اجتماع میں بہت بڑی تعداد خواتین اور ناصرات کی شامل ہوئی ہیں۔ جو رپورٹ ان کو مہیا ہوئی ہے، میرے آنے تک، اس رپورٹ کے بعد بھی کم سے کم ایک ہزار خواتین اور تشریف لا چکی ہیں۔ اس طرح 7400 کے بجائے دراصل 8400 لجنہ کی ممبرات اور ناصرات شامل ہوئی ہیں اور انکے علاوہ مرد زائرین 1000 کی تعداد میں ہیں گویا کل حاضری ان کے بیان کے مطابق 8400 سے کسی طرح کم نہیں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے اتنے کانوں تک میری آواز براہِ راست پہنچی ہے۔ M.T.A کی برکت سے یہ آواز ساری دنیا تک پھیلی ہے۔ تو اللہ تعالیٰ کو دیکھو کس طرح جزا دیتا ہے کہ یہ آواز پھیلتی چلی جاتی ہے۔ تمام دنیا میں وہ لوگ جو M.T.A سے کان لگا کر بڑے غور سے سن رہے ہیں، ان تمام باتوں کو سن رہے ہیں۔ ان میں بڑے بڑے علماء بھی ہیں، ان کے لئے بھی سبق ہے۔ اسے وہ بھی توجہ سے سن رہے ہیں کہ ان کو اس کی سمجھ آجائے پھر اس کے ترجمے مختلف زبانوں میں ہوں گے سب زبانوں میں جب یہ بات پھیلے گی تو اس کی جزاء لجنہ اماءِ اللہ جرمنی کو بھی تو پہنچے گی یعنی لجنہ اماء اللہ جرمنی کو جن کی کوششوں سے یہ اجتماع ممکن ہوا۔ تو اللہ تعالیٰ آپ سب کو جزاءِ خیر عطا فرمائے، اور اب میں دعا کروا دیتا ہوں۔ مختصر خطاب کے بعد، اب اس مختصر دعا میں میرے ساتھ شامل ہو جائیں۔ مگر دعا میں سورۃ فاتحہ کو پیشِ نظر رکھیں۔ آئیں اب میرے ساتھ اس دعا میں شامل ہو جائیں۔

توکل کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ پر سہارا ہو۔ اور اسی پر بس ہو جائے۔ اگر یہ نصیب ہو جائے، تو آپ کی دنیا بھی سنور گئی اور آخرت بھی سنور گئی

نیشنل اجتماع لجنہ جرمنی ۱۹۹۹ء کے موقع پر حضور اقدسؒ تشریف لائے۔ حضور اقدسؒ کا خطاب سورۃ فاتحہ کی تفسیر سیکھنے اور سمجھنے کے متعلق تھا، خاص طور پر عورتوں اور بچیوں کے لئے (اس خطاب کے بعد یہ نظم لکھی گئی)

ساڈا سوھنا مرشد آگیا ساڈی رونق اوہ ودھا گیا
کئی گلاں اوہ سمجھا گیا کئی حکم نویں سنا گیا

اوس آکھیا ساریاں بیبیاں نوں انہاں وڈیاں چھوٹیاں بچیاں نوں
پڑھو مڑ مڑ سورۃ فاتحہ نوں تے سمجھو ایدھے مطلب نوں
تفسیر سانوں ایس سورۃ دی کئی درس دے کے سمجھا گیا

چل اس تفسیر نوں کھولیئے نی چل ورقے اوہدے پھولیئے نی
کی توں سِکھیا کی میں سِکھیا چل اک اجلاس کرایئے نی
تعلیم نوں اپنی پرکھن لئی اسیں پرچہ اک بنایئے نی

راہ مولا وچ کیویں جینا؟ راہ مولا وچ کیویں مرنا؟
ناں مولا دا کیویں لینا؟ سجدے وچ رو کیویں پینا؟
اودی رحمت نوں کیویں منگنا؟ اودی عظمت نوں کیویں منّنا؟
کس بندے دے پچھے لگنا؟ کس بندے توں پچھے ہٹنا؟
کس رستے تے نٹھ نٹھ پجنا؟ کس رستے توں موڑوں مڑنا؟
جینہاں بندیاں تے اوہدا انعام ہویا انہاں بندیاں دی راہ تے چلنا
ایہہ سارے گر سمجھا گیا ساڈے جذبیاں نوں گرما گیا

ساڈا سوھنا مرشد آگیا ساڈی رونق اوہ ودھا گیا

صفیہ چیمہ فرینکفرٹ

اک تم ہی نہیں مہمان تو سارے ہیں وہی

میرے پیارے آقا فداہ نفسی رحمہ اللہ تعالیٰ کی اچانک وفات ساری جماعت کے لئے سانحہ عظیم تھی ہر کوئی قلبِ حزیں اور چشمِ پرنم کے ساتھ ایک دوسرے کو صبر و رضا کی تلقین میں مصروف ہونے کے ساتھ ساتھ حضور اقدس رحمہ اللہ تعالیٰ کی بے مثال اور لازوال شفقتوں کا ذکر کر رہا تھا ان دنوں میں شائد ہی کوئی احمدی ایسا ہو جس نے حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ ملاقاتوں میں سے کسی ایسی ملاقات کا بطور خاص ذکر نہ کیا ہو جس میں اس کو ایک خصوصی مقام اور ایک خاص پیغام نہ ملا ہو ہر کسی کو یہ احساس تھا کہ اس کے ساتھ مہربانیوں کا ایک خاص سلوک تھا۔ کہیں خاوند کے حوالے سے، تو کہیں بیوی کے حوالے سے، کہیں ماں باپ کے خاص تعلق کی بناء پر اور کہیں بچوں کے ساتھ حضور اقدسؒ کے بے پناہ پیار کی بات۔ غرض ہمارا مہربان اور سخی آقا جس نے ہم سب کو محض للہ ٹوٹ کر چاہا اور ہم سب کے اندر آپؒ کی محبت جو قطرہ قطرہ برستی بوندوں کی طرح پھوار بن کر ہم پر برسی یوں زندہ ہے کہ آج وہ پیارا وجود موجود نہیں اور ہم اس کی محبت میں سرشار ہونے کے ساتھ ساتھ اس سے اپنی بے پناہ محبت جو سچی اور محض فدائی اور خدائی جماعتوں کا ہی نصیب ہیں، کا ذکر کرتے ہیں آج تک کوئی دن نہیں گذرا ہوگا کہ کسی نہ کسی رنگ میں کسی نہ کسی طرح حضورؒ کا ذکر نہ ہوا ہو یا حضور اقدسؒ یاد نہ آتے ہوں اور یہ جانتے ہوئے بھی کہ ہم سب اپنے آسمانی آقا کے بندے ہیں اور بندے اپنے آقا کے حکم پر قربان جاتے ہیں زبان پر یہ شعر جاری ہو جاتا ہے

آداب محبت کے غلاموں کو سکھا کے
کیا چھوڑ دیا کرتے ہیں دیوانہ بنا کے

یہ محض خدا تعالیٰ کا خاص فضل ہی ہے کہ M.T.A کی بدولت اور حضور اقدسؒ کے جماعتی دوروں اور انفرادی فیملی ملاقاتوں کے ذریعے اکثر احمدی احباب و مستورات کا اپنے آقا سے خاص تعلق تھا اور ہر ایک کے ساتھ پیار کا ایسا تعلق کہ وہ خود کو خوش نصیب سمجھنے کے ساتھ ساتھ اس تعلق کو اس طرح دہراتا تھا گویا اس سے بڑھ کر کوئی اور متاع اس کے پاس نہیں چھوٹا چھوٹا بچہ معصوم گود میں سنبھلنے والا ابھی انگلی اٹھا کر معصوم توتلی زبان میں کہتا تھا ''حُضُور''۔ ہر پریشان حال حضور اقدسؒ کی خدمت میں اپنا مرض خواہ جسمانی ہوتا یا روحانی غرض کسی قسم کا بھی ہوتا، بیان کر کے مطمئن ہو جاتا تھا کہ اللہ فضل کرے گا یہ بات تو بارہا عاجزہ کے مشاہدہ میں بھی آئی کہ فلاں مسئلہ تھا حضور اقدسؒ کو ابھی دعا کے لئے لکھا ہی تھا تو اللہ تعالیٰ کے فضل سے مسئلہ حل ہو گیا یہ بندے کا بندے سے محبت کا تعلق تو ہے ہی لیکن اپنے خالق سے بھی اس کے بندے کے تعلق کی بات ہے اور خدا تعالیٰ کے ان وعدوں کی بات ہے جو وہ اپنے بندے سے فرماتا ہے کہ میرے دین کے لئے ایک جماعت بن جاؤ متحد ہو جاؤ ایک ہاتھ پر جمع ہو جاؤ پھر دیکھو میری شانِ کبریائی! سبحان اللہ۔

خلافت رابعہ میں خدا تعالیٰ کا فضل خدائی وعدہ کے مطابق بہت بڑھا سرسبز کھیتوں کو سیراب کیا خشک ویران بنجر زمینوں کو بھی شاداب کیا چٹیل میدانوں پر بھی موسلا دھار بارش کی مانند برسا کمزوروں کو اخلاص سکھایا دین سے بے بہرہ کو دین سے بہرہ ور کیا جماعت احمدیہ کا ہر فرد خوش قسمت ہے کہ براہ راست خلیفہ وقت سے مستفید ہوتا ہے اس لحاظ سے اللہ تعالیٰ کے فضل سے پیارے آقاؒ سے ملاقاتوں کا شرف بھی حاصل ہوا جب بھی تحریری طور پر درخواست ارسال کی بہت ہی محبتوں اور شفقتوں کا پیغام ملا اور دن بدن آقاؒ سے محبت بڑھتی رہی اور اللہ کے حضور شکر گذار ہوتے رہے اللہ تعالیٰ اپنے کمزور بندوں پر یہ فضل و کرم کی بارش اب بھی جاری رکھے اور پہلے سے بڑھ کر شکر گذار بندہ بننے کی توفیق عطاء فرمائے، آمین۔

جرمنی آنے کے بعد حضور اقدسؒ سے ملاقاتوں کا سلسلہ چلتا رہا حضور اقدسؒ سے ملاقات کے بعد باہر نکلنے والے خوش نصیب کی آنکھوں کی چمک چہروں

کی مسکراہٹ اور بچوں کے معصوم چہروں پر انمول خوشی کے ساتھ ساتھ ہاتھوں میں چاکلیٹ دیکھ کر ملاقات کے لئے منتظر قطاروں میں بیٹھے ہوئے شیدائیوں کے دل بھی دھڑک اٹھتے کہ اب ہماری باری بھی آئے گی۔

۱۹۹۱ء میں جب پیارے آقاؒ سے ملاقات کا شرف حاصل کرنے کے لئے ہم فیملی کی حیثیت سے گئے عاجزہ کے صدر لجنہ بننے کے بعد یہ پہلی ملاقات تھی جب ہم اندر داخل ہوئے تو حضور نے استقبال کرتے ہوئے میرے شوہر سے فرمایا اچھا آپ ہیں زینت حمید کے میاں؟ تو جہاں میرے میاں نے کہا کہ حضور! ہم پہلے بھی مل چکے ہیں وہاں خوشی کے ساتھ معمور دل کے ساتھ سوچا میرے آقاؒ کا انداز اپنے خادموں کے استقبال کا کتنا نرالا اور اچھوتا ہے۔ حضور اقدسؒ کے استقبال کا اللہ تعالیٰ کے فضل سے موقع ملتا رہا۔ سالوں کا تجربہ شاہد ہے کہ کبھی سفر کی تھکان کا نشان حضور اقدسؒ کے چہرہ مبارک پر ظاہر نہیں ہوا۔ اس وقت بھی آنکھوں میں وہ منظر ٹھہر گیا ہے ہاتھ اٹھا کر مسکراتے ہوئے اپنے استقبال کا جواب دینا، حال پوچھنا، بچوں کے معصوم گالوں پر پیار سے چپت لگانا یعنی محبت کے جواب میں محبت کا اظہار۔ ایک بار عاجزہ صدر لجنہ کی حیثیت سے حضور اقدسؒ سے ملاقات کی درخواست گذار ہوئی کہ اپنے مسائل بتا کر دعا کی درخواست بھی کروں اور راہنمائی حاصل ہو اس وقت صحیح اندازہ ہوا کہ ایک خدا کے خلیفہ میں کتنی فراست ہے۔ ابھی مکمل مدعا بیان نہیں کیا تھا کہ فرمایا میں سمجھتا ہوں جن مشکلوں کا سامنا ہے میں دعا کرتا ہوں آپ بچوں کا بتائیں کیا حال ہے؟ اور پھر دعا کی درخواست پر حضور اقدسؒ کا فرمانا آپ اچھا کام کر رہی ہیں اس معصوم بچے کی سی حالت ہوگئی جس کو اس کا پسندیدہ کھلونا مل جائے یا اس شخص کی جس کو اس کا مطمع نظر بغیر کسی تگ و دو کے حاصل ہو جائے۔ ایک بار خاکسار ماسٹر مقصود صاحب کی بیٹی کی شادی کے سلسلہ میں ہالینڈ گئی جہاں حضور اقدسؒ تشریف لائے تھے۔ خاکسار جرمنی کی دو بچیوں کے ساتھ بازار گئی راہ میں پیارے آقاؒ ملے سائیکل پر تھے بچیوں کے ساتھ حضورؒ نے توقف فرمایا، حال پوچھا اور بچیوں کے بارے میں استفسار کیا کہ آپ کی بیٹیاں ہیں؟ عاجزہ نے کہا نہیں تو بڑی بچی نے جورو بینہ اختر تھی۔ رفیق اختر صاحب کی صاحبزادیاں نے اپنے والد کا تعارف کروایا۔ حضورؒ نے فرمایا ''ہاں میں جانتا ہوں'' اس بچی کا چہرہ کھل گیا پھر حضور اقدسؒ نے اس کے پردہ کو سراہا فرمایا ''آپ نے بہت اچھا پردہ کیا ہے'' نئی نسل کی تربیت کا یہ انداز، جس نے ہماری بچیوں کو اپنے اندر مثبت تبدیلیاں پیدا کرنے کا جذبہ اجاگر کیا حضور اقدسؒ کی طبقہ نسواں سے محبت اور ان کی تربیت کی فکر نے ایک روحانی انقلاب پیدا کر دیا دکھی عورتوں کے دکھ آپؒ کو بہت تڑپایا کرتے تھے عورتوں کی حق تلفی حضور کو بہت تکلیف پہنچاتی تھی۔ آپؒ میاں بیوی کے درمیان دخل اندازی کو سخت ناپسند فرماتے تھے اور آپؒ کی خواہش ہوتی کہ وہ دونوں خود اپنے مسائل حل کریں۔ ایک صفت یہ پائی کہ حضور اقدسؒ جہاں غلطی پر تنبیہ کرتے سرزنش فرماتے وہیں معاف کرنے میں بھی اعلیٰ وصف پایا تھا، مثلاً درخواست گزار ہونے پر کہ حضورؒ اس غلطی کو معاف فرمائیں جواباً فرمانا میں ناراض تو ہوا ہی نہیں صرف اصلاح مقصود تھی۔

پیارے آقاؒ چھوٹی سی چھوٹی بات پر راہنمائی فرماتے۔ نوجوان نسل سے حضور اقدسؒ کا سلوک بہت ہی اپنائیت لئے ہوئے تھا۔ ہم ۱۹۸۶ء میں جرمنی آئے تھے پہلی ملاقات غالباً ۱۹۸۹ء میں ہوئی تھی میری بیٹی جو اس وقت دسویں کلاس میں تھی اور پڑھنے کی بہت شوقین تھی حضور اقدسؒ سے پوچھا کہ میں ڈاکٹر بنوں یا Dolmetscher (ترجمان) حضور اقدسؒ نے دریافت فرمایا Dolmetscher کسے کہتے ہیں؟ میری بیٹی نے بتایا کہ ترجمان تو فرمایا ترجمان بنو ڈاکٹر بننا تو بہت مشکل ہے۔

اسی طرح میرا بڑا بیٹا جب اس نے بتایا کہ میں یونیورسٹی جاتا ہوں تو حضورؒ نے بہت خوشی کا اظہار فرمایا ساتھ ہی میرے میاں اور خاکسارہ کو مخاطب کر کے فرمایا ''کتنی ذہین ہے ہماری آئندہ نسل۔ عاجزہ نے نے عرض کیا حضور! میں آپ کے لئے بہت دعا کرتی ہوں فرمایا ''مجھے کیا ہوا ہے'' عرض کی یہی تو دعا کرتی ہوں کہ کچھ نہ ہو پھر میرے ابا جان کا حال پوچھا۔ بہت ہی خوبصورت یادیں ہیں اس ملاقات کی۔ خاکسار ۲۰۰۰ء میں بیمار ہوئی تو

حضور اقدسؒ کی خدمت میں دعا کے لئے لکھا آپریشن ہوا تھا بہت خوف تھا۔ تمام محبت کرنے والوں کی بھی دعائیں تھیں پھر پیارے آقاؒ کی دعاؤں کے ساتھ معجزانہ طور پر شفا ہوئی۔ ان دنوں عاجزہ یہی مصرعہ گنگناتی تھی۔

''ہوا میں تیرے فضلوں کا منادی'' آخری ملاقات بھی بیماری سے صحت کے بعد ہوئی۔ ہم صرف ایک بیٹے کو ساتھ لے کر گئے۔ حضورؒ نے فرمایا ''باقی بچے کہاں ہیں'' عرض کیا ''اپنے اپنے گھروں میں ہیں'' عدنان سے پوچھا ''کیا تم بھی ویسے ہی لائق ہو جیسے تمہارا بڑا بھائی'' اس نے سادگی سے کہا ''نہیں حضور''۔ حضورؒ نے فرمایا ''کیوں نہیں؟'' تو اس نے کہا ''بہت مشکل ہے'' حضورؒ بہت کھل کر ہنسے۔ بہت ہی یادگار ملاقات تھی یہی یادیں ہیں جو زندگی کا اثاثہ ہیں۔

اپنی والدہ سے حضورؒ کی محبت تو گویا چھلک چھلک پڑتی تھی پرنم آنکھیں بھر آئی ہوئی آواز اور مسکراہٹ جیسے کہ والدہ کو سامنے دیکھ رہے ہوں۔ بیگم صاحبہ کی وفات پر مردوں کو یہ کہنا کہ میرے ساتھ تعزیت یہ ہے کہ عورتوں کے ان کے حقوق دیں، بیویوں کا خیال رکھیں اس سے بڑھ کر نہیں ہوسکتی اپنی بیٹیوں کے ساتھ اتنا پیار کہ کسی باپ نے نہ دیا ہو۔

حضور اقدسؒ کی علالت نے جماعت احمدیہ کو ہلا کر رکھ دیا۔ دعاؤں کے شور نے عرش کے پایوں کو ہلا دیا۔ اللہ تعالیٰ نے ہمارے پیارے آقا کو بیماری سے شفا بخشی۔ ایک بار پھر فکر و یاس کے بادل چھٹے، خوشیوں کے موسم لوٹ کر آئے، جماعت پھر اپنی مصروفیات میں کھو گئی، گاہے بگاہے آقاؒ کے خطبات، مجالس عرفان سے استفادہ ہوتا رہا۔

حضور اقدسؒ کی حیات مبارکہ کا جائزہ مجھ جیسی ناچیز تو کہاں لے لیکن میں یہ ضرور کہوں گی کہ حضورؒ کی زندگی گہرے سمندر سے مشابہ تھی۔ زندگی کا کوئی پہلو نہیں جس پر آقاؒ کی نظر نہ ہو۔ اللہ کے فضل کے ساتھ ہر خوبی حضور اقدسؒ کو ودیعت ہوئی تھی ہر ماحول میں ڈھل جانا ہر ایک کے دکھ سکھ کو سمجھنا۔ اس قیامت خیز وقت کے تذکرے سے اپنی روداد کا اختتام کرتی ہوں۔ آخری خطبہ جمعہ آخری مجلس عرفان نے تو بھلا ہی دیا کہ ہمارے آقاؒ نے اپنے آقا سے ملاقات کے لئے روانہ ہونا ہے۔ انتہائی خوش وخرم جیسے کہ جانتے ہوں کہ وصل کا لمحہ آیا ہی چاہتا ہے۔ جرمنی بھر میں لجنہ مرکزیہ کے زیر اہتمام تربیتی کلاس کا انعقاد ۱۹،۱۸ اپریل ۲۰۰۳ء کو ہوا۔ ہر ریجن میں وقفے سے پہلے کا پروگرام مکمل طور پر انجام کو پہنچا، دوپہر کا کھانا کھایا اور نمازیں پڑھیں، تو یہ روح فرسا خبر ملی کہ ہمارا پیارا آقاؒ ہم سے رخصت ہو کر اپنے پیارے خدا کے حضور کے حاضر ہو گیا۔

''انا للہ وانا الیہ راجعون''۔ وہ بھی کیا لمحات تھے وقت نے جیسے سانس لینا ہی چھوڑ دی ہو۔ ہوا بھی جیسے سسک رہی ہو، آسمان بھی جیسے رو رہا ہو، انسانوں کے دکھ میں لگتا تھا پوری کائنات شامل ہے سب کو تسلی دیتے ہوئے سب کو سمجھاتے ہوئے صبر کی تلقین کرتے ہوئے دعاؤں پر زور دیتے ہوئے بہت دل تڑپا بہت دل رویا کہ

؎ میرے درد کی جو دوا کرے کوئی ایسا شخص ہوا کرے

ہمارا پیارا مہاجر آقا ہم سب کو ہجر کا داغ دے کر ہم سے رخصت ہوا۔ ہمبرگ سے فرینکفرٹ واپسی تک دعاؤں کے ساتھ ساتھ یہی مصرع دہراتی رہی کُنْتَ السَّوَادَ لِنَاظِرِی۔ کس کس پر کیا کیا کچھ بیتا ہوگا؟ ہم سب کی کہانی ایک ہی ہے کیونکہ ہم ایک حبل اللہ کو تھامے ہوئے ہیں۔ پھر اللہ تعالیٰ نے ہمارے خوف کو امن میں بدلا، ہمارے غم کو نئی خلافت دے کر سنبھالا دیا۔ اب ہم سب دست بدعا ہیں اپنے پیارے محبوب آقا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی صحت وعمر میں برکت کے لئے اور اس مشن کو آگے بڑھانے میں روح القدس سے مدد کے لئے، جو آنحضرت ﷺ سے شروع ہوا، پھر حضرت مسیح موعودؑ کے ہاتھوں اللہ تعالیٰ نے اسے نئی زندگی دی، اور ہمارے پیارے خلفاء اپنے اپنے وقت میں اس کو اپنے خون جگر سے سینچتے ہوئے اللہ کے حضور حاضر ہوئے۔ خدا تعالیٰ اس مشن کو آگے ہی آگے بڑھاتا چلا جائے، جماعت کو ہمیشہ کی طرح سر تسلیم خم کرنے کی خو عطا ہوتی رہے اور ہمیں لبیک سیدی لبیک کہنے کی توفیق دیتا چلا جائے، آمین۔ (زینت حمید گنز ہائم)

غریب الوطن مسافر

دیارِ مغرب سے جانے والو! دیارِ مشرق کے باسیوں کو

کسی غریب الوطن مسافر کی چاہتوں کا سلام کہنا

میں دسویں جماعت میں تھی جب حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کے وصال کی خبر سُنی۔ یہ خبر تمام دنیا کے احمدیوں کے لئے ایک بہت بڑا صدمہ تھی۔ لوگ اس صدمے سے نڈھال تھے۔ میں بھی اپنی امی کے ساتھ صبح صبح مسجد مبارک کی طرف چل پڑی، جہاں پہلے ہی عشاق کا ایک بہت بڑا ہجوم تھا۔ گرمی کی شدت تھی، کھوے سے کھوا اچھل رہا تھا مگر لوگ اپنے محبوب کا آخری دیدار کرنے کیلئے بے تاب تھے۔ بہت انتظار کے بعد ہماری بھی باری آئی۔ وہ امن کا سفیر، محبتوں کا سوداگر گہری ابدی مسکراہٹ لئے اپنے مولا کے حضور حاضر تھا۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔ اس کے بعد ہم گھر واپس نہیں آئے بلکہ وہیں سامنے سڑک پر ٹہل ٹہل کر اپنے مولا کے حضور دعائیں کرتے رہے۔ اس عمر میں مجھے سمجھ عقل تو اتنی تھی نہیں، بس یہی سمجھ آئی کہ سورہ فاتحہ کا ورد کروں۔ اسی میں سب دعائیں آجاتی ہیں اور دعا کرتے ہوئے مجھے یوں لگا کہ اِھدِ نَـاَ الصِّـرَاطَ الْمُسْتَقِیم کی آیت ابھی اتری ہے۔ اللہ ہمیں سیدھے راستے پر چلانا۔ الرَّحمٰن الرَّحیم کے مزے تو ہر وقت لوٹتے رہتے تھے۔ دل میں یقین تھا کہ احمدیت یعنی حقیقی اسلام ہی سیدھا راستہ ہے لیکن اب لبوں پر یہی التجا تھی کہ ''اے اللہ! اس مشکل گھڑی میں ہماری رہنمائی فرمانا اور ہمیں سیدھا راستہ دکھانا، انعام والوں کا راستہ دکھانا، اے اللہ اپنی جناب سے اپنا منتخب خلیفہ ہمیں عطا فرمانا۔

یہ بے چینی کی گھڑیاں تھیں جو کاٹے نہیں کٹ رہی تھیں۔ یہ لمحوں کا انتظار بہت گراں گزر رہا تھا لیکن نظریں اپنے مالک کی وافر عطا پر تھیں تو کیوں نہ وہ ہمیں نوازتا؟ حالتِ خوف کو اس نے امن سے بدلا اور اپنے پیارے کے انتخاب کی خوش کن خبر سنائی۔ اس مژدہ کے سنتے ہی ہم نے تو وہیں سڑک کے ساتھ ہی زمین پر سجدہ شکر ادا کیا۔ اس سجدے کی لذت آج تک نہیں بھولتی۔ سبحان ربی الاعلیٰ یقیناً میرا رب بڑا ہی عالی شان ہے۔ اس کے بعد تو دن بدن اسکی قربتوں کا نشہ بڑھتا ہی رہا۔ وہ عالی شان امام ہر موضوع پر سخن طراز ہوا اور عرفان اور حقیقتوں کے نئے سے نئے در کھولتا گیا۔ سادہ موضوع، عام فہم زبان، نہ کبھی کوئی مشکل ہوئی نا کوئی دقت پیش آئی۔ بُرقعہ پہننا مجھے بڑا مشکل سا لگتا تھا۔ لجنہ اماء اللہ سے غالباً پہلے یا دوسرے جلسے پر پردہ کے بارہ میں خطاب فرمایا۔ گھر آکر میں نے اپنی امی سے کہا کہ مجھے بھی برقعہ سلوادیں۔ ہماری جماعت میں چنیوٹ کے ایک بارسوخ غیر احمدی خاندان کی لڑکی تھی، وہ بھی چند کلاس فیلوز کے ساتھ جلسے پر گئی۔ اگلے دن کالج میں کہنے لگی کہ صحابیاتؓ رسول کا اتنا دلنشین تذکرہ میں نے پہلی مرتبہ سنا ہے اور بڑی متاثر ہوئی۔ پھر آپ سے اجتماعی ملاقاتیں، انفرادی ملاقاتیں، بیعت، خطوط، ہر چیز کا نشہ اتنا تھا کہ بجائے اترنے کے دن بدن چڑھتا ہی گیا۔ بقول امام عطاء المجیب راشد صاحب

مجھ سے ہی ''پیار وہ کرتا ہے،، یہ تھا سب کو گماں
اس کا پیار ایسا تھا ہر دل میں بسا رہتا تھا
وہ جدھر جاتا تھا کرنیں سی بکھر جاتی تھیں
اپنے ماحول میں خورشید ادا رہتا تھا

آپؒ کی خلافت کے پہلے دن سے لیکر آج تک لگتا ہے ایک ایک دن کی تفصیل یاد ہے۔ ہر آنے والا دن پہلے دن سے محبت میں ترقی کرتا گیا۔ دن ہنسی خوشی گذر رہے تھے مگر کچھ بدقسمت، بدنصیب، کرموں جلے، مغضوب اس پاک طینت کی پاکی کو برداشت نہ کر سکے اور اس کے درپے آزار رہنے لگے۔ اس کے ماننے والوں کو طرح طرح کی تکالیف دینے لگے تو اس کے بہی خواہوں نے مشورہ دیا کہ ان گندوں کی پاک سرزمین کو چھوڑ کر جہاں سورج مغرب سے طلوع ہوا ان سفید پرندوں کی سرزمین کی طرف پرواز کر جاؤ کیونکہ یہاں زبان بندی کا خطرہ بھی بہت زیادہ تھا، سو وہ صرف

اپنے چاہنے والوں کی خاطر اس زمین کو جس سے اسے بہت محبت تھی، چھوڑ آیا۔سفید پرندوں کی زمین میں خدائے قادرو قیوم نے اسکو وہ ترقیاں دیں کہ اسکی زمین کے علماءِ سُوء تو دیکھتے ہی رہ گئے۔باقی دنیا بھی انگشت بدنداں رہ گئی۔ادھر بدقسمت علماءِ سوء کا سرغنہ جب آگ میں جل مرا تو بھی انہوں نے ہدایت نہ پکڑی بلکہ گمراہیوں میں بڑھتے گئے۔خدا نے ان پر پے در پے عذاب بھیجے مگر یہ بدقسمت قوم سنبھلنے والی نہ تھی۔وہ خدا کا چنیدہ، ہوا کی لہروں کے دوش پر علم وعرفان کے موتی بکھیرتا رہا۔ہر طرف سے سعید روحوں نے اس کی آواز پر لبیک کہنا شروع کیا۔کسی بھی علم کا میدان اس کی دسترس سے باہر نہ تھا۔وہ روح کا علاج کرتا، بدن کا علاج کرتا، اپنی جسمانی بیٹیوں سے پیار کرتا، اپنی روحانی بیٹیوں سے پیار کرتا، وہ کرشن کنہیا اپنی معصوم گوپیوں کو بہت چاہتا اور گوپیاں بھی اس پر جان دیتیں۔کہیں چھوٹے چھوٹے ''خرگوش،، اس کے آگے دوڑتے، کہیں ''چھوٹے،، ''موٹے،، ''بڑے،، بچے اس کے گرد جمع ہوتے تو کہیں بڑے بڑے ''بھارو،، کہیں بڑے بڑے ''علماء کرام،، اسکی قدم بوسی کرتے تو کہیں عام گنواری عورتیں اسکا بُوا (دروازہ) کھٹکھٹاتیں۔مگر اس کی پیشانی پر کبھی شکن نہ آئی۔وہ خندہ دلی سے اپنا خونِ جگر ہر کسی کو پلاتا رہا۔اس سے طاقت پا پا کر پودے بڑھنے لگے، پھولنے لگے، پھلنے لگے۔گلشن پر سرمستی چھا گئی۔عالمی بیعت میں کروڑوں نے شامل ہو کر اس کو اذا جاء نصر اللہ والفتح کی خوشخبری سنائی۔ تقریباً دو سال قبل جب عالمی جلسہ جرمنی میں اس نے سورہ نصر کی تلاوت اپنی حالت صحت میں کی تو میرے آنسوؤں کی جھڑی لگ گئی۔میرے دل نے کہا کہ یہ تو ہمیں اپنی رخصتی کی خبر سنا رہا ہے۔وہ فتح کے شادیانے بجا رہا تھا مگر میرے آنسو نہ تھمے۔وہ اپنے ازلی ابدی محبوب کا عاشق تھا۔وہ بہت تنہا بھی تھا، اب گاہے بگاہے وہ سنانے لگا کہ میں اپنے رب کی طرف راضیۃً مرضیۃً جانا چاہتا ہوں۔میں نے تمہاری ذمہ داری ادا کر دی ہے۔میں اس کے عباد میں داخل ہونا چاہتا ہوں۔مجھے اس کی جنت میں جانے دو۔مگر عشاق کے دل میں اتنی طاقت کہاں تھی کہ وہ اس کی جدائی برداشت کریں۔اُسی کے حضور جھک گئے۔ان کے نالے اسکو کھینچ کر واپس لے آئے۔وہ بھی بڑا دلدار تھا۔اپنے پیاروں کی دلداری اسے بڑی منظور تھی۔ ہنستا، مسکراتا، روشنیاں بکھیرتا واپس آ گیا۔بے قرار دلوں کو سکون آ گیا مگر ایک انجانی سی دھڑکن پھر بھی مسلط رہی۔

اس کے عشاق کی ہر ملک میں حالت یوں تھی
اس کو ہوجائے نہ کچھ دھڑکا لگا رہتا تھا

جمعرات 17 اپریل کو عشاء کی نماز پڑھ کر واپس آ رہے تھے کہ ناگاہ میری نظر آسمان پر پڑی۔میں نے دیکھا کہ چودھویں کا چاند پوری آب وتاب سے آسمان پر چمک رہا تھا اور پھر میری نظر اُس پر ٹک ہی گئی۔میں نے دل میں کہا ''حضور کا چہرہ،، چودھویں کا چاند تو بالکل حضور کے چہرہ مبارک جیسا روشن ہے اور میں تقریباً سارا راستہ اُس روشن چاند چہرہ کو دیکھتی رہی۔ 18 اپریل جمعے کے خطبے کا آغاز سن کر دل یک لخت دھڑکا، مگر پھر جب باقی پورا خطبہ سنا تو تسلی ہوگئی۔مجلس عرفان میں تو اتنا ہنسایا۔وہ الوہی ہنسی تو بالکل کسی اور ہی جہان کی لگ رہی تھی۔19 اپریل بروز ہفتہ ناصر باغ میں لجنہ اماء اللہ کی تربیتی کلاس تھی۔وہیں آپ کی جدائی کی خبر سنی۔ہر دل اشکبار تھا۔ اس مرتبہ وہ بالکل چپکے سے چلا گیا۔انا للہ وانا الیہ راجعون۔عشاق کی قطاریں در قطاریں اس کے اس فانی جہان میں آخری دیدار کیلئے جمع تھیں۔ ہم بھی ان قطاروں میں شامل تھے جیسے امن کے سفیر کی دفعہ۔امن کے سفیر والا ابدی سکون اس کے چہرے پر بھی تھا۔جس رفیق اعلیٰ کے پاس جانے کیلئے تو نوروں نہلایا ہوا وجود بے قرار تھا وہی تو سب سے زیادہ پیار کرنے والا بھی تھا۔اس کی چاندی کی طرح چمکتی تنہا قبر اس کی غریب الوطنی پر شاہد تھی۔اس کے آقا و مولیٰ محمد ﷺ جنکا نام لیتے وہ نہ تھکتا تھا، ان کی قبر مبارک بھی تو مکہ میں نہ تھی۔وہ ﷺ بھی تو فرماتے تھے کہ اے مکہ میں تجھے بہت چاہتا ہوں مگر کیا کروں کہ تیرے باسی مجھے یہاں رہنے نہیں دیتے۔غریب الوطنی میں پردیسیوں نے اتنی عزت دی بلکہ یوں کہنا چاہیے کہ خدائے کریم نے اتنی عزت دی کہ سفارت خانے اس کے لئے (بقیہ صفحہ 74 پر)

کیا لکھوں؟

یاد کر کے اسے تڑپا کروں رویا کروں
اے غمِ دل کیا لکھوں بیتابیءِ دل کیا لکھوں

محفلوں کی رونقیں موسم غموں کا بن گئیں
شہرِ جاناں کی فضائیں ہیں ابھی تک سوگ میں
لے گئی ساتھ اپنے اس کو ناگہاں صبحِ اجل
زندگی جوگن بنی پھرتی ہے اس کے جوگ میں
حالتِ غم کیا لکھوں رُودادِ بسمل کیا لکھوں
اے غمِ دل کیا لکھوں بیتابیءِ دل کیا لکھوں

وہ جو گل بستر بچھاتے تھے کبھی اس کے لئے
مٹھیوں میں لے کے مٹی اسکو دفنانے لگے
ایک اجلا شخص جب زیرِ زمیں سونے لگا
عیش دنیا کے سبھی یہ مجھ کو افسانے لگے
کس قدر افسردہ ہیں سب اہلِ محفل کیا لکھوں
اے غمِ دل کیا لکھوں بیتابیءِ دل کیا لکھوں

دفترِ معنی کا ایک دیباچہءِ روشن تھا وہ
نورِ فرقاں کا اجالا اس کے شہرِ جاں میں تھا
کو بکو لایا اسے عشقِ محمد مصطفیٰؐ
تھا وہ یثرب میں کبھی وہ وادیٔ فاراں میں تھا
رہروِ منزل اسے یا روحِ منزل کیا لکھوں
اے غمِ دل کیا لکھوں بیتابیءِ دل کیا لکھوں

علم کا عرفاں تھا وہ حسنِ عمل کا نور تھا
نور بے پایاں ہے اس کی انتہا کوئی نہیں
دل میں ہے یادوں میں ہے اب بھی آنکھوں میں ہے وہ
ہے بظاہر دور لیکن فاصلہ کوئی نہیں
کتنا خوش خصلت تھا وہ اس کے خصائل کیا لکھوں
اے غمِ دل کیا لکھوں بیتابیءِ دل کیا لکھوں

جب کبھی مل جائے وہ ماضی کے شہرِ یاد میں
سوچ کے آئینہ خانے میں اسے دیکھا کروں
طربیے اور شکریے میں نے لکھے اس کے بہت
اب بھلا کس دل سے اس کا مرثیہ لکھا کروں
چین ملتا ہی نہیں بے چین ہے دل کیا لکھوں
اے غمِ دل کیا لکھوں بیتابیءِ دل کیا لکھوں

ایسے گھائل کر گیا دردِ جلا وطنی اسے
بے کل و بے چین رہا ہر دم وطن کی یاد میں
جب گل و لالہ کھلے اور رت پہ جب آیا شباب
باغباں وہ رو اُٹھا اپنے چمن کی یاد میں
یادِ گل میں زینؔ اب رودادِ بلبل کیا لکھوں
اے غمِ دل کیا لکھوں بیتابیءِ دل کیا لکھوں

(سیدہ طیبہ زینؔ، ہناؤ)

حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کی روح پرور یادیں

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ ماہ اپریل میں ہم سے اچانک رخصت ہو گئے اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن ۔ اب آپ کو ڈھونڈیں تو کہاں ڈھونڈیں البتہ آپ کی یادیں اور باتیں ہمیں ہمیشہ مسرور کرتی رہیں گی۔ مجھے حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ کے خلیفہ بننے کے بعد چار مرتبہ آپ سے ملاقات کا شرف حاصل ہوا۔ ایک مرتبہ لاہور میں اور پھر کراچی میں اور پھر دو مرتبہ جرمنی میں۔ جب بھی میرا آپ سے تعارف ہوا کہ میں حکیم سردار محمد صاحب مرحوم آف ڈگری سندھ کی بیٹی ہوں تو آپ فوراً فرماتے کہ میں آپ کے گھر ڈگری گیا ہوا ہوں۔ علاوہ دیگر باتوں کے جب میں اس بات پر غور کرتی ہوں تو دل خوشی سے بھر جاتا ہے کہ حضور رحمہ اللہ تعالیٰ نے ہم کو کس طرح یاد رکھا اللہ تعالیٰ آپ کو کروٹ کروٹ سکون بخشے۔ آپ نے تو اپنے پیچھے اتنی یادیں چھوڑی ہیں جو بے حساب ہیں۔ اب بھی آپ کا جاری کردہ ایم ٹی اے آپ کی یاد ہمیں دلاتا رہتا ہے۔ حضور رحمہ اللہ تعالیٰ کی شخصیت بے شمار خوبیوں کی حامل تھی۔ آپؒ کی زندگی کے صرف علمی پہلو پر ہی غور کیا جائے تو اس کی بھی کئی شاخیں ہیں۔ یاد رہے کہ میں تو وہ کچھ لکھ رہی ہوں جو میں نے آپ کی زبان مبارک سے MTA پر سنا اور دیکھا ایک گھریلو خاتون ہونے کے ناطے گھر میں کام کاج کرتے ہوئے دن کے کئی اوقات میں MTA دیکھنے کا موقع مل جاتا ہے اس طرح مجھے حضور رحمہ اللہ تعالیٰ کی تقاریر، خطبات، اور مجالسِ عرفان سے فائدہ اٹھانے کا موقع ملا۔ جب میں ان پروگراموں پر غور کرتی ہوں تو خطبات جمعہ بھی ایک لمبے عرصہ پر پھیلے ہوئے ہیں۔ پھر ان خطبات جمعہ میں ایک ایک عنوان پر خطبات کی سیریز سننے کو ملیں۔ خلیج کی جنگ کے بارے میں خطبات، پاکستان کی حکومت کی طرف سے جاری کردہ وائٹ پیپر کے ردّ میں خطبات اور نمازوں کی اہمیت کا سلسلہ شروع ہوا تو بڑی تفصیل کے ساتھ عبادات کا ذوق اور شوق پیدا کرنے کے طریق بتائے۔

ڈھونڈیں تو کہاں ڈھونڈیں پائیں تو کہاں پائیں
سلطان بیاں تیرا انداز خطیبانہ

ایم ٹی اے سے ہی اگر آپ کی مصروفیات کا اندازہ لگائیں تو اس طرح معلوم ہوتا ہے کہ شاید ہی رات کے وقت چند گھنٹے آرام کرنے کو ملتے ہوں، وگرنہ ہومیوپیتھی کی کلاس، ترجمۃ القرآن کی کلاس، لقاء مع العرب، جرمنوں کے ساتھ گفتگو، غیر احمدیوں کے ساتھ سوال و جواب کی مجالس، مجلسِ عرفان کا انعقاد، چلڈرن کلاس اردو کلاس آپ کے یہ سب پروگرام نہایت دلچسپ، علمی معلومات سے پُر، اور منطقی استدلالوں سے مزیّن، مفصّل، مربوط اور سب سے بڑھ کر خوبی یہ ہوتی تھی کہ آپ کی طرز گفتگو میں مزاح بھی پایا جاتا تھا، لطائف بھی سناتے تھے ان لطائف میں انتہائی روحانی باتیں بھی بیان فرما دیتے تھے۔ ایسے ہی ایک لطیف سوال و جواب کو درج کرتی ہوں۔

ایک مرتبہ ایک بہت ہی چھوٹے بچے نے حضور رحمہ اللہ تعالیٰ سے دریافت کیا کہ آپ نے یہ پگڑی کیوں پہنی ہے؟ آپؒ نے اس بچے سے جو کہ ٹوپی پہنے ہوئے تھا پوچھا آپ نے یہ ٹوپی کیوں پہن رکھی ہے؟ اس بچے نے

ایک مرتبہ ایک بہت ہی چھوٹے بچے نے حضور رحمہ اللہ تعالیٰ سے دریافت کیا کہ آپ نے یہ پگڑی کیوں پہنی ہے؟ آپؒ نے اس بچے سے جو کہ ٹوپی پہنے ہوئے تھا پوچھا آپ نے یہ ٹوپی کیوں پہن رکھی ہے؟ اس بچے نے جواب دیا مجھے یہ ٹوپی میرے ابو نے پہنائی ہے اس پر حضور رحمہ اللہ تعالیٰ نے برجستہ فرمایا مجھے یہ پگڑی میرے اللہ نے پہنائی ہے۔ اب دیکھئے کہ اس چھوٹی سی گفتگو میں کتنا گہرا مضمون بیان کر دیا کہ خلیفہ خدا بناتا ہے

جواب دیا مجھے یہ ٹوپی میرے ابو نے پہنائی ہے اس پر حضور رحمہ اللہ تعالیٰ نے برجستہ فرمایا مجھے یہ پگڑی میرے اللہ نے پہنائی ہے۔اب دیکھئے کہ اس چھوٹی سی گفتگو میں کتنا گہرا مضمون بیان کر دیا کہ خلیفہ خدا بناتا ہے۔سوال و جواب کی مجلس میں جس سوال کے بارہ میں سمجھتے کہ تحقیق طلب ہے تو اس کی تحقیق کروا کر اس کا جواب دیتے تھے۔آپؒ کے سوالات کے جوابات ٹھوس علم کی بناء پر ہوتے تھے جن سے آپ کے دینی، سائنسی، اور تاریخی مطالعہ کی وسعت کا اندازہ ہوتا تھا۔آپ کے جوابات کی ایک بڑی خوبی یہ بھی ہوتی تھی کہ وہ اس ترقی یافتہ زمانے کے تقاضوں اور مسائل کو مدّنظر رکھ کر دیئے جاتے تھے۔آپؒ کا منظوم کلام جو میں زیادہ تر ایم ٹی اے پر سنتی تھی اسمیں حضور رحمہ اللہ تعالیٰ اپنے جذبات کی عکاسی اس طرح کرتے تھے کہ دل سے نکلی ہوئی آواز پھر دلوں میں ہی جا کر جگہ پاتی تھی۔جن دنوں ایم ٹی اے پر ہومیو پیتھی کلاس شروع ہوئی دل کرتا تھا کہ سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر ان کو سنا جائے کیونکہ آپؒ کی یہ کلاس کسی ہومیو پیتھک کالج میں علم حاصل کرنے یا سند حاصل کرنے کی بناء پر نہیں ہوتی تھیں بلکہ ایک لمبے تجربہ کے بعد افادہ عام کے لئے آپؒ نے یہ سلسلہ شروع کیا۔روحانی بیماریوں کا علاج بتانے والے کے منہ سے جسمانی بیماریوں کے علاج کے طریق کتنے حسین اور پیارے لگتے تھے کیونکہ ان میں خدا تعالیٰ کی قدرتوں اور جلوؤں کا ذکر بھی ہوتا تھا۔یاد رہے کہ آپؒ کو ہومیو پیتھی کی طرف رغبت اپنے عظیم باپ حضرت مصلح موعودؓ کے ذریعے ہوئی تھی۔تحدیث نعمت کے طور پر لکھتی ہوں کہ آپؒ کے لیکچرز سن کر مجھے اس طریقہ علاج پر اتنا یقین ہو گیا کہ اب سال ہا سال سے مجھے کسی اور ڈاکٹر کے پاس جانے کی ضرورت نہیں پڑی۔

دعاؤں کی قبولیّت سے کس کو نکار ہو سکتا ہے اللہ تعالیٰ نے خود فرمایا ہے اُدْعُوْنِیْٓ اَسْتَجِبْ لَکُمْ جس کا مطلب ہے کہ مجھے پکارو میں تمہاری پکار کا جواب دوں گا۔اللہ تعالیٰ کا یہ وعدہ عام ہے پھر انبیاء اور خلفاء کے ساتھ اس کا اور بھی مشفقانہ سلوک ہے وہ ان کی دعائیں دوسروں سے زیادہ قبول کرتا ہے حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ ایک مستجاب الدعوات شخصیت تھے۔آپؒ کی خدمت میں خط لکھنے کے ساتھ ہی دل کو سکون ہو جاتا تھا اور بعض دفعہ ایسے بھی ہوا کہ خط کا جواب آنے سے پہلے ہی دعا کی قبولیت ظاہر ہو جاتی تھی۔ ایک لمبے عرصہ تک آپؒ بیماری وغیرہ کی اطلاع ہونے کی صورت میں ازخود نسخہ بھی تجویز کر کے بھجوا دیتے تھے۔ایک چیز جس سے میں بہت متاثر ہوئی وہ یہ کہ حضور رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنے پے در پے جرمنی کے دوروں سے جرمنی جماعت کو خلافت کا دیوانہ بنا دیا ہے یہی وجہ ہے کہ جماعت جرمنی کے احباب خلیفہ وقت کی طرف سے آنے والی ہر تحریک پر دل و جان سے لبیّک لبیّک کہتے ہوئے اپنے اموال اور اپنے اوقات قربان کرنے کے لئے تیار ہو جاتے ہیں۔جس طرح آپؒ کے خطبات بڑوں کو خلافت کا گرویدہ بناتے چلے جا رہے تھے اسی طرح ایم ٹی اے پر آپ کی تصویر ننھے منے بچوں کو جو کہ گھنٹوں پیارے آقا کو دیکھنے کے لئے ٹی وی کے آگے بیٹھے رہتے تھے آپؒ کا گرویدہ بناتی چلی جا رہی تھی۔یہی وجہ ہے کہ آج جماعت کا ہر فرد خواہ چھوٹا ہو یا بڑا آپؒ کی حسین یادوں کے تذکرے کرتا ہوا سنائی دیتا ہے۔ کسی نے کیا خوب کہا ہے

آنکھ سے دور سہی دل سے کہاں جائے گا
جانے والے تو ہمیں یاد بہت آئے گا

(امۃ النصیر ظفر۔فرینکفرٹ)

سیّدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث فرماتے ہیں۔

ہمارا یہ عقیدہ ہے کہ خلیفہ اللہ تعالیٰ ہی بناتا ہے۔اگر بندوں پر اس کو چھوڑا جاتا تو جو بھی بندوں کی نگاہ میں افضل ہوتا اسے ہی وہ اپنا خلیفہ بنا لیتے لیکن خلیفہ خود اللہ تعالیٰ بناتا ہے۔اور اس کے انتخاب میں کوئی نقص نہیں۔ وہ اپنے ایک کمزور بندے کو چنتا ہے جسے وہ بہت حقیر سمجھتے ہیں پھر اللہ تعالیٰ اس کو چُن کر اس پر اپنی عظمت اور جلال کا ایک جلوہ کرتا ہے اور جو کچھ وہ تھا اور جو کچھ اس کا تھا اس میں سے وہ کچھ بھی باقی نہیں رہنے دیتا اور خُدا تعالیٰ کی عظمت اور جلال کے سامنے کلی طور پر فنا اور بے نفسی کا لبادہ وہ پہن لیتا ہے۔(الفضل ۱۷ مارچ ۱۹۶۷ء)

تیری یادوں کے دیپ

خلافتِ رابعہ کا آغاز ہوا تو ۱۹۸۳ء میں پہلی بار حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کی زیارت کا موقع ملا۔ انکی مبارک آمد کی خبر جرمنی بھر کی جماعتوں میں دے دی گئی۔ استقبال کی ذمہ داری اہل فرانکفرٹ کی خوش نصیبی ٹھہری۔ حضورؒ کے استقبال کے وقت ہر مرد وزن بچوں بوڑھوں کے چہروں پر چمکتی خوشی قابل دید تھی۔ حضور اقدسؒ سے ملاقات کے لیے درخواستیں دی جا چکی تھیں۔ پہلے روز کی ملاقات کے بعد یہ بات علم میں آئی کہ جن لوگوں کے ضروری چندہ جات کے بقایاجات ہیں ان سے حضورؒ تحفہ نہیں لیں گے تا کہ احمدیوں کو احساس ہو کہ جب وہ خدا کا حق ادا کرنے پر توجہ نہیں کر رہے تو انہیں تحائف دینے کی بھی ضرورت نہیں۔ یہ پہلا نفسیاتی سبق تھا جو پیارے آقاؒ نے جماعت جرمنی کو دیا۔

اُن دنوں میری والدہ مرحومہ جو لندن سے میرے پاس آئی ہوئی تھیں، ہماری ملاقات کی منظوری کی اطلاع ملی۔۔ میں خاصی مطمئن تھی کہ اپنا اور میاں کا چندہ میں تنخواہ آتے ہی ادا کر دیتی تھی۔ جب ملاقات کے لیے نام پکارا گیا تو دھڑکتے دل کے ساتھ ہم اندر داخل ہوئے۔ انتہائی محبت کے ساتھ حضورؒ ہر آنے والے کو کھڑے ہو کر ملتے۔ والدہ نے جب تعارف کروایا کہ وہ صحابی حضرت قاضی محبوب عالمؓ مرحوم راجپوت سائیکل ورکس کی بیٹی ہیں تو حضور اقدسؒ بہت خوش ہوئے اور فرمایا" ہاں ہاں ان کے بارے میں تو حضرت اقدس مسیح موعودؑ کو" دل پھیر دیا گیا" کا الہام ہوا تھا اور ابا ہماری سائیکلیں اُسی دکان سے لاتے تھے وہ تو بڑا تاریخی اڈہ ہے"۔

پھر امی نے ابا جان مرحوم کا بتایا کہ وہ مرزا مولا بخشؓ مرحوم صحابی کی بیوہ میں سے ہیں جو انچارج لنگر خانہ ربوہ تھے۔ تو حضورؒ نے گرمجوشی سے کہا" ہاں ہاں میں انہیں بخوبی جانتا ہوں"۔ ہم سب سے انفرادی تعارف ہوا۔ آخر میں جب امی نے لفافہ دیا تو ان کا تو رکھ لیا مگر ہمارا تحفہ واپس کر دیا۔ میں حیران ہوئی کہ کیا بات ہے؟ حضورؒ نے فرمایا" آپکا چندہ پورا نہیں ہے"۔ میں نے کہا حضور میں تو باقاعدگی سے چندہ ادا کرتی ہوں۔ حضور فرمانے لگے" کہ پھر اپنے سیکرٹری مال سے پوچھیں انہوں نے رپورٹ دی ہے۔" اس کے بعد انہوں نے بچوں کو چاکلیٹس دیں۔ اور ہم باہر آ گئے۔ میں نے وہاں کھڑے سیکرٹری مال سے پوچھا تو انہوں نے بتایا کہ" آپ جب دو ماہ کے لیے لندن گئی تھیں تو واپسی پر مجھے بھی یاد دہانی کروانی یاد نہیں رہی اور میں نے ماہِ رواں کا چندہ کاٹ لیا۔ یہ ایک ایسا سبق تھا کہ اس کے بعد آج تک جب بھی کبھی چھٹیوں پر جاؤں تو ایک ماہ کی بجائے دو ماہ کا اکٹھا چندہ دیتی ہوں تا کہ خدانخواستہ اگر اللہ کو پیارے ہو بھی جائیں تو بقایا نہ ہو۔

جلسہ سالانہ جرمنی کے موقع پر خاکسار کو جرمنی کی نیشنل صدر کی ذمہ داری سونپی گئی۔ چنانچہ حضور اقدسؒ اور ان کے خاندان کی آمد پر ان کی رہائش گاہ کی صفائی کی ڈیوٹیاں خاکسار اپنی نگرانی میں لگاتی۔ جب ناصرات اور لجنہ کی سوال و جواب کی مجلس ہوتی تو اس کے بعد حضور اقدسؒ، اہل قافلہ، نیشنل امیر صاحب اور ان کی عاملہ کو نیشنل عاملہ لجنہ اماء اللہ کی طرف سے چائے بمع ریفریشمنٹ دی جاتی، الحمد للہ۔ حضورؒ ہماری دلداری کرتے ہوئے یہ دعوت قبول کرتے اور پھر باقاعدہ آ کر پوچھتے کہ کونسی چیز کس نے بنائی؟ بیگم صاحبہ مرحومہ کی دعوت میں بھی حضور اقدسؒ شامل ہوتے اور ہر چیز چکھ کر حوصلہ افزائی کے لیے اس پر تبصرہ کرتے اور بعد میں ہم سب کے لیے بطورِ تبرک چھوڑ دیتے۔

جب لجنہ کی رپورٹس مرکز میں بھیجی جاتیں تو حضور اقدسؒ کی طرف سے اس قدر حوصلہ افزائی کے تاثرات ملتے تو ہم مزید جذبوں کے ساتھ کام کو بہتر کرنے کی کوشش کرتیں۔ جب پہلی بار رسالہ خدیجہ چھپا تو حضور اقدسؒ نے انتہائی شفقت اور حوصلہ افزائی کے ریمارکس لکھے کہ" خدیجہ رسالے کا کوئی میچ نہیں"۔ ہم اکثر سنتے کہ جماعت جرمنی کی نیشنل عاملہ کی میٹنگ حضور اقدسؒ کے ساتھ ہے تو ہمیں بھی شوق ہوا کہ ہم بھی لجنہ اماء اللہ کی نیشنل عاملہ

کے ساتھ میٹنگ کی درخواست دیں۔ درخواست منظور ہوگئی تو پرائیویٹ سیکرٹری صاحب نے پوچھا کہ ''آپ کا ایجنڈہ کیا ہے؟'' ہم نے کہا کہ ایجنڈہ تو کچھ بھی نہیں وہ کہنے لگے کچھ تو ہونا چاہیے مثلاً تربیت پر، تعلیم پر، ناصرات پر۔ بہر کیف چونکہ ایسا پہلی دفعہ ہوا تھا۔ اس لیے تربیت پر ایک دو نکات رکھ لئے۔ حضورؒ نے سب سے نام اور شعبہ جات پوچھے ہماری خاموشی کو سمجھ کر حضورؒ نے خود ہی شعبہ وائز ہر سیکرٹری سے دریافت فرمایا۔

۱۹۸۹ء صد سالہ جوبلی کے موقع پر نیشنل عاملہ لجنہ اماء اللہ حضرت بیگم صاحبہ کو ملنے گئی ہم بیگم صاحبہؒ سے بات چیت کر رہے تھے کہ حضور اقدسؒ اچانک اس کمرے میں تشریف لائے۔ ہم نے سلام کیا۔ حضورؒ بیگم صاحبہؒ سے فرمانے لگے ''کیوں جی یہاں کی لجنہ اچھا کام کر رہی ہے نا'' بیگم صاحبہ نے اثبات میں جواب دیا تو ایک سیکرٹری نے کہا پھر اسی خوشی میں ہم سب کے سروں پر ہاتھ پھیر دیں۔ حضورؒ نے فرمایا ''کوثر ادھر آجاؤ ہاتھی کے پاؤں میں سب کا پاؤں تمہارے سر پر ہاتھ پھیر دیتا ہوں سب کے سروں پر پھر جائے گا''۔ میں فرطِ مسرت سے کانپتی ہوئی حضور اقدسؒ کے پاس گئی۔ حضور اقدسؒ نے دستِ شفقت سر پر رکھا۔ وہ شفقت بھرا لمس زندگی کے آخری دم تک یاد رہے گا۔

جلسہ سالانہ ۱۹۸۹ء میں ہفتہ کے روز حضور اقدسؒ کا لجنہ اماء اللہ سے خطاب تھا۔ معمول کے مطابق ایک کرسی حضور اقدسؒ کے لیے رکھی جاتی تھی اور ایک بیگم صاحبہؒ کے لیے۔ ابھی تلاوت شروع نہیں ہوئی تھی کہ حضور اقدسؒ نے تیسری کرسی منگوانے کا اشارہ کیا میں نے فوراً تیسری کرسی منگوا کر رکھ دی اور خود کھڑی رہی حضور اقدسؒ سمجھ گئے کہ خاکسارہ اشارہ نہیں سمجھی تو انہوں نے مجھے فرمایا کہ ''تشریف رکھیں'' میں جھجکتی ہوئی بیٹھ گئی۔ یہ اعزاز حضور اقدسؒ نے دو جلسوں میں خاکسارہ کو بخشا۔ ایک بار ایک جرمن لڑکی کو تبلیغ کی اور وہ احمدی ہوگئی اس کو ملاقات کروانے کے لئے حضور اقدسؒ کے پاس لے گئے۔ حضور اقدسؒ نے اس سے باتیں کرنے کے بعد میرے بیٹے فرحاج کی طرف اشارہ کر کے فرمایا ''اپنے بیٹے کے لیے اسی طرح کی اونچی لمبی اور خوبصورت لڑکی ڈھونڈنا۔'' حضورؒ کی دوررس نگاہوں نے پہچان لیا کہ یہ جرمن وقتی طور پہ احمدی ہوئی ہے اور درحقیقت تین ماہ بعد وہ ایسی غائب ہوئی کہ کبھی ملی ہی نہیں۔ کیونکہ میں نے اسے کہا تھا کہ اب آکر یسرنا القرآن اور نماز یاد کرنا سیکھو اور اس کے پاس وقت نہیں تھا۔

۱۹۹۳ء میں جب میرے گردے سکڑ گئے تو حضورؒ نے بڑی توجہ کے ساتھ میرے لیے دوائیوں کا نسخہ خود لکھ کر دیا۔ جب میرا گردوں کا علاج (ڈیالیوزے) شروع ہوا اور میں نے حضورؒ کو بتایا تو آپؒ نے فکر کا اظہار فرمایا۔ حضورؒ کی ہجرت کے دس سال پورے ہوئے تو خاکسارہ نے نیشنل صدر صاحبہ کی اجازت سے حضورؒ سے خدیجہ کا ہجرت نمبر شائع کرنے کی اجازت کے لئے درخواست لکھی (حالانکہ اس وقت خدیجہ کے صفحات الفضل انٹرنیشنل میں شائع ہوتے تھے) انتہائی شفقت سے حضورؒ نے اس شمارے کو شائع کرنے کی اجازت دی اور میری درخواست پر ''ایک مرد خدا'' کتاب کے چند حصّے اردو میں ترجمہ کر کے شائع کرنے کی اجازت بھی دی۔ مکرم مبشر باجوہ صاحب مرحوم کی وفات کے بعد نیشنل سیکرٹری سمعی بصری نے خاکسارہ کو پیغام بھیجا کہ باجوہ صاحب مرحوم کی خواہش تھی کہ خاکسار شعبہ سمعی بصری میں کام کرے۔ محترم نیشنل امیر صاحب جرمنی نے ازراہِ شفقت مجھے کام کرنے کی منظوری دی۔ میں نے حضور اقدسؒ کو دعا کے لیے خط لکھا تو آپ کا انتہائی محبت بھرا جواب آیا کہ ''ماشاء اللہ امیر صاحب کی نظرِ انتخاب بھی خوب آپ پر پڑی۔ صدارت سے زیادہ اس وقت جماعت کو آپ کی اس خدمت کی ضرورت ہے اللہ تعالیٰ ہر آن آپ کی مدد کرے'' ۲۰۰۲ء میں میری آخری ملاقات لندن میں حضور اقدسؒ سے ہوئی۔ میری بہن اور بیٹا ساتھ تھے جو کہ۔ حضورؒ بے حد کمزور دکھائی دیے۔ یہ پہلا موقع تھا کہ حضور نے بیٹھ کر استقبال کیا۔ میں جب باہر آئی تو دل سخت افسردہ تھا۔ میں نے فرحاج کو کہا کہ اب میں تب ہی ملاقات کے لیے آؤں گی جب حضورؒ صحتمند (بقیہ صفحہ 90 پر)

یہ قِصص عجیب و غریب ہیں

حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کے ساتھ میری بہت ہی پیاری یادوں کا آغاز اُس وقت ہوا جب آپ خلافت کے بعد پہلی بار اسلام آباد (پاکستان) تشریف لائے، اُس کے کچھ عرصہ بعد ہی حضور لندن ہجرت فرما گئے۔ اُس زمانہ میں خاکسارہ بی اے کر کے فارغ ہی ہوئی تھی اور اپنے حلقہ میں جنرل سیکرٹری کے فرائض سرانجام دے رہی تھی۔ اسلام آباد میں حضور کے قیام کے دوران جب لجنہ میں حضور کا خطاب ہوا تو خاکسارہ نے بھی ڈیوٹی کی ذمہ داری ادا کی۔ بعد میں جب عاملہ ممبرات کی حضور اقدس سے اجتماعی ملاقات ہوئی تو پہلی مرتبہ حضور کو قریب سے دیکھنے اور آپکی پیاری باتیں سُننے کا شرف حاصل ہوا۔ یہ ملاقات اتنی دلچسپ تھی کہ اس کی یاد کبھی بھلائی نہیں جاسکتی میرا اُس وقت اپنے ہوش کی زندگی میں کسی خلیفۃ المسیح سے ملنے کا پہلا تجربہ تھا۔ ہم سب ایک کمرے میں بیٹھی ہوئی تھیں۔ حضور اقدس سامنے صوفہ پر تشریف فرما تھے۔ تمام ممبرات نے باری باری کھڑے ہو کر اپنا اپنا تعارف کروایا۔ اسی طرح خاکسارہ نے بھی تعارف کروایا۔ چونکہ حضور میرے دو ماموں ملک محمد اقبال اور ملک مشتاق صاحب کو اچھی طرح جانتے تھے اس لیے میں نے اُن کا حوالہ دیا کہ میں اُن کی بھانجی ہوں۔ حضور نے بڑی محبت سے فرمایا کہ اچھا اچھا اُنھیں تو میں خوب اچھی طرح جانتا ہوں خلافت سے قبل حضور تبلیغی دورہ کے دوران میرے ننھیالی گھر چونڈہ میں تشریف لا چکے تھے اس لیے بھی خوب یاد تھا۔ ملاقات کے دوران باقی ممبرات نے اپنے اپنے رومال جو وہ گھر سے لائی ہوئی تھیں نکال کر جمع کیے اور حضور اقدس کے پاس رکھ دیئے کہ حضور اُنھیں ہاتھ میں لے کر تبرکاً واپس دے دیویں۔ مجھے اس بات کا کوئی علم نہ تھا، دل میں بے حد افسوس کہ میں محروم رہ جاؤں گی اور تبرک نہ مل سکے گا۔ اسی اثنا میں میری نگاہ ٹشو پیپرز کے ڈبے پر پڑی۔ میں نے ایک دو ٹشو تہہ کر کے دوسرے رومالوں میں رکھ دیئے۔ حضور گفتگو کے دوران باری باری رومال ہاتھ میں لے کر چہرے پر پھیر کر واپس رکھتے جاتے جب آپ کے ہاتھ میں ٹشو آیا تو مسکرا دیئے اور پوچھا یہ کس کا ہے؟ میں نے ڈرتے ڈرتے بتایا کہ یہ میرا ہے۔ تمام لجنات میری جانب دیکھنے لگیں حضور نے نہایت ہی شفقت سے مسکراتے ہوئے اپنی جیب میں ہاتھ ڈالا اور اپنا رومال نکال کر اُسے چہرے پر پھیرا اور مجھے دیتے ہوئے فرمایا،، یہ آپ رکھ لیں،، میری خوشی کا کوئی ٹھکانہ نہ تھا۔ زندگی میں پہلی مرتبہ خلیفہ وقت سے ملاقات اور غیر متوقع طور پر حضور اقدس کے تبرک کا ملنا ایسی خوشی تھی کہ جو نا قابلِ بیان ہے۔ اکثر ایسے مواقع زندگی میں آئے کہ حضور کی شفقت نے ہمارے دامن خوشی سے بھر دیئے مگر اُس پہلے تحفے کی لذت کبھی کم نہ ہوئی۔

لندن ہجرت کے بعد بھی میں حضور کو خط لکھتی رہی۔ جب میری شادی میرے ماموں ملک مشتاق صاحب کے بیٹے سے ہوئی تو بہت ہی دُعاؤں بھرا خط لکھا۔ چونکہ میرے ماموں جان کو 1958 کے فسادات میں اسیرِ راہِ مولیٰ کا اعزاز بھی اللہ کے فضل سے حاصل تھا اور سزا بھی کاٹ چکے تھے اس لحاظ سے بھی حضور کا ان سے بہت پیار تھا اور ہمیشہ اُن کا ذکر بڑے پیار سے کرتے تھے اس لئے ایک خط میں مجھے لکھا کہ اگرچہ تم بھی مجھے بہت لاڈلی ہو مگر چونکہ وہ بہت خدمتِ دین کرتے ہیں اس لیے مجھے بہت پیارے ہیں۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ خدمت دین کرنے والوں کے لیے آپکے دل میں ایک خاص جگہ تھی۔ شادی کے بعد جب پہلی مرتبہ میں برطانیہ آئی تو جلسہ کے موقع پر لجنہ سے اجتماعی ملاقات کے دوران مجھے حضور نے دیکھا تو فرمایا مجھ سے مل کر ضرور جانا۔ چنانچہ آپ کے ارشاد کی تعمیل میں ملاقات کا وقت لیا۔ نہایت ہی محبت سے سر چوم کر پیار کیا اور میری بھابی سے کہنے لگے کہ یہ تو میری بہت لاڈلی ہے۔ پھر فرمایا شادی کا تحفہ بھی ضرور لے کر جانا۔ شادی کے شروع میں بھی آپ نے ایک خط میں اس طرح فرمایا کہ نعیم بھی ماشاءاللہ بہت نیک فطرت انسان نظر آتے ہیں۔ اگر تمہاری شادی کسی اکھڑ

مزاج آدمی سے ہو جاتی تو میرا دل تمہاری طرف سے ہمیشہ بے چین رہتا اور ایک مرتبہ فون پر بھی نعیم سے کہا کہ اس کا خیال رکھا کرو۔ یہ بات حضور کی نہایت محبت بھری حساس طبیعت کی آئینہ دار ہے کہ کس طرح آپ کو لڑکیوں کی خوشحال زندگی کی تمنا رہتی تھی کہ اُنھیں اپنے گھروں میں کوئی تکلیف نہ ہو۔ ہمارا بیٹا علی جب دو سال کا تھا تو نعیم کے گلے میں غدودوں کے پھولنے کی تکلیف ہوئی جو کہ بعد میں تقریباً ۴ یا ۵ سال وقفے وقفے سے اپریشن کی صورت میں نمودار ہوتی رہی۔ اس دوران میں بے حد پریشان تھی اور ہر موقع پر حضور اقدس سے دُعا اور دوا کے لیے رجوع کرتی تھی۔ حضور نے بھی ہر مرحلہ پر نہایت ہی دلی محبت اور احسان کا سلوک فرمایا۔ دوا بھی تجویز کرتے رہے اور دُعاؤں سے بھی سہارا دیا۔ اللہ تعالیٰ نے بہت احسان کیا کہ نعیم کسی خطرناک بیماری سے معجزانہ طور پر بچ گئے۔ ورنہ اتنے لمبے عرصہ تک گلے میں زخم کوئی معمولی بات نہ تھی۔ ایک مرتبہ حضور نے نعیم کو فون پر بتایا کہ ''میں آپ کو رات کی دُعا میں یاد رکھتا ہوں'' اس سے بڑھ کر ہمارے دل کے اطمینان کا کیا سبب ہوسکتا تھا۔ ایک مرتبہ مجھے فرمایا کہ فکر نہ کرو انھیں کچھ نہیں ہوتا اس طرح اللہ کے اس بندے کے یہ الفاظ بھی پورے ہوتے دیکھے۔ نعیم کی بیماری کے دوران حضور نے ہر طرح کی شفقت کا سلوک فرمایا۔ ایک مرتبہ جب اپریشن ہونا تھا تو گھر فون کیا اور فرمایا کے میں نے سوچا اکیلی گھبرا رہی ہو گی پتہ کروں۔ سبحان اللہ کیسی محبت کرنے والی ہستی تھی دوسروں کے درد میں بے چین اور دُعاؤں میں مصروف، یہ تھے ہمارے پیارے آقا۔ حضور کسی میں بھی چھوٹی سے چھوٹی خوبی کی بھی بہت قدر کرتے تھے۔ ایک مرتبہ خط میں لکھا کہ مجھے خاموش خوبیاں بہت اچھی لگتی ہیں اور جی چاہتا ہے جماعت کا ہر فرد ان خوبیوں کا حامل ہو۔ اللہ کرے ہم سب اُن تمام خوبیوں اور نیکیوں کے حامل ہوں جن کی تمنا پیارے آقا ہمارے لیے کرتے تھے، آمین۔ اے اللہ تو اپنے اس بندے پر بے شمار رحمتیں نازل فرما اور اپنے پیارے حبیب حضرت محمد ﷺ کا قُرب عطا فرما جن کی محبت میں وہ فنا رہے آمین۔ (ناہید تبسم کورباخ)

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

کون سا دل ہے کہ ہے جو تیری چاہت سے تہی

خاکسارہ کا پیارے حضور خلیفہ رابعؒ کے ساتھ بہت پیار تھا۔ میں نے ایک مرتبہ حضور سے اپنی خواہش کا اظہار کیا کہ آپ مجھے اپنے ہاتھ سے خط لکھیں۔ آپ نے اُسی ماہ مُجھے اپنے ہاتھ سے خط لکھ بھیجا۔ میں جس رات حضور کو خواب میں دیکھتی تو صبح ہی حضور کا جوابی خط آ جاتا۔ جب میں اپنی چوتھی بیٹی کی اُمید سے تھی اور تیسرا مہینہ شروع ہو چکا تھا تب میں نے خواب میں دیکھا کہ حضور نے اس بچی کا نام فرح تجویز فرمایا۔ جب میں لندن گئی تو ملاقات کے دوران میں نے حضور کو اپنے خواب کے بارے میں بتایا کہ اس طرح آپ نے اس بچی کا نام رکھا تھا تو حضور نے فرمایا دیکھ لو جیسی بچی ہے ویسا ہی نام رکھا ہے اور ساتھ ہی فرمایا کہ پریشان تو نہیں ہو تمہیں پتہ ہے کہ میری بھی چار بیٹیاں ہیں۔ تو میں نے جواب دیا کہ نہیں حضور میں بالکل بھی پریشان نہیں ہوں۔ (محترمہ تسنیم الیاس)

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

(دستِ شفا)

خلیفہ رابعؒ کے ساتھ یادیں تو بہت سی وابستہ ہیں جن میں سے دو کا ذکر کروں گی۔ میں ۱۹۷۵ میں اپنے دو بچوں کے ہمراہ جرمنی آئی اور بعض وجوہات کی بناء پر ۱۹۸۱ میں پاکستان جانا پڑا وہاں جا کر میرا بیٹا بیمار ہو گیا تو میں بیٹے کو لے کر حضور کے پاس دفتر وقفِ جدید چلی گئی۔ اُس وقت حضور ناظم وقفِ جدید تھے اور ہومیو پیتھک ڈسپنسری بھی وہیں تھی میرے ساتھ میری چھوٹی بہن بھی تھی۔ میں نے حضور سے کہا میں جرمنی سے آئی ہوں اور صوبیدار عبدالمنان صاحب کی بیٹی ہوں یہ سُنتے ہی حضور نے فرمایا آپ کون سے گروپ سے تعلق رکھتی ہیں جو کہ میری سمجھ میں نہیں آیا اور میں پریشان سی ہوگئی کہ حضور نے مجھ سے کیا پوچھا ہے. اس پر میری چھوٹی بہن نے جواب دیا کہ میاں صاحب یہ امتل گروپ سے ہیں ہم چونکہ چھ بہنیں ہیں. بڑی تین جن کا نام امتل سے شروع ہوتا ہے اور چھوٹی تین کا نام نساء پر ختم ہوتا ہے اس لحاظ سے حضور نے ہمارے دو گروپ بنائے ہوئے تھے. جب بھی

ہمارا جانا ہوتا آپ کا سوال ہوتا تم امتل گروپ سے ہو یا نساء گروپ سے؟

میرے والد صاحب مرحوم نے خلیفہ الثانی اور خلیفہ الثالث کے دورِ خلافت میں بطور افسر حفاظتِ خاص خدمت سر انجام دی۔ ہماری رہائش چونکہ قصرِ خلافت میں تھی اور حضور کا وہاں آنا جانا رہتا تھا تو جان پہچان والد صاحب کی وجہ سے تھی اس وجہ سے پیار بھی کرتے تھے۔اب اصل موضوع کی طرف آتی ہوں میں نے بچے کی بیماری کا بتایا اور بتایا میں جرمنی سے آئی ہوں حضور نے فوراً کہا اتنی گرمی میں یہاں آنے کی کیا ضرورت تھی فوراً واپس چلی جاؤ اس پر میں نے عرض کیا کہ میں واپس جانے کی غرض سے نہیں آئی فرمانے لگیں تو بھی ٹھیک ہے اس بچے کو ضائع نہیں ہونے دینا اس کو جرمن کتابیں پڑھنے کے لیے دیں یہ پڑھتا رہے تا کہ جرمن زبان اس کو یاد رہے کہیں بھول نہ جائے .کچھ عرصہ بعد ہم سعودی عرب چلے گئے دو سال بعد حضور کی دُعاؤں سے خُدا تعالیٰ ہمیں پھر سے جرمنی لے آیا ۱۹۸۶ میں ہم جرمنی آ گئے۔خُدا کہ فضل سے بیٹے نے یہاں آ کر اپنی تعلیم مکمل کی اور اب برسرِ روزگار ہے۔بیٹا اور بیٹی دونوں کی شادی ہو چکی ہے اور دونوں صاحبِ اولاد ہیں یہ سب حضور کی دُعاؤں اور شفقت کی بدولت ہوا۔

غالباً ۱۹۹۲ کی بات ہے میں کچھ بیمار رہتی تھی حضور جلسہ سالانہ جرمنی پر تشریف لائے تو میں نے حضور سے ملاقات کی اور اپنی تکلیف بتائی حضور نے دوا تجویز فرمائی اور کہا ہر پندرہ دن بعد مجھے رپورٹ دینی ہے اس پر میں نے عرض کی کہ حضور دوائی کے لیے جب خط لکھتی ہوں تو جواب آنے میں دو دو ماہ لگ جاتے ہیں مگر میں دوا کھاتی رہتی ہوں اس پر حضور نے فرمایا آئندہ جب خط لکھو تو اُس پر ''پرسنل،، لکھ دیا کرو پھر جلد جواب مل جائے گا۔ یہ پیارے آقا کی شفقت و محبت کا سلوک ہم کبھی نہیں بھول سکتے۔آخر میں پیارے آقا کے لیے دُعا ہے کی اللہ تعالیٰ آپ کے درجات بلند فرمائے اور ہمیں اور ہماری اولادوں کو آپ کی نصائح پر عمل کرنے والا بنائے آمین۔

(امۃ الرحیم شاد فرینکفرٹ)

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

اب تو ہر یاد کے گلشن میں تو مہکے گا

میری یادیں حضور کی خلافت کا دور شروع ہونے سے پہلے شروع ہوتی ہیں۔ ہم ربوہ میں رہتے تھے اور میرے ابا جان ملک عبد الخالق کی میاں طاہر کے ساتھ بہت دوستی تھی۔ پھر 1974 میں میرے ابا جان برطانیہ آ گئے۔اس کے بعد پاکستان میں جماعت کے لئے حالات بہت خراب ہو گئے۔ میرے بڑے بھائی عبد الباری ملک کا نام پولیس وارنٹ لسٹ پر تھا۔میری امی جان اکیلی بہت پریشان تھیں۔میاں طاہر صاحب نے اُن دنوں ہمارا بہت خیال رکھا۔امی جان کو بھی تسلی دیتے اور ابا جان کو بھی خطوط کے ذریعہ پورے حالات سے مطلع کرتے رہے۔ جب میرے ابا جان نے برطانیہ جانے کا فیصلہ کیا تھا تو حضور (یعنی میاں طاہر صاحب) نے میرے ابا جان کو کہا کہ تمھارا یہاں اچھا بھلا بزنس ہے تمھارے پاس برٹش نیشنیلٹی ہے تم انگلینڈ جا رہے ہو تو ایک سال وہاں رہ کر پاکستان واپس آ جانا۔وہاں سیٹل نہ ہونا۔ابا جان نے کہا کہ جی بالکل ٹھیک ہے۔لیکن حالات جب خراب ہو گئے تو پھر میاں صاحب نے ابا جان کو خط لکھا کہ جتنی بھی جلدی ہو اپنی فیملی کو اپنے پاس بلا لو۔1975 میں ہم بھی ابا جان کے پاس برطانیہ آ گئے اور بریڈفورڈ میں سکونت اختیار کر لی،۱۹۷۸ میں حضور (میاں طاہر) اپنی فیملی کے ساتھ یورپ اور امریکہ کے دورے پہ تشریف لائے۔ایک دن اچانک فون آیا تو میاں طاہر تھے۔ابا جان سے اُنہوں نے بات کی اور فرمایا کہ میں یہاں امۃ الحیٔ کے پاس ہوں اور کل کا دن تمہارے گھر گزاروں گا۔ کھانا تمھاری طرف ہی ہوگا۔امۃ الحیٔ مرزا منور صاحب کی بیٹی ہیں اور حضور کی بھتیجی۔ ہمارے قریب ہی رہتی ہیں اور میری امی جان مرحومہ کے ساتھ ان کے بہت اچھے تعلقات تھے۔اگلے دن حضور (میاں طاہر صاحب) اپنی فیملی کے ساتھ ہمارے گھر تشریف لائے۔ابا جان نے کھانے پر جماعت کے کچھ اور لوگوں کو بھی دعوت دی۔ کھانے کے بعد جماعت کے اور بھی بہت سے لوگ آئے اور رات کے گیارہ بارہ بجے تک ایک سوال و جواب کی محفل چلتی رہی۔ادھر امی جان بیگم صاحبہ کے ساتھ ایک کمرے میں باتیں

کرتی رہیں اور ہم بہنیں اپنے کمرے میں حضور کی بیٹیوں کے ساتھ باتیں کرتی رہیں۔ وہ ہمیں امریکہ کے سفر کی باتیں سناتی رہیں کہ کہاں کہاں گئے، کن لوگوں سے ملے اور امریکہ کے لوگ کیسے ہیں۔ ساری شام بہت دلچسپ رہی ہر ایک اپنی اپنی جگہ لطف اندوز ہوا۔

1981 میں میری امی جان، میری دو بہنیں اور میں پاکستان گئے۔ جانے سے پہلے میاں صاحب کا ابا جان کو خط آیا تو اُنہوں نے کچھ بجلی کی چیزیں لکھیں جن کی اُنہیں ضرورت تھی اور ساتھ یہ بھی لکھا کہ اپنی فیملی کو کہنا کہ ہمارے ہاں ضرور آئیں۔ اور لکھا کہ میری بیٹی مونا کو چاکلیٹس بہت پسند ہیں اُس کے لئے وہ ضرور بھیجنا۔ جب ہم ربوہ تھے تو ایک دن امی جان اور ہم بہنیں میاں صاحب کے گھر گئے۔ جب ہم وہاں پہنچے تو میاں صاحب سائیکل پر بیٹھ رہے تھے۔ ہمیں دیکھ کر رک گئے اور کہنے لگے کہ میں نماز پڑھنے جا رہا ہوں آپ لوگ اندر جائیں میں ابھی آیا۔ ہم اندر چلئے گئے اور کچھ دیر کے بعد میاں صاحب بھی تشریف لے آئے۔ اتنے پیار سے ہم سب سے باتیں کرنے لگے۔ ابا جان اور بھائیوں کا پوچھتے رہے مجھے اور میری چھوٹی بہن کو پڑھائی کا پوچھا۔ ہم اتنے خوش تھے۔ جب چائے آئی تو ہم اتنے حیران ہوئے کہ حضور (میاں صاحب) نے چائے ہمیں خود پیش کی۔ میری چھوٹی بہن اُس وقت 9 سال کی تھی۔ چائے کی میز پر بادام تھے وہ بہت مزے سے کھا رہی تھی۔ میاں صاحب نے اُسے پیار سے اپنے پاس بلایا اور اُس کے پاس جو چھوٹا سا بیگ تھا، کہا اُسے کھولو جب اُس نے کھولا تو میاں صاحب نے اس بیگ کو باداموں سے بھر دیا اور کہا اب سارا راستہ یہ کھانا۔ یہ ملاقات ہمیشہ کے لئے ہمارے دلوں میں رہی اور رہے گی۔ مارچ 1982 میں ہم برطانیہ واپس آئے اور جون میں میاں طاہر صاحب خلیفہ منتخب ہو گئے۔ ۱۹۸۵ میں میری شادی ہوئی اور میں میونخ، جرمنی آ گئی۔ اُسی سال حضورؒ میونخ تشریف لائے اور کیونکہ اِس وقت میونخ میں ابھی مشن ہاؤس نہیں تھا اس لئے حضورؒ Holiday Inn Hotel میں ٹھہرے اور وہاں ہی سوال و جواب کی محفل ہوئی۔ اس کے بعد ہم لجنہ ممبرز حضور اور بیگم صاحبہ کو ملنے ان کے کمرے میں گئے۔ مجھے دیکھ کر حضور نے خوش ہو کر اپنی بیگم سے کہا کہ یہ تو ملک عبدالخالق بریڈفورڈ والوں کی بیٹی ہے۔ اور پھر مجھے پوچھا کہ تم یہاں کیا کر رہی ہو۔ میں نے کہا حضور میری شادی ہوئی ہے اور اب میں یہاں میونخ میں رہتی ہوں۔ فرمایا ماشاء اللہ اچھا تم یہاں بیاہی ہوئی ہو۔ تم خوش ہو نا؟ میں نے کہا جی حضور۔ پھر پوچھنے لگے کہ اچھا بتاؤ میں واپس انگلینڈ جا کر تمھارے ابا جان اور بھائی باری کو کیا پیغام دوں۔ میں نے کہا حضور بس یہ کہہ دیں کہ میں بالکل خیریت سے ہوں۔ ایک دفعہ فرینکفرٹ میں ملاقات ہوئی تو پوچھنے لگے کہ باری (میرے بڑے بھائی) بھی قافلے کے ساتھ آیا ہوا ہے کیا اُس سے ملی ہو تم؟ میں نے کہا جی حضور، تو فرمایا کہ تم نے اُسے اپنے پاس آنے کی دعوت نہیں دی؟ میں نے کہا میں نے تو اُن سے بہت کہا ہے لیکن......تو حضور ہنس کے میری بات کے درمیان ہی بولے کہ ہاں وہ کہتا ہو گا کہ میں تو قافلہ کے ساتھ آیا ہوں۔ میں نے کہا جی حضور اُنہوں نے بالکل یہی کہا ہے اور حضور آپ کی اجازت کے بغیر وہ میرے پاس کیسے آ سکتے ہیں؟

1991 میں میری امی جان بیمار ہو گئیں اور ڈاکٹرز نے بتایا کہ میری امی جان کو ایسی بیماری ہے جس کا کوئی علاج ابھی نہیں۔ اس دوران حضور نے جو پیار و شفقت اور ہمدردی ہمارے خاندان کو دی وہ ہم میں سے کوئی کبھی بھلا نہیں پائے گا۔ اکثر حضورؒ کے خط ابا جان کے نام امی کی طبیعت کا پوچھنے کے لئے آتے۔ اور اکثر صبح فجر کے وقت ابا جان کو فون آتا اور کہتے کہ میں طاہر بول رہا ہوں۔ کیا حال ہے آپ کی بیگم کا۔ اُن دنوں بیگم صاحبہ بھی بیمار تھیں۔ حضور نے میری امی کے لئے ہومیوپیتھک دوائیاں بھی تجویز کیں۔

یکم ستمبر 1992 کو میری امی جان کی وفات ہوئی۔ وفات سے دو دن پہلے حضورؒ کیونکہ ہمارے علاقے میں Marathon Walk کے لئے تشریف لائے ہوئے تھے تو 29 اگست کو حضورؒ میری امی جان کو ملنے ہمارے گھر تشریف لائے۔ ہماری امی جان کی خوش قسمتی کہ خلیفہِ وقت ان کی تیمارداری کے لئے ہمارے گھر تشریف لائے۔ امی جان کے کمرے میں ہی سب کے ساتھ باتیں کی اور پھر ابا جان نے چائے کے لئے کہا تو فرمایا کہ ٹھیک ہے لیکن پہلے یہاں ہی دعا کرلیں۔ پھر امی جان کے پلنگ کے پاس ہی حضور نے بہت لمبی دعا کروائی۔ کتنی خوش قسمت تھیں ہماری امی جان۔ انہیں ویسے بھی نظامِ جماعت اور خلیفہ وقت سے بہت پیار تھا۔ بیماری کے دوران بھی بستر میں لیٹی ہوئی MTA پر حضور کا خطبہ ضرور سنتیں۔ اگلے دن حضور کی بہن بی بی باچھی بھی امی کو ملنے آئیں اور اس سے اگلے دن میری امی جان کی وفات ہوگئی۔ وفات کی اطلاع ملی تو حضور نے خود ابا جان کو فون کیا اور خاص طور پر پوچھا کہ بیٹیوں کا کیا حال ہے۔ ایک دن ہم سب جنازہ گاہ گئے ہوئے تھے تو حضور کا فون آیا کسی اور نے اٹھایا۔ کہا میں طاہر بول رہا ہوں، ملک صاحب ہیں اور جب پتہ چلا کہ ابا جان نہیں ہیں تو فون بند کردیا۔ بعد میں ابا جان کے ساتھ بات ہوئی تو بتایا کہ میں نے پہلے بھی فون کیا تھا تم لوگ گھر نہیں تھے۔ ابا جان نے کہا کہ مجھے کسی نے بتایا ہی نہیں۔ فرمایا کہ ہاں میں نے بھی صرف یہی کیا تھا کہ میں طاہر بول رہا ہوں۔ کسی کو کیا پتہ کہ یہ طاہر ہمارے پیارے حضور تھے۔ میری امی جان کے جنازہ پر بی بی باچھی اور بی بی امتہ الحئی دونوں شامل ہوئیں۔ یہ تھیں میری یادیں۔ جو ہمیشہ ہمیشہ کے لئے ہمارے ساتھ رہیں گی۔ اور اس پیاری ہستی کی ہمدردی اور شفقت کا احساس ہمیں ہمیشہ دلاتی رہیں گی۔

ہر خوشبو اور ہر رنگ کے لاکھوں پھول کھلے ہیں آنگن میں
پھر چند گلوں کی یادیں کیوں، کانٹوں کی طرح تڑپائے ہیں

(امتہ النصیر طارق، صدر لجنہ میونخ)

زندگی کے جام تو نے چار سو بانٹے ہمیش
قرب کا طالب رہا، قربِ خدا کو پالیا
بندۂ حق نے بسرعت مدّعا کو پالیا
زندگی کا لمحہ لمحہ وقف تھا جس کے لئے
جان کی بازی لگا کر اس خدا کو پالیا
زندگی تیری مثالی تھی، مثالی موت بھی
دے کے سب کچھ اک متاعِ بے بہا کو پالیا
''موت کے پیالوں میں بٹتی ہے شرابِ زندگی''
تیرے آئینے میں اس رازِ بقا کو پالیا
زندگی کے جام تو نے چار سو بانٹے ہمیش
مردہ روحوں نے حیاتِ جانفزا کو پالیا
ابنِ مریم کو ملا تھا حق سے وہ دستِ شفا
جاں بہ لب لوگوں نے بھی جامِ شفا کو پالیا
کون کہتا ہے کہ تُو موجود اب ہم میں نہیں
کام زندہ ہیں ترے تو نے بقا کو پالیا
زندۂ جاوید آقا! رحمتیں تجھ پر مدام
جا کے بھی جانے نہ والے! برکتیں تجھ پر مدام

(عطاء المجیب راشد) الفضل انٹرنیشنل ۱۰ جولائی ۲۰۰۳ء
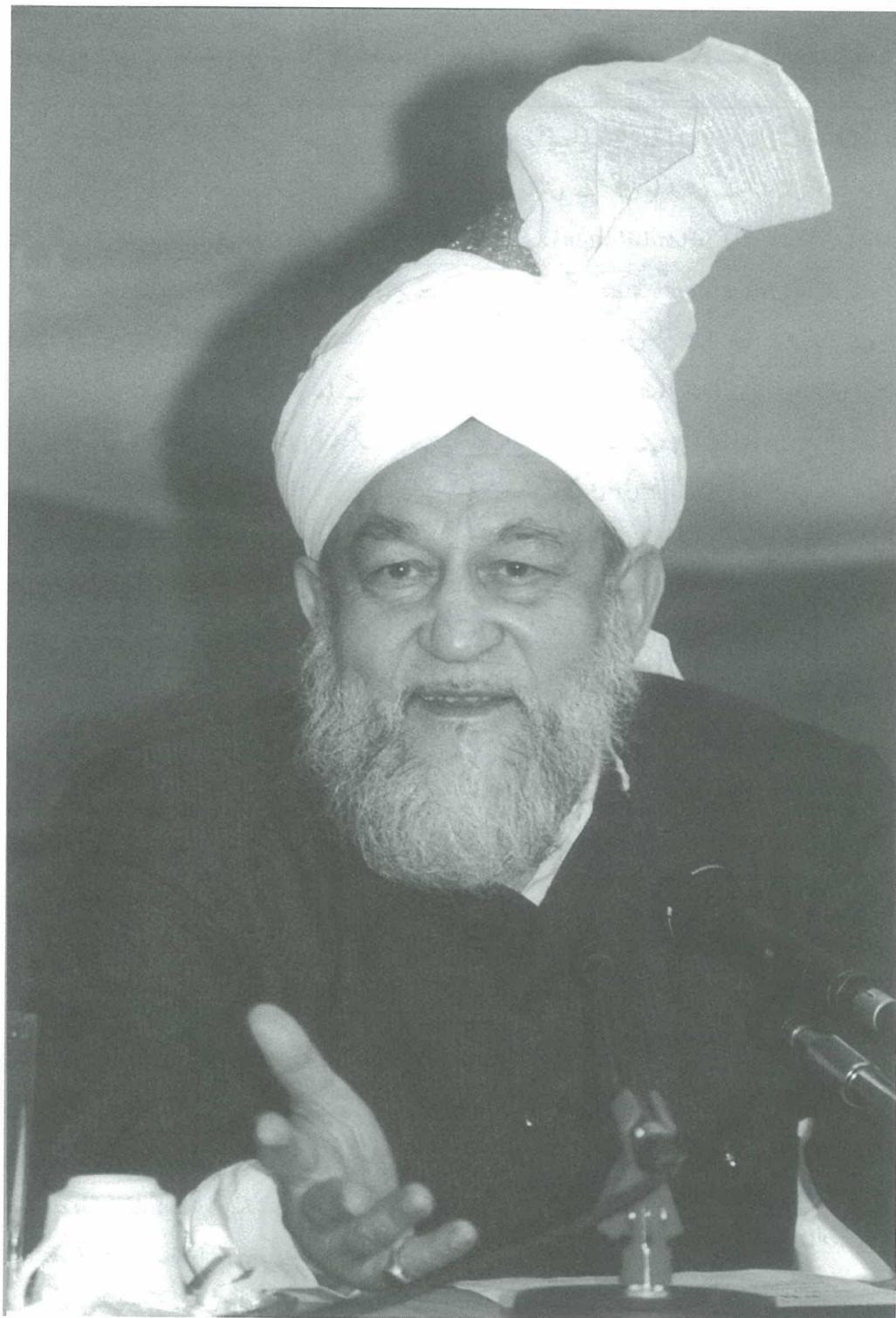
اُس کی صورت حسین، اس کی سیرت حسین

مغربی دنیا کے نامور عیسائی مصنف آئن ایڈم سن کی تصنیف A man of God حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کی شخصیت پر انگریزی میں لکھی گئی ایک انمول کتاب ہے۔ اس کا اردو ترجمہ ''ایک مردِ خدا'' مکرم چوہدری محمد علی صاحب ایم اے نے کیا ہے۔ ایک مردِ خدا میں سے حضور رحمہ اللہ کی سیرت پر مبنی انتخاب قارئین کے استفادہ کے لئے پیش کیا جا رہا ہے

کیا موج تھی جب دل نے جپے نام خدا کے
اک ذکر کی دھونی میرے سینے میں رما کر

ہستی باری تعالیٰ

''میں خدا کے حضور دُعا کرتا اور کہتا کہ اے خدا! اگر تو موجود ہے تو مجھے تیری تلاش ہے تو مجھے بتا کہ تو ہے کہیں ایسا نہ ہو کہ میں بھٹک جاؤں۔ کیا مجھ پر اس گمراہی کی ذمہ داری تو نہیں ہوگی؟ اور پھر سوچتا کہ شاید ہو بھی پھر میں دعا کرتا کہ ''اے خدا یہ ذمہ داری مجھ پر تو عائد نہیں ہونی چاہیے'' پھر ایک سہ پہر وہ ایک ایسے روحانی تجربے سے گذرے جس کی وجہ سے ہستی باری تعالیٰ سے متعلق سوال ان پر ہمیشہ کے لئے حل ہو گیا۔ وہ خود کہتے ہیں کہ اگر اس تجربے کو معروضی انداز سے جانچا جائے تو اُسے ہستیِ باری تعالیٰ کا بہت زبردست اور طاقتور ثبوت تو نہیں کہا جا سکتا لیکن انہیں یقین ہے کہ یہ جواب تھا اس دعا کا جو انھوں نے کی تھی۔ فرماتے ہیں ''یہ خواب اور بیداری کے درمیان ایک قسم کی نیم غنودگی کی سی کیفیت تھی میں نے دیکھا کہ ساری زمین سکڑ کر ایک گیند کی شکل اختیار کر گئی ہے جس پر دور دور تک کسی جاندار مخلوق کے کوئی آثار نظر نہیں آتے نہ زندگی کی چھل پہل ہے نہ ہی شہر ہیں نہ آبادیاں غرضیکہ کچھ بھی تو نہیں بس زمین ہی زمین ہے۔ کیا دیکھتا ہوں کہ اچانک زمین کا ذرّہ ذرّہ کانپنے لگا ہے اور ایک زناٹے سے پکار پکار کر کہہ رہا ہے ہمارا خدا! ہمارا خدا! ایک ایک ذرّہ اپنے وجود کی علّت غائی کا باآواز بلند اعلان کر رہا تھا، ساری کائنات ایک عجیب قسم کی روشنی سے بھر گئی۔ ایک ایک ذرّے اور ایک ایک ایٹم نے ایک سُر اور تال کے ساتھ پھیلنا اور سکڑنا شروع کیا میں نے محسوس کیا کہ ان کے ہمراہ میں بھی یہ الفاظ دہرا رہا ہوں اور کہہ رہا ہوں ہمارا خدا، ہمارا خدا'' (ایکمر دِ خدا صفحہ نمبر ۸۱، ۸۲، ۸۳)

میں تجھ سے نہ مانگوں تو نہ مانگوں کا کسی سے
میں تیرا ہوں تو میرا خدا میرا خدا ہے

ایک دفعہ کا ذکر ہے (حضرت) خلیفہ ثانیؓ اپنے اہل و عیال سمیت قادیان واپس آرہے تھے راستے میں پتہ چلا کہ گاڑی کا پٹرول تو ختم ہونے کو ہے اور پٹرول کے پیمانے کی سوئی صفر کے نشان تک پہنچ گئی ہے۔ دراصل انھیں چلتے وقت پٹرول لینا یاد نہیں رہا تھا۔ اب آدھا سفر ہو چکا تھا اور آدھا باقی تھا اور منزلِ مقصود یعنی قادیان تک راستے میں دُور دُور تک کسی پٹرول پمپ کا وجود تک نہیں تھا۔ (حضرت) خلیفہ ثانیؓ بچوں کو مخاطب کر کے فرمانے لگے بچو! آؤ ہم سب اللہ تعالیٰ کے حضور دُعا کریں کہ اے اللہ اس مشکل کو راستے کا روک نہ بنا اور اپنے خاص تصرّف سے ہمیں اسی طرح قادیان پہنچا دے میں وعدہ کرتا ہوں کہ جس کی دعا بھی قبول ہوئی میں اُسے قادیان پہنچ کر دو گیلن پٹرول اور کار کے استعمال کی اجازت دے دوں گا۔ ہوسکتا ہے یہ بات (حضرت) خلیفہ ثانیؓ نے سرسری طور پر ہماری تربیت کے لئے کہی ہو بہر حال ہوا یہ کہ صاحبزادہ طاہر احمد کے بھائی بہنوں نے تو کوئی خاص توجہ اس طرف نہیں دی لیکن کم سن طاہر احمد بڑی سنجیدگی اور یک سوئی سے اللہ کے حضور دُعا میں مشغول رہے یہاں تک کہ اسی حالت میں کار قادیان پہنچ گئی۔ قادیان پہنچے تو طاہر احمد بے اختیار پکار اٹھے ''ابّا جان میں مسلسل دعا کرتا رہا ہوں میں اس وقت سے دعا کرتا چلا آرہا ہوں جس وقت آپ نے دعا کے لئے فرمایا تھا'' چنانچہ (حضرت) خلیفہ ثانیؓ نے وعدے کے مطابق دو گیلن پٹرول اور کار کے استعمال کی اجازت دے دی اور طاہر احمد مزے سے سیر و تفریح کے لئے روانہ ہو گئے۔ (ایک مردِ خدا صفحہ نمبر ۷۷، ۷۸)

آپؒ فرماتے ہیں:۔ میری بہترین اور لذیذ ترین خوشیوں میں سے ایک خوشی مجھے اس وقت حاصل ہوتی ہے جب کوئی بچی یا بچہ قرآنِ کریم ناظرہ ختم کرتا ہے۔ جونہی بچہ قرآن کریم کی آخری آیت کی تلاوت ختم کرتا ہے تو میں بچے کے ہاتھ پر ہاتھ رکھ دیتا ہوں بچے کا ہاتھ بھی قرآن کریم پر رکھا ہوتا ہے دعائے ختم القرآن کے بعد میں نہایت سادہ زبان میں اس کا ترجمہ کرتا ہوں جسے بچہ بھی ساتھ ساتھ دہراتا چلا جاتا ہے

(ایک مرد خدا۔ صفحہ ۳۳۹۔۳۴۰)

دعوت الی اللہ

روزانہ بلاناغہ رات سونے سے پہلے اپنے احتساب کے عمل کو ایک فرض قرار دے لو اور تنہائی میں اپنی اب مساعی کی قدر و قیمت کا صحیح صحیح اندازہ لگانے کی کوشش کرو جو تم نے دن بھر میں اللہ تعالیٰ کا پیغام اوروں تک پہنچانے کے سلسلے میں کیں۔(ایک مردِ خدا صفحہ نمبر ۳۲۸)

آپ نے جماعت سے مطالبہ کیا کہ ''احمدیت کی دوسری صدی میں داخل ہونے کے لئے مجھے ایک لاکھ نئے احمدی درکار ہیں''۔ آپؒ نے فرمایا کہ ''اگرچہ نئی بیعتوں کی رفتار تیز ہوگئی ہے اور ان ممالک میں جہاں سے اسلام کا نام ونشان تک مٹ چکا تھا جہاں ابھی تک اسلام کی تبلیغ نہیں پہنچ پائی تھی وہاں اب یکے بعد دیگرے بہت سی نئی مساجد تعمیر کی جاچکی ہیں یا ان کی تعمیر نو جاری ہے اور اس میں شک نہیں کہ قرآن (کریم) کے نئی سے نئی زبانوں میں ترجمے کئے جارہے ہیں لیکن باایں ہمہ ہم یہ بھی جانتے ہیں کہ وقت کم ہے اور کام بہت۔ سستی اور سہل انگاری کے لئے کوئی جگہ نہیں، سرتوڑ محنت کریں۔ جماعت احمدیہ کو آئندہ دو سو سال میں ساری دنیا کو مشرف بہ اسلام کرنا ہے اور یادرکھیں کہ (حضرت) مسیح موعود (علیہ السلام) کی پیشگوئی کے مطابق ایسا ہو کر رہے گا۔(ایک مردِ خدا صفحہ نمبر ۲۵۵،۲۵۶)

؎ کل چلی تھی جو لیکھو پہ تیغ دعا
آج بھی اذن ہوگا تو چل جائے گی

اگرچہ (حضرت) امام جماعت احمدیہ نے جماعت کو بار بار تلقین کی کہ صبرو تحمل سے کام لیں لیکن ان مظالم پر جو امن پسند اور بے زبان احمدیوں پر توڑے جارہے تھے خود ان کے لئے خاموش رہنا ممکن نہ تھا چنانچہ انھوں نے لگی لپٹی رکھے بغیر ضیاء کی ان ظالمانہ حرکات پر صدائے احتجاج بلند کی اور اپنے خطبات میں مسلسل اس پر کڑی نکتہ چینی کی اور اس سے آڑے ہاتھوں لیا اور واشگاف الفاظ میں واضح کیا کہ یہ مظالم صرف احمدیوں ہی پر نہیں بلکہ سوچئے تو تمام اہل پاکستان پر بھی ڈھائے جارہے ہیں۔ فرمایا'' سارے پاکستان کو مجروح کررہے ہیں، تجارتوں کو تباہ کررہے ہیں، ملک کو شریف شہریوں سے محروم کررہے ہیں، رقابت کی آگ بھڑکا رہے ہیں، عداوتیں پیدا کررہے ہیں، خاندانوں کو تقسیم کررہے ہیں اور امن وسلامتی کو جس کا دوسرا نام اسلام ہے مسخ اور آلودہ کررہے ہیں۔ اگر تم نے ظلم وتعدی اور بدی کے ان راستوں کو ترک نہ کیا اور ان مذموم حرکات سے باز نہ آئے تو یادرکھو تم خدا تعالیٰ کے غضب سے نہیں بچ سکو گے اور مت بھولو کہ خدا کا غضب سخت ہیبت ناک ہوا کرتا ہے۔(ایک مردِ خدا صفحہ نمبر ۲۷۵،۲۷۶)

؎ دو گھڑی صبر سے کام لو ساتھیو! آفت ظلمت و جور ٹل جائے گی

حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے مظلوم احمدیوں کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا۔ ''جارحیت کا جواب جارحیت سے نہ دو۔ اپنی حفاظت ضرور کرو لیکن حملہ کرنے والوں پر حملہ مت کرو نہ جسمانی طور پر اور نہ ہی زبان سے۔ یادرکھو کہ (حضرت) مسیح موعود (علیہ السلام) نے پیشگوئی فرمائی تھی کہ ''تمہیں ستایا جائے گا اور تم پر ستم توڑے جائیں گے، گند اچھالا جائے گا لیکن اس کے ساتھ ساتھ یہ پیشگوئی بھی کی تھی کہ انجام کار جماعت احمدیہ ہی فتح یاب ہوگی''۔(ایک مردِ خدا صفحہ نمبر ۲۷۵)

؎ وقت کم ہے بہت ہیں کام چلو

لندن کی احمدی بچیوں نے ایک دفعہ سوال کیا کہ آپ صبح صبح کام شروع کرنے سے پہلے کس وقت بیدار ہوتے ہیں تو ایک کم سن بچہ بے اختیار چلا کر بولا ''میں بتاتا ہوں مجھے پورا پتہ ہے کہ حضور کب بیدار ہوتے ہیں۔ ''آپؒ صبح صبح تین بجے جاگتے ہیں کیونکہ تین بجے حضور کے مکان کی بتی

روشن ہو جاتی ہے مجھے اس کا پتہ تب چلا جب میں اپنے چچا جان کے ہمراہ پہرے کی ڈیوٹی دے رہا تھا، اس پر (حضرت) خلیفہ (رابع) مسکرائے اور کہنے لگے ''اچھا یہ بات ہے! اگر تم اسی طرح میرے راز افشا کرتے رہے تو مجھے تمھارے چچا جان سے بات کرنی پڑے گی'' سب جانتے ہیں کہ (حضرت) خلیفہ (رابع) رات بھر میں صرف تین گھنٹے آرام کرتے ہیں اور دن کے وقت دو مرتبہ تیس تیس منٹ لمبا قیلولہ۔ ایک سہ پہر کے وقت اور دوسرا ساڑھے چھ اور سات بجے شام کے درمیان۔ فرماتے ہیں ''میرے اندر بھی ایک طرح کا ٹائم پیس ہے جب چاہوں اس کا الارم مجھے عین وقت پر جگا دیتا ہے''، صبح کے وقت جب دفتر کھلتا ہے اور سیکرٹریان صاحبان دفتر میں پہنچتے ہیں تو ملاحظہ کی ہوئی ڈھیروں ڈاک کو اپنا منتظر پاتے ہیں، یہی روزانہ کا معمول ہے۔ ہفتے بھر میں صرف جمعہ کے دن اس میں کچھ فرق پڑتا ہے اس دن آپ خطبہ جمعہ کی تیاری کرتے ہیں۔ (صفحہ نمبر ۲۳۱۔۲۳۲)

عائلی زندگی

جب آپ خلافت کے منصب پر متمکن ہوئے تو باپ اور بیٹیوں کے انتہائی قُرب کے اس تعلق میں ایک لطیف قسم کی تبدیلی آ گئی۔ آپ کی ایک صاحبزادی نے بتایا کہ میں اپنی سہیلیوں سے کہا کرتی تھی کہ میرے ابا جان میرے بہترین دوست ہیں۔ ٹھیک ہے میرے بہترین دوست تو وہ اب بھی ہیں لیکن اب صورت حال وہ نہیں رہی۔ اب تو لاکھوں لوگ اس قرب کے تعلق میں میرے ساتھ شریک ہیں۔

آپ کی صاحبزادیوں کا کہنا ہے کہ ابا جان سے ہم اب بھی پہلی سی بے تکلفی سے بات چیت کر سکتی ہیں لیکن بایں ہمہ اب درمیان میں ایک ناقابل بیان قسم کا ہلکا سا حجاب ضرور حائل ہو گیا ہے۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ ہم ان کا پہلے سے بڑھ کر احترام کرنے لگی ہیں۔ نہیں ایسا نہیں ادب اور احترام تو ہم ان کا پہلے بھی بے حد کرتی تھیں لیکن اب وہ ہمارے ابا جان ہی نہیں خلیفہ وقت بھی ہیں۔ امر واقعہ یہ ہے کہ اب دو محبتیں اکٹھی ہو گئی ہیں۔ ابا جان سے محبت اور خلیفہ وقت سے محبت۔ (صفحہ نمبر ۲۱۸)

آپ کی صاحبزادی فرماتی ہیں۔ میں جب بھی ابا جان کے متعلق سوچتی ہوں تو حیران رہ جاتی ہوں۔ اللہ (تعالیٰ) نے ابا جان کو کتنی ذہانت اور کس قدر شائستہ اور لطیف حس مزاح سے نوازا ہے اور کیسی شگفتہ اور باغ و بہار قسم کی طبیعت عطا کی ہے۔ آپ کی موجودگی میں آپ کو مسکراتے ہوئے چہرے ہی نظر آئیں گے پاکیزہ قسم کی مزاح تو آپ کی فطرت ثانیہ ہے (صفحہ ۲۱۹) اگر ہم کبھی ابا جان کو ہنسی مذاق میں چھیڑتیں تو بڑے خوش ہوتے۔ ایک دفعہ یوں ہوا کہ میری بہن فائزہ نے سوائے ایک ٹافی کے ڈبے کی ساری ٹافیاں کھالیں اور ان کی جگہ بالکل انہی کی طرح کنکر لپیٹ انھیں اس صحیح سلامت اکلوتی ٹافی کے ہمراہ ڈبے میں رکھ کر ڈبہ ابا جان کی میز پر سجا دیا اور لگے ہاتھوں بڑا سا سوالیہ نشان بھی ڈبے پر لگا دیا۔ تھوڑی دیر بعد کیا دیکھتی ہیں کہ ڈبہ اپنی اصل جگہ پر واپس رکھ دیا گیا ہے لیکن اب کی بار اس کے ساتھ ایک پرچہ بھی منسلک تھا جس پر یہ الفاظ لکھے ہوئے تھے ''میں نے اپنے حصہ کی ایک ٹافی کھالی ہے باقی ٹافیاں آپ کھالیں''۔ غور سے دیکھا تو وہ اکلوتی ٹافی غائب تھی۔ (صفحہ ۲۱۲۔۲۱۳)

آپ کی دوسری صاحبزادی کہتی ہیں ''آپ مذاق کرتے وقت بھی کبھی مبالغہ آرائی اور غلط بیانی سے کام نہیں لیتے اور مذاق مذاق میں بھی سچ کا دامن ہاتھ سے نہیں جانے دیتے۔ آپ کچھ بھی کہیں کوئی بات بھی کیوں نہ ہو، آپ ہمیشہ سچ بولتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ہم آپ سے پورے اعتماد سے بات کر سکتے ہیں۔ آپ بہت کم کھاتے ہیں شروع ہی سے آپ کو چاق و چوبند رہنے کا شوق رہا ہے یہی وجہ ہے کہ آپ کھیلوں میں باقاعدگی سے حصہ لیتے رہے ہیں۔ آپ کا طریق یہ ہے کہ سیر ہونے سے پہلے ہی کھانے سے ہاتھ کھینچ لیتے ہیں خواہ آپ کا پسندیدہ کھانا ہی کیوں نہ ہو۔ لیکن اب یہ حال ہے کہ جس قسم کے تفکرات اور احساس ذمہ داری کے دباؤ کے تحت آپکو کام کرنا پڑتا ہے کبھی کبھار اس کا ہلکا سا اظہار کھانے کی میز پر بھی ہو جاتا ہے۔ آپ کھانے کو ہاتھ لگا کر چھوڑ دیتے ہیں اور گفتگو میں بھی کوئی حصہ نہیں لیتے۔ (صفحہ نمبر ۲۱۹۔۲۲۰)

آپ فرماتے ہیں کہ ”بیوی بچوں کے ساتھ بیٹھ کر میں دلی راحت اور اطمینان محسوس کرتا ہوں۔ روزمرہ کی عام سی معمول کی باتیں ہوتی ہیں۔ خاندان اور رشتہ داروں کی خیریت اور ان کی تازہ ترین دلچسپیوں اور معمولات کا ذکر ہوتا ہے، مختلف موضوعات پر ہلکے پھلکے رنگ میں تبصرہ ہوتا ہے لیکن میرے لئے سب سے پرسکون وہ چند ایک لمحات ہوتے ہیں جو سونے سے پہلے میسر آتے ہیں۔ اس وقت کسی قسم کا دباؤ نہیں ہوتا نہ ہی کوئی فیصلہ کن مرحلہ درپیش ہوتا ہے۔ ذہن میں ملے جلے سے کئی قسم کے خیالات آتے چلے جاتے ہیں اور چپ چاپ چشم تصور کے سامنے سے گذرتے چلے جاتے ہیں۔ (صفحہ ۲۲۳۔۲۲۴)

”تیری ہر اک ادا، ہنسنا ہنسانا کتنا پیارا تھا“

”چھوٹے بچوں سے مل کر بھی مجھے دلی سکون اور راحت حاصل ہوتی ہے۔ ان سے باتیں کر کے ان کی باتیں سن کر اور ان کی محبت اور معصومیت سے لبریز گفتگو سے دل پیار اور اطمینان سے بھر جاتا ہے اور پھر پھولوں سے بھی بیحد محبت ہے۔ جی چاہتا ہے کہ میرے چاروں طرف پھول ہی پھول ہوں۔ (از صفحہ ۲۲۴)

ٹیلی ویژن

ایک موقع پر انتخابِ خلافت سے پہلے آپ سے ٹیلی ویژن جیسے فضول مشاغل کا شکار ہونے کا سوال کیا گیا تو آپ نے کچھ یوں جواب دیا۔ ”نہیں میں ان مشاغل کا شکار نہیں ہوا، البتہ یہ بھی صحیح ہے کہ آپ کے نقطہ نظر اور میرے نقطہ نظر میں فرق ہے۔ میری سوچ آپ سے بہت مختلف ہے۔ میں یہ ماننے کیلئے تیار نہیں ہوں کہ ٹیلی ویژن میں فقط خرابی ہی خرابی ہے کوئی خوبی سرے سے ہے ہی نہیں۔ میں تسلیم کرتا ہوں کہ ٹیلی ویژن پر دکھائے جانے والے کچھ پروگرام یقیناً نامناسب ہوتے ہیں لیکن اگر آپ ٹیلی ویژن پر مکمل قدغن لگا دیں اور اسے دیکھنا ممنوع قرار دے دیں تو جانتے ہیں کیا ہوگا؟ ذرا سوچئے تو سہی کیا اس صورت میں ہم نوجوانوں کی فطرت کے خلاف اعلان جنگ نہیں کر رہے ہونگے؟ اگر بچوں کے لئے اپنے گھر میں ٹیلی ویژن دیکھنا شجرہ ممنوعہ بن جائے تو وہ اسے اپنے گھر میں دیکھنے کے بجائے کسی ہمسائے کے گھر میں جا کر دیکھ لیں گے اس طرح سے ہم انھیں منافقت اور دوگلے پن کی تربیت دے رہے ہونگے اور بچے ماں باپ کی نظریں بچا کر ایک مجرمانہ احساس کے ساتھ چوروں کی طرح اپنے جذبات کی تسکین کے سامان تلاش کرنے لگیں گے۔ ظاہر ہے کہ یہ ایک نہایت خطرناک راستہ ہے جس پر قدم مارنے کے نتائج بھیانک اور افسوسناک ہو سکتے ہیں۔ کیا یہ بہتر نہ ہوگا کہ میں اپنے بچوں کو اپنے گھر میں اپنی نظروں کے سامنے ٹیلی ویژن دیکھنے کی اجازت دے دوں تاکہ ضرورت پڑنے پر میں ان کی راہنمائی کر سکوں اور بچے بھی جب چاہیں مجھ سے مشورہ کر سکیں۔ (ایک مرد خدا صفحہ نمبر ۲۳۶، ۲۳۷)

پردہ ہے روایت عصمت کی پردہ ہے علامت عفت کی

پردے کے متعلق اکثر سوال کیا جاتا ہے مثلاً برقعہ یا نقاب کے متعلق آپکی کیا رائے ہے؟ کیا آپ امید کرتے ہیں کہ یورپ اور افریقہ کی خواتین سر اور چہرے کو ڈھانپنے کے لئے یکساں وضع قطع اور ڈیزائن کا نقاب استعمال کر سکیں گی؟ جواب۔ ”نقاب اور اس کے ڈیزائن کوئی بنیادی حیثیت نہیں رکھتے۔ بنیادی اصول جو قرآن کریم میں بیان کیا گیا ہے وہ صرف یہ ہے کہ خواتین اپنے لباس کے بارے میں تقویٰ سے کام لیں اور شرم و حیا اور پاکدامنی کو ملحوظ خاطر رکھیں۔ ایسا لباس نہ پہنیں جس سے دیکھنے والے مرد کے دل میں ہیجان اور برے خیالات پیدا ہوں۔ ظاہر ہے کہ اس قسم کے لباس کو تقویٰ کا لباس نہیں کہا جا سکتا۔ لباس کی وضع قطع اور تراش خراش اگر خوف خدا اور تقویٰ کی چار دیواری کے اندر رہتی ہے تو لباس کوئی سا بھی ہو درست ہوگا۔ اس کے علاوہ کوئی پابندی نہیں بلکہ اس کے بعد تو یہ سوال ہی پیدا نہیں ہوگا کہ عورت کس قسم کا لباس پہنے اور اس کا ڈیزائن کیا ہو۔ (صفحہ ۴۱۶۔۴۱۷)

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

’’محبت سب کے لئے نفرت کسی سے نہیں نہیں‘‘

یہ نعرہ اور (پیغام) حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے جماعت احمدیہ کو دیا۔ آپؒ نے فرمایا ’’میں وثوق سے کہہ سکتا ہوں کہ ہر احمدی صدق دل سے اس پیغام پر یقین رکھتا ہے یعنی محبت سب کے لئے نفرت کسی سے نہیں۔ دراصل یہی وہ مقام ہے جہاں صحیح ایمان کا آغاز ہوتا ہے۔ پھر فرمایا۔ ’’لیکن اگر کوئی شخص برائی سے باز نہ آئے تو اس سے محبت آسان نہیں ہوتی کیونکہ بلآخر برا اور برائی ایک ہو کر رہ جاتے ہیں اور دونوں میں تمیز مشکل ہو جاتی ہے۔ ان حالات میں ہم پر فرض عائد ہو جاتا ہے کہ ہم اللہ کے حضور دعا کا سہارا لیں اور اس کے حضور عاجزانہ التجا کریں وہ برے کو برائی سے نجات دے دے۔ لیکن اگر برا برائی سے باز نہ آئے تو پھر اس کا معاملہ اللہ پر چھوڑ دیں جو اس کے احتساب کے لئے کافی ہے‘‘۔ (ایک مرد خدا صفحہ نمبر ۲۴۱،۲۴۲)

وہ یوں بھی تھا طبیب، یوں بھی طبیب تھا

مصنف لکھتا ہے کہ چودہ سال کی عمر تک حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ہومیو پیتھی کو کوئی اہمیت نہیں دیتے تھے۔ چنانچہ فرماتے ہیں

’’سکول کے زمانے میں میں نے جو سائنس پڑھی تھی اس کی وجہ سے اتنا تو میں بھی جانتا تھا کہ ہومیو پیتھک ادویات میں دوائی کی مقدار نہ ہونے کے برابر ہوتی ہے لیکن دل نہیں مانتا تھا کہ دوائی اس موہوم شکل میں مؤثر بھی ہو سکتی ہے۔ مثال کے طور پر کسی دوائی کا ایک قطرہ بالفاظ دیگر ایک اکائی لیں اور اس کی داہنی طرف ساٹھ صفر لگا دیں اب اس نئے آمیزے میں سے ایک قطرہ لیں یہ ہومیو پیتھک لحاظ سے دوائی کی ۳۰ ڈگری کی پوٹینسی یا طاقت ہوگی۔ دوائی کی مقدار تو بس اتنی ہوگی جیسے ریت کے ٹیلے میں ایک ذرہ۔ باقی سب ملاوٹ۔ میں سمجھتا تھا کہ اتنی ملاوٹ کے بعد دوائی میں کتنی جان رہ سکتی ہے۔ تاثیر تو بالکل خارج از امکان نظر آتی تھی یہی وجہ تھی کہ میں نے شروع شروع میں ہومیو پیتھی کی طرف چنداں توجہ نہیں دی لیکن ہم بیمار پڑے تو (حضرت) والد محترم ہمارے لئے ایلو پیتھک اور ہومیو پیتھک دونوں قسم کی ادویہ تجویز فرمایا کرتے تھے۔ جب ہم صحت یاب ہو جاتے تو نہیں کہہ سکتے تھے کہ فائدہ کس دوا سے ہوا بچپن میں مجھے شدید قسم کا سر درد ہوا کرتا تھا۔ اسپرین کا اس پر کوئی اثر نہیں ہوتا تھا۔ اس کی پانچ چھ ٹکیاں کھانے پر بھی درد کم نہیں ہوتا تھا۔ انتہائی سخت قسم کہ صرف ایک دوائی فائدہ کرتی تھی جسے والد محترم کلکتے سے منگایا کرتے تھے، ایک دفعہ مجھ پر سر درد کا خوفناک حملہ ہوا، میں بستر پر دراز تھا اور درد کے مارے سخت بے چین تھا والدہ محترمہ بھی میرے پاس موجود تھیں اور بے بسی سے میری حالت زار کو دیکھ رہی تھیں۔ انھوں نے خادمہ کو (حضرت) والد صاحب کی خدمت میں وہی کلکتے والی درد کش دوائی لانے کے لئے بھیجا۔ جواب ملا کہ دوائی تو ختم ہو چکی ہے اس کی جگہ ہومیو پیتھک دوائی بھجوا رہا ہوں میں نے سوچا کہ اس سے کیا ہوگا لیکن تکلیف شدید تھی۔ والدہ محترمہ دوائی چمچے میں لئے منتظر تھیں مرتا کیا نہ کرتا بدلِ نخواستہ دوائی نگل لی۔ مہر مادری سے مجبور (حضرت) والدہ صاحبہ میرے پاس تشریف فرما تھیں، پوچھنے لگیں بتاؤ اب سر درد کا کیا حال ہے؟ میں جواب دینے لگا تو کیا دیکھتا ہوں سر درد ختم ہو چکا ہے یوں لگا جیسے ابھی ہوا اور ابھی غائب بھی ہو گیا۔ صحت یاب ہونے پر میں نے مسئلہ پر غور کرنا شروع کیا (صفحہ نمبر ۴۰۱۔۴۰۲)۔ چنانچہ اس خوشگوار تجربے کے بعد میں نے محسوس کیا کہ ہومیو پیتھی میں کچھ نہ کچھ خوبی یقیناً موجود ہے (صفحہ ۴۰۳) بتدریج میرے علم میں اضافہ ہوتا چلا گیا (۴۰۴) میں نے انتہائی توجہ اور سرگرمی سے مطالعہ جاری رکھا۔ کبھی کبھی ساری ساری رات آنکھوں میں کٹ جاتی اور میں بیٹھا سوچا کرتا کہ جس مریض کو دیکھا تھا وہ کل آئے گا تو اس کے لئے کونسی دوئی تجویز کرنی ہوگی۔ اب تو یہ حال ہے کہ مریض کو دیکھتے ہی فیصلہ کر لیتا ہوں کہ اس کے لئے کونسی دوائی مناسب رہے گی؟ یہ کیفیت راتوں رات پیدا نہیں ہوئی۔ یہ چالیس سال

پر محیط لمبے تجربے اور مطالعہ کا نتیجہ ہے۔ اللہ کے فضل سے اب میرا تجربہ وسیع ہو چکا ہے لیکن یہ اور بات ہے کہ مریض سامنے موجود نہ ہو اور صرف خط کے ذریعے مرض کی تفاصیل بتائی جائیں۔ اس قسم کے خط دنیا کے کونے کونے سے آتے ہیں۔ ڈاکٹر حضرات بھی مجھ سے ذاتی طور پر ان مریضوں کے متعلق جنہیں وہ لاعلاج قرار دے چکے ہوں، مشورہ کرتے رہتے ہیں کیونکہ انھوں نے سن رکھا ہے کہ میں نے ماضی میں بڑے کامیاب علاج کئے ہیں۔ ایسے مریض جن کے مرض کو مہلک قرار دیا جا چکا تھا اور جن کے بچنے کی کوئی امید نہیں رہی تھی خدا تعالیٰ کے فضل سے آج بھی زندہ ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ ہمیں تعصب سے الگ رہ کر حقائق کی بناء پر اپنی رائے قائم کرنی چاہئے۔ ہومیوپیتھی کے بارے میں بھی حقائق اور شواہد کو پیش نظر رکھ کر فیصلہ کرنا چاہیے۔ ہمارے اپنے دفتر میں ان حقائق کی ایک لمبی فہرست موجود ہے جس کے ساتھ ڈاکٹروں اور مریضوں کے بیانات بھی شامل ہیں۔ ہم تمام نسخوں کا جو یہاں تجویز کئے جاتے ہیں باقاعدہ ریکارڈ رکھتے ہیں۔ (ایک مرد خدا صفحہ نمبر ۴۰۵، ۴۰۶)

اچھا کھانا

ان کے نزدیک ایک اچھے کھانے کی اولین شرط یہ ہے کہ اس میں نمک مرچ وغیرہ کا متوازن امتزاج ہو۔ وہ خود کہتے ہیں ”کھانا نہ تو زیادہ مرغن ہو بلکہ جس قدر کم مرغن ہو اتنا ہی اچھا ہے، نہ ہی حد سے زیادہ خشک ہو اور اگر خشک ہو تو فقط اتنا جتنا خوب سنکا ہوا مرغ کا تکہ۔ ادھ سنکا نہیں۔ لیکن دراصل نمک مرچ وغیرہ کا توازن ہی سب سے زیادہ ضروری ہے اور اس کے ساتھ ساتھ آپ میں یہ مہارت بھی ہونی چاہئے کہ آپ کھانا پکاتے وقت بعض کھانوں کی مخصوص بو کو مار سکیں۔ جب میں گوشت یا مچھلی پکاتا ہوں تو کوشش کرتا ہوں کہ ان کی منفرد بو کو ختم کر دوں کیونکہ اور لوگوں کی طرح بعض کھانوں کی بو مجھے پسند نہیں۔ (ایک مرد خدا صفحہ نمبر ۱۲۶)

عہدِ زرّیں

خیال و خواب میں ہر دم تیری تصویر دیکھیں گے
جو پھیلائی ہے تو نے علم کی تنویر دیکھیں گے

کبھی تڑپیں گے ہم سُن کر تیری پُر جوش تقریریں
نگاہ شوق سے گاہے تیری تحریر دیکھیں گے

لکھا جو نام دل پر وہ مٹایا جا نہیں سکتا
میرا طاہر کبھی ہم سے بھلایا جا نہیں سکتا

نگاہوں سے چھپے گا تو، دلوں میں تیرا گھر ہوگا
عجب تیرا سفر ہوگا، عجب تیرا حضر ہوگا!

مکرم عبدالسلام صاحب کی طویل نظم ”عہدِ زریں“ سے انتخاب
روزنامہ الفضل ربوہ ۷ مئی ۲۰۰۳ء

بقیہ زلزلہ سا آ گیا اک رو پڑی شامِ اجل

خاک میں کیا صورتیں ہوں گی کہ پنہاں ہو گئیں

وہ قافلہ مسافت ہجر کا سالارِ کارواں تو کب سے اس شام کا حوالہ دیتے ہوئے ہمیں پکار پکار کر کہہ رہا تھا۔

وقت کم ہے بہت ہے کام چلو
ملگجی ہو رہی ہے شام۔ چلو

خدا تعالیٰ اس پیارے وجود پر اپنی بے شمار رحمتیں نازل فرمائے۔ وہ کل بھی ہمارے ساتھ تھے اور آج بھی ہمارے ساتھ ہیں۔ ہر زمانہ ان کا زمانہ اور ہر دوران کا دور ہے۔

؎ خدا رحمت کند ایں عاشقانِ پاک طینت را

(طیبہ زین ہناؤ)

ہر سلسلہ تھا اُس کا خدا سے ملا ہوا　چپ ہو کہ لب کشا ہو، بلا کا خطیب تھا

یہ ان خطابات کا سلسلہ ہے جو حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے جرمنی تشریف آوری کے موقع پر خواتین سے فرمائے۔ ان کے اقتباسات دیئے جا رہے ہیں

عظیم الشان قربانیوں کی دلگداز داستان

گزشتہ جلسہ سالانہ UK پر میں نے عموماً ان خواتین کا ذکر کیا تھا۔ جن کے قریبی شہید ہوئے یا باپ شہید ہوئے یا بھائی یا بیٹے۔ اپنی آنکھوں سے وہ واقعات دیکھے یا قریب ہی تھیں اور ان تک پہنچنے کی طاقت نہیں تھی۔ لیکن بہت گہرے صدمے میں سے وہ خود گزری ہیں۔ اور کیا ان کے دلوں پر کیفیات گزریں۔ کس طرح انہوں نے صبر کی توفیق پائی، بہت ہی دردناک واقعات تھے جن کا میں نے گزشتہ جلسے پر ذکر کیا تھا یعنی یو۔ کے کے جلسے پر۔ اب آپ کے لئے نسبتاً کم درجے کے واقعات چنے ہیں۔ یعنی شہداء کے ذکر کے نہیں بلکہ احمدی خواتین جب فسادات میں سے گزریں اور مختلف ملک کے حصوں میں ان فسادات نے کیا شکل اختیار کی؟ بے سہارا احمدی خواتین اور چھوٹے چھوٹے بچوں پر کیا گزری۔ ان کی زبان ہی سے یہ باتیں میں آپ کے سامنے رکھنا چاہتا ہوں۔ تا کہ آپ کو معلوم ہو کہ جماعت احمدیہ کی تاریخ کتنی عظیم قربانیوں کے ساتھ لکھی جا رہی ہے۔ یا شہداء کا خون ہے یعنی آسمان پر جماعت احمدیہ کی قربانیوں کے لکھنے کے لئے روشنائی کا کام دیتا ہے۔ یا مظلوم اور بے سہارا عورتوں کی دعاؤں میں گرنے والے آنسو ہیں جن سے یہ کہانی رقم ہو رہی ہے۔

(بر موقع جلسہ سالانہ جرمنی ۲۶ اگست ۱۹۹۴ء بمقام ناصر باغ گروس گیراؤ)

تو وہ جماعتیں جو تبلیغ میں مصروف ہوں، اللہ کے کام میں مصروف ہوں۔ اور اللہ سے مدد لینے میں غافل ہوں۔ تو ان کی حالت تو بہت قابل رحم ہے۔ خدا کی خاطر وقت خرچ کر رہے ہیں، محنت کر رہے ہیں، کام اس کا ہے مگر مدد کے لئے اس کو نہیں بلاتے، حالانکہ اس کی مدد کے بغیر کوئی کام بھی ممکن نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ایک اپنا نظام بھی جوابی کاروائی کا بنا رکھا ہے۔ اور اس جوابی کاروائی کے نظام کا دعا سے تعلق ہے۔ جب مومن خدا کو پکارتا ہے تو ایک نظام ہے جو پہلے ہی سے موجود ہے وہ متحرک ہو جاتا ہے۔ اس نظام کا ذکر ان آیات میں ہے جن کی میں نے آپ کے سامنے تلاوت کی۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ ''انھم یکیدون کیداً واکید کیداً۔ فمھل الکافرین امھلھم رویداً'' (سورۃ طارق) کہ میں جانتا ہوں کہ دشمن تدبیریں کر رہے ہیں اور بڑی بڑی تدبیریں کر رہے ہیں۔ ''یکیدون کیداً'' کا مطلب ہے بڑی زبردست تدبیریں کر رہے ہیں۔ ''واکید کیداً'' میں بھی تدبیر کر رہا ہوں۔ ''فمھل الکافرین امھلھم رویداً'' کافروں کو اپنے حال پر تھوڑی دیر کے لئے چھوڑ دے اور دیکھ کہ پھر میری تدبیر کیا نتیجہ ظاہر کرتی ہے۔ یہاں بسا اوقات پڑھنے والے کو یہ دھوکہ لگتا ہے کہ اللہ تعالیٰ فرما رہا ہے کہ کام چھوڑ دو۔ اور ایک طرف بیٹھ رہو اب اللہ کے اوپر معاملہ جا پڑا ہے۔ ہرگز یہ مراد نہیں ہے۔ مراد یہ ہے کہ اول تو مخاطب آنحضرت ﷺ ہیں اور آنحضرت ﷺ کا تو ایک لحمہ بھی غفلت کا لحمہ نہیں تھا۔ دن رات جو کچھ بھی طاقت میں تھا۔ خدمت دین میں جھونک رکھا تھا۔ اپنی جان، مال، عزت ہر چیز فدا کر دی تھی۔ خدا کی خاطر ایک لحمہ بھی آپ کا ضائع نہیں ہو رہا تھا۔

پس دعا کے ذریعے اس الٰہی نظام کو متحرک کرنا مومن کے لئے از بس ضروری ہے۔ اس کی بقاء کے لئے ضروری ہے۔ اس کے تبلیغی پروگرام کو کامیابی سے آخر تک پہنچانے اور سمیٹنے کے لئے، جو پھل ملتے ہیں ان کو سمیٹنے، ان کی حفاظت کے لئے ضروری ہے کہ انسان دعا کے ذریعے اللہ تعالیٰ سے ان کاروائیوں کی التجا کرتا رہے جن کا مومن کی کوشش سے کوئی تعلق نہیں۔ ''امھلھم رویداً'' کا مطلب ہے تیری کوششوں کا ان باتوں سے کوئی تعلق نہیں ہوگا۔ جب خدا کی تدبیر ظاہر ہوگی تو تمہیں حیران کر دے گی کہ کیسے وہ واقعہ رونما ہوا۔ (26 اگست 1994ء بمقام ناصر باغ، جرمنی)

(الفضل انٹرنیشنل ۳۱ تا ۹ نومبر ۱۹۹۵ء) ☆☆☆

امن صرف اللہ کی حفاظت میں ہے اللہ کے پیار میں ہے

جب بھی روحانی قومیں، جب بھی مذہبی قومیں دنیا میں ترقی کرتی ہیں۔تو ان کی ترقی کے ساتھ حسد کی آگ ضرور بھڑکتی ہے۔اور ملک کا نام چاہے کوئی بھی ہو، خواہ وہ مشرق کا ملک ہو، خواہ مغرب کا ملک ہو، جب بھی اللہ تعالیٰ کے فضل کے ساتھ الٰہی جماعتیں نشو نما پاتی ہیں، تو ان پر مظالم ہوتے ہیں اور بہت سخت مظالم ہوتے ہیں۔یورپ کی زمین بھی اس بات پر گواہ ہے کہ مذہب کے نام پر یہاں بہت شدید مظالم کئے گئے ہیں۔پس آپ امن میں نہیں ہیں۔اگر یہ سمجھتی ہیں کہ آپ ہمیشہ کے لئے دنیا کے مظالم کے ہاتھوں میں آچکی ہیں تو یہ غلط خیال ہے۔امن صرف اللہ کی حفاظت میں ہے۔اللہ کے پیار میں ہے۔اللہ ہی کی محبت ہے جو آپ کے امن کی ضمانت دے سکتی ہے۔اس کے سواہ کوئی ملک، کوئی قوم، کسی بڑی قوم کے ساتھ دوستی اور تعلقات آپ کے امن کی ضمانت نہیں ہیں۔کیونکہ وہ زمانہ جرمنی پہ بھی آسکتا ہے، انگلستان پہ بھی آسکتا ہے، یورپ کی دوسری قوموں پر بھی، فرانس پر اور سپین پر، سوئیزرلینڈ پر یہ زمانے آسکتے ہیں۔مگر وہی ان زمانوں کو دیکھیں گے، جو ترقی کریں گے اور جن کی ترقی اس تیز رفتاری کے ساتھ ہونی شروع ہو جائے گی کہ قومیں سمجھیں گی کہ اب یہ غالب آنے والے ہیں۔

اگر احمدی مائیں اس نصیحت پر عمل کریں تو پھر احمدیت کو دنیا میں کوئی طاقت نقصان نہیں پہنچا سکتی۔کیونکہ ایسی مائیں ہی ہیں جو اپنے دودھ میں بچوں کو قربانیوں کی تمنائیں پلاتی ہیں، شہادت کی آرزوئیں پلاتی ہیں اور صبر و استقامت کے راز پلاتی ہیں۔اور ایسی ماؤں کے بچے ہمیشہ قوموں کی زندگی کا موجب بنا کرتے ہیں۔(الفضل انٹرنیشنل ۱۰ تا ۱۶ نومبر ۱۹۹۵ء)

قناعت انتہائی ضروری صفت ہے جسے احمدی مردوں اور عورتوں کو اپنانا چاہئے۔میں نے بہت سے ایسے غریب دیکھے ہیں جو قناعت پر قائم رہتے ہیں اور اللہ تعالیٰ ان کی سفید پوشی کا بھرم رکھتا ہے۔ان کو بھی کسی سے مانگنے کی ضرورت نہیں پڑتی اور اگر قرض لیتے ہیں تو اتنا لیتے ہیں جسے واپس کر سکتے ہیں۔اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کے اموال میں برکت ڈالتا ہے ان کے لئے غیب سے امداد کے سامان فرماتا ہے اور ان کی دعائیں قبول فرماتا ہے۔

پس خدا سے تعلق قائم کرنا نفس کی سچائی کو چاہتا ہے دل کا تقویٰ ہے جو دراصل ہر قسم کے مبارک پھل آسمان سے عطا کرتا ہے۔آپ دل کی متقی ہو جائیں، دل کی صاف ہو جائیں، اللہ تعالیٰ سے ٹیڑھی ہوشیاری کی باتیں کرنا چھوڑ دیں، صاف ستھری بات اتنی ہی کریں جو آپ کر سکتی ہوں پھر دیکھیں خدا کس طرح اپنے فضل کے ساتھ آپ پر جلوہ گر ہوگا، ہمیشہ آپ کے ساتھ ہوگا۔آج مغرب کی دنیا کو زندہ کرنے کے لئے ایسی احمدی خواتین کی ضرورت ہے، جو خدا کے تعلق کے ذریعے خود زندہ ہو چکی ہوں کیونکہ زندہ ہی ہیں جو مردوں کو زندگی بخش سکتے ہیں۔اگر آپ کے دل زندہ نہ ہوئے اگر خدا آپ کے دلوں کے صحنوں میں جلوہ گر نہ ہوا تو پھر ماحول کے اندھیروں کو آپ دور نہ کر سکیں گی۔اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق عطا فرمائے۔(بتاریخ 11 ستمبر 1993ء بر موقع جلسہ سالانہ (مستورات) جرمنی، بمقام ناصر باغ، گروس گیراؤ)

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

یہ غریب اور کمزور احمدی خدا کی خاطر بڑی بڑی قربانیاں دے کر آئے ہیں، اور ہر قربانی پر ثابت قدم رہے ہیں

بعض دفعہ یورپ کے احمدی پاکستان سے آئے ہوئے غریب اور ایسے طبقے سے تعلق رکھنے والے احمدیوں سے پریشان ہوتے ہیں، جن کی عادتیں ان سے بالکل مختلف ہیں۔جن کا علم بھی کم ہے جن کی تہذیب ترقی یافتہ نہیں ہے، اور وہ حیران ہوتے ہیں کہ ان میں تو بہت سی برائیاں بھی ہیں، پھر ان کو کیوں خدا نے چن لیا ہے؟ وہ یہ بات بھول جاتے ہیں کہ یہ غریب اور کمزور احمدی خدا کی خاطر بڑی بڑی قربانیاں دے کر آئے ہیں، اور ہر قربانی پر ثابت قدم رہے ہیں، اور اتنی عظیم مثال وفا کے ساتھ انتہائی تکلیفوں میں صبر

کے ساتھ دن گزار کر اپنے ایمان پر رہنے کی انہوں نے قائم کی ہے کہ ایسی مثال تاریخ عالم میں کم دکھائی دیتی ہے۔ پس میں جانتا ہوں کہ ان میں کمزوریاں بھی ہیں، ان میں غفلتیں بھی ہیں، تہذیبی تقاضے بھی پورے نہیں کرتے۔ لیکن ہیں ایسے خدا کے بندے جن کی وفا آزمائی جاچکی ہے اور اللہ تعالیٰ ان کی کمزوریوں سے اس وجہ سے صرف نظر فرماتا ہے۔ خدا کرے کہ یہ کمزوریاں بھی دور ہو جائیں اور انہی گوڈریوں میں وہ لعل پیدا ہوں جن پر خدا اپنے جلوے دکھائے اور خدا کے نور سے وہ لعل چمکتے رہیں۔ اور تمام دنیا اس بات کی گواہ ہو جائے کہ ان میں کوئی بات تھی۔ جس کی وجہ سے خدا نے ان سے پیار کیا ہے۔ یہ بے وجہ خدا کے انعامات نہیں تھے، جوان پر نازل ہو رہے ہیں۔ (خطاب بتاریخ 11 ستمبر 1993ء بر موقع جلسہ سالانہ (مستورات) جرمنی، بمقام ناصر باغ، گروس گیراؤ)

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

مغرب و مشرق کی تفریق

قرآن کریم نے جو معاشرہ پیدا فرمایا ہے۔ جس کی تفصیل حضرت محمد ﷺ کے ارشادات میں ملتی ہے۔ اس کی مرکزی روح یہ ہے کہ عورت جو سنگھار کرنا چاہتی ہے۔ خدا تعالیٰ نے اس کو فطرتاً نرم بنایا ہے، جاذب بنایا ہے، پر کشش بنایا ہے۔ وہ مزید اضافوں کے ساتھ اس طرح باہر نہ نکلے، کہ سوسائٹی پر ایک ابتلاء لے آئے اور ہر بری آنکھ اس پر اور بھی بری نیت سے پڑنے لگے۔ خواہ وہ عورت کا مدعا یہ ہو یا نہ ہو کہ لوگ مجھے دیکھیں اور میری طرف مائل ہوں اور میں اسی طرح ان کا جواب دوں۔ لیکن جہاں تک سوسائٹی میں ایک ہیجان پیدا کرنے کا تعلق ہے، جہاں تک دلوں میں ایک آگ بھڑکانے کا تعلق ہے، یہ عورت اس آگ کو لگانے میں کامیاب ہو جاتی ہے اور پھر اس کے نتیجے میں بہت سی معصوم عورتیں نقصان اٹھاتی ہیں۔ کیونکہ ایسی سوسائٹی جہاں بلا ارادہ مردانہ جذبات سے کھیلا جائے اور انہیں انگیخت کیا جائے خواہ وہ انگیخت کرنے والی تیلی لگا کر ایک طرف ہٹ جائے، مگر ایسی سوسائٹی میں پھر عورتوں پر حملے، ان کے بے عزتی، ان پر ظلم و ستم کی جو واردات ہوتی ہیں ان کی وہ عورتیں ذمہ دار ہیں۔ جنہوں نے سوسائٹی میں ہیجان پیدا کیا ہے۔

پس آنحضرت ﷺ نے جو نقشہ کھینچا ہے وہ بالکل درست ہے۔ آج کل کی دنیا میں بھی جو خصوصیت کے ساتھ پہلے مغربی دنیا میں باتیں پائی جاتیں تھیں، اب وہ مشرقی دنیا میں بھی اسی زور شور سے پائی جاتی ہے۔ یہاں تک کہ مغرب و مشرق کی تفریق اٹھ گئی ہے۔ اس میں جنسی بے راہ روی کا جہاں تک تعلق ہے۔ اس جنسی بے راہ روی میں عورت کا کردار غیر معمولی طور پر نمایاں ہے۔ باوجود اس کے کہ مردوں کا کردار نمایاں دکھائی دے رہا ہے۔ اگر ایک ایسی سوسائٹی ہو جہاں پردے کا احترام ہو، جہاں حیاء ہو، جہاں بے وجہ مردوں کے جذبات سے نہ کھیلا جائے اور ان کی دبی ہوئی آگوں کو بھڑکایا نہ جائے ایسی جگہ میں اس قسم کے واقعات یا تو ہوتے ہی نہیں یا بالکل نہ ہونے کے برابر ہوتے ہیں۔ (خطاب بر موقع جلسہ سالانہ مستورات بتاریخ 8 ستمبر 1995ء، بمقام من ہائم، جرمنی)۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

بچوں کی تربیت کے لئے قناعت لازم ہے

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کا لجنہ اماء اللہ جرمنی سے خطاب بر موقع جلسہ سالانہ جماعت احمدیہ جرمنی بتاریخ ۲۲ اگست ۱۹۹۸ء بمطابق ۲۲ ظہور ہجری شمسی بمقام مئی (Mai) مارکیٹ من ہائیم، جرمنی

جرمنی میں بچوں کی تربیت کے لئے قناعت لازم ہے اور قناعت کا جو مضمون لغت سے ثابت ہوا ہے اور اس مضمون کی آیات بھی ملتی ہیں اور روایات بھی ملتی ہیں اور اس کے نتیجے میں قناعت کا مضمون آج آپ کے لئے بہت برمحل ہے اور جیسا کہ میں لغت کے استعمال سے ابھی آپ کو دکھاؤں گا لفظ قناعت تو ایسے معنے رکھتا ہے کہ جو بے حد، بہت ہی متفرق جگہوں پر اطلاق پاتے ہیں اور ان کا خصوصی تعلق خواتین سے ہے

اس سائل کو قانع کہتے ہیں جو اسے جو کچھ دیا جائے اس پر راضی ہو جائے پس اس سلسلہ میں آپ اپنے بچوں کی تربیت اس طرح کریں کہ ان کو جو

کچھ آپ دیں اس پر وہ راضی ہو جایا کریں اور پیچھے پڑ کر مانگنے کی عادت نہ ہو کیونکہ بچوں کو علم ہونا چاہئے کہ مائیں ان کو جو کچھ دیتی ہیں وہ اپنی طاقت کے مطابق دیتی ہیں استطاعت کے مطابق دیتی ہیں پس اس سے بڑھ کر ان سے مطالبہ کرنا ویسے ہی حماقت ہے اور خواہ مخواہ تکلیف میں ڈالنے والی بات ہے کیونکہ بچے جب اس سے بڑھ کر مطالبہ کرتے ہیں جو ماؤں کے پاس ہے اس کا لازمی نتیجہ نکلتا ہے کہ مائیں پھر جائز ناجائز کا فرق بھول جاتی ہیں اور اپنے بچوں کی ضرورت پورا کرنے کے لئے ناجائز طریق پر بھی کچھ حاصل کرنے کی کوشش کرتی ہیں بعض ماؤں کے متعلق میرے علم میں آتا رہتا ہے کہ وہ اپنے خاوندوں کی چوری جائز سمجھتی ہیں اس لئے کہ ان کی جیب سے کچھ نکالا اور بچوں پر خرچ کر دیا یہ بھی قناعت کے خلاف ہے۔ اگر قناعت ہوتی تو ہرگز ایسا کام نہ کرتیں اور بچوں کو بھی سکھانے کی ضرورت ہے کہ جو ہم قناعت کرتیں ہیں بعض دفعہ یہ نہیں کہ غربت کی وجہ سے کر رہی ہیں کیونکہ قناعت کو ایک معنی یہ ہے کہ توفیق ہو اور پھر بھی کسی اعلیٰ غرض کی خاطر بچایا جائے اس معنی کے اعتبار سے آپ کی جماعت کو قناعت کی بے انتہا ضرورت ہے اور بچوں کو اگر آپ شروع سے سمجھا دیں کہ جو ہم قناعت کر رہی ہیں اس غرض سے کہ تبلیغی ضروریات پوری ہوں ہمیں مہمان نوازی کرنی ہے بہت لوگوں کے حق ادا کرنے ہیں، غیر قومیں آرہی ہیں ان کی دیکھ بھال ان کی تواضع کرنی ہے تو اگر ہم بچائیں گی نہیں تو کیسے خرچ کریں گی؟ پس اپنی بچیوں کو سکھائیں کہ اگر وہ سر ڈھانپ لیتی ہیں اور پیچھے سے کھلے بال چھوڑ دیتی ہیں تا کہ وہ پیچھے لہراتے رہیں اور دیکھنے والے بڑے پیار سے ان کو دیکھیں تو یہ قناعت کے خلاف ہے۔ قناعت اسی میں ہے کہ اپنی زینت کو چھپا کے رکھیں اور صرف ان پر اپنی زینت ظاہر کریں جن کو خدا اجازت دیتا ہے۔ جب ان پر آپ زینت ظاہر کریں گی یا ان پر کریں گی جن کی نگاہوں میں اللہ تعالیٰ نے تعَفّف ڈالا ہے اور حیا رکھی ہے وہ بدنیتی سے نہیں دیکھتے تو اس صورت میں قناعت کا مضمون پوری طرح صادق آئے گا۔ آپ کے معاشرے میں بچیوں کو یہ سکھانا بہت ضروری ہے اور سمجھانا ضروری ہے کیونکہ ایسا سمجھانا جو محض لفظی ہو وہ کام نہیں دے گا، قناعت کا سارا مضمون سمجھانا پڑے گا بچپن سے ہی ان کی تربیت کرنی ہوگی تا کہ جب وہ باہر جائیں تو اس بات پر قانع ہوں کہ اللہ نے جن کے لئے اجازت دی ہے ان کے سامنے بے شک وہ بال پھیلا لیں اور وہ بدنظر سے ان کو دیکھ نہیں سکتے محرم لوگ ہیں اس پر قانع ہو جائیں اور غیر لوگوں کی گندی آنکھوں سے لذت محسوس نہ کریں اب یہ بات سمجھانے کی ضرورت ہے غیر جب دیکھے گا گندی نظر سے دیکھے گا تو کیوں پسند کرتے ہو اپنے لئے کہ تمہارے لئے غیروں کی ناپاک نظریں اٹھ رہی ہوں اور تم پر حرص کر رہی ہوں یہ چیز رفتہ رفتہ تمہیں کھینچ کر غیر معاشرے کی طرف لے جائے گی۔ یہ خیال نہیں کرنا چاہئے کہ ہم تو معمولی سا دکھاوا کر رہی ہیں یہ معمولی دکھاوا وہیں نہیں ٹھہرا کرتا بلکہ قناعت کے نتیجے میں ہی انسان صبر اختیار کرتا ہے اور قناعت کا فقدان ہو تو انسان ایک جگہ ٹھہرا ہی نہیں کرتا تو لفظ قناعت میں دیکھو کتنے کتنے معانی پوشیدہ ہیں اور ان سب پر آپ نظر رکھیں تو آپ خدا تعالیٰ کے فضل سے تربیت کے گہرے حکمت کے راز معلوم ہونگے۔ جیسا کہ میں نے بیان کیا ہے مرد کا حجاب اس کی ڈھال ہے اس کے پیچھے چلتا ہے تو اس لئے اس کو ڈھال کہتے ہیں کہ وہ ایک قسم کا حجاب ہے اسی لئے فقر کے لئے جب وہ پردہ کرتا ہے تو وہ بھی حجاب کہلاتا ہے (خطاب ۲۲ اگست ۱۹۹۸ء) (الفضل انٹرنیشنل ۱۶ تا ۲۲ اپریل ۱۹۹۹ء)

قناعت کا ایک معنی یہ ہے کہ سارا دن کام کرو، اپنی روزی کماؤ، جو بھی کرنا ہے رات کو ضرور اپنے گھر کی طرف لوٹ آؤ اپنی پناہ گاہ کی طرف لوٹ آؤ۔ پس پرندے چرندے جب اپنی پناہ گاہ کی طرف لوٹتے ہیں تو یہ بھی ان کی قناعت ہے اس میں قناعت کا مضمون ہے دو باتیں ہیں۔

اول یہ کہ جتنا دن کے وقت میسر آ گیا اس پر راضی رہو جانوروں سے بھی یہ گر سیکھو کہ وہ بھی تو جتنا خدا دن لمبا کرتا ہے جتنا ان کو مل جاتا ہے اسی پر راضی ہو جاتے ہیں جتنا دن چھوٹا کرتا ہے جتنا ان کو ملتا ہے چھوٹے دن وہ اسی پر راضی ہو جاتے ہیں تو دنوں کی لمبائی تو ادلتی بدلتی رہتی ہے بعض دنوں میں

ویسے بھی رزق میں کمی ہوتی ہے خزاں کے دن ہوتے ہیں ان میں گھاس نسبتاً کم ملتا ہے پتے کم ملتے ہیں مگر جانور پھر باہر نہیں بیٹھے رہتے واپس اپنے گھروں کو ضرور لوٹتے ہیں تو اپنی اولاد اور اپنے بچوں کی اس رنگ میں تربیت کریں کہ جب تک خدا چاہتا ہے ان کو باہر رہنے کا حق ہے کیونکہ وہ لازماً مختلف کاموں میں مشغول ہونگے کچھ طالب علم ہونگے کچھ کام کرنے والے ہونگے لیکن اس کے بعد اپنے گھروں کو ضرور لوٹیں اور گھروں کو ہی اپنی آماجگاہ سمجھیں۔قناعت کا دوسرا معنی یہ ہے کہ اپنے گھروں پر قانع ہو جائیں۔اب جو لوگ اپنے گھروں پر قانع نہیں ہوتے وہ بازاروں میں آوارہ گردیاں کرتے پھرتے ہیں۔کسی کے خاوند ہوں یا بچے ہوں یا بچیاں ہوں جو بھی اپنے گھروں پر قانع نہیں ہونگے اس کا لازمی نتیجہ یہ نکلے گا کہ وہ پھر باہر قانع ہوتے ہیں اور آوارہ گردی اس کا ایک طبعی قطعی نتیجہ ہے۔

(۲۲ اگست ۱۹۹۸ء)(الفضل انٹرنیشنل ۲۳ اپریل ۲۹ اپریل ۱۹۹۹ء) ☆

بچوں کی تربیت

حضور رحمہ اللہ نے فرمایا کہ آج کا خطاب بچوں کی تربیت سے متعلق ہے اور میں امید رکھتا ہوں کہ انشاء اللہ تعالیٰ اس خطاب کی روشنی میں مائیں اپنے بچوں کی بہترین تربیت کریں گی جو ان کا مستقبل ہیں۔سب سے پہلی حدیث تو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی میں آپ کے سامنے رکھتا ہوں۔آنحضرت ﷺ نے فرمایا: ہر بچہ فطرت اسلامی پر پیدا ہوتا ہے پھر اس کے ماں باپ اسے یہودی یا نصرانی یا مجوسی بناتے ہیں (مسلم کتاب القدر باب معنی کل مولود یولد علی الفطر) پس یہ ایک بہت بڑی خوشخبری ہے کہ ہر بچے کو اللہ تعالیٰ فطرت انسانی پر پیدا کرتا ہے خواہ کوئی بھی ہو،بعض بچے جبر کے نتیجہ میں پیدا ہوتے ہیں اور بوسنیا میں بڑی کثرت سے ایسے بچے پیدا ہوئے تھے۔ان کی ماؤں نے مجھ سے سوال کیا کہ ان بچوں کا کیا بنے گا میں نے کہا کہ ان بچوں کا قصور تو کوئی نہیں یہ تو جنتی ہیں مگر وہ جو ظالم ہیں وہ جہنمی ہیں کیونکہ خدا کے رسول نے فرمایا ہے کہ سب بچے فطرت پر پیدا ہوتے ہیں اس لئے ہماری ماؤں کو بھی سوچنا چاہئے کہ بچے تو دین فطرت پر پیدا ہوں اور اگر بڑے ہوں آپ کی تربیت میں اور وہ یہودی یا نصرانی یا مجوسی بن جائیں تو اس میں بچوں کا قصور نہیں،یہ سارا ماں باپ کا قصور ہوگا۔

بچوں کے دوستوں کا انتخاب:۔ایک حدیث ہے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا آدمی اپنے دوست کے زیر اثر ہوتا ہے پس تم میں سے ہر ایک خیال رکھے کہ کسے دوست بنا رہا ہے (ترمذی ابواب الزھد باب ما جاء فی اخذ المال حقہ)۔اب بچپن بچوں کے دوستوں پر نظر رکھنی بہت ضروری ہے بعض لوگ اس کی پرواہ نہیں کرتے حالانکہ ماں باپ کو دکھائی دیتا ہے کہ کس قسم کے دوست ہیں اگر بچے کے دوست اچھے ہونگے تو بچہ بھی ضرور اچھی تربیت پائے گا اس لئے آپ اس بات کا خیال رکھا کریں کہ اگر بچے غلط دوست دیکھیں تو پھر ان دوستوں سے بچے کا تعلق توڑنے کی کوشش کریں۔

(برموقع عالمی جلسہ سالانہ جرمنی ۲۰۰۱ء پر ۲۵ اگست بروز ہفتہ مستورات سے خطاب)(الفضل انٹرنیشنل ۱۴ ستمبر تا ۱۰ اکتوبر ۲۰۰۱ء)۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

ناصرات اور لجنہ کے ساتھ مجلس سوال و جواب

30 اگست 1998ء بمقام بیت الرشید ہمبرگ

☆ایک سوال کے جواب میں حضور رحمہ اللہ تعالیٰ نے مغرب کے مذہب سے طرز عمل کو بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ مغرب میں جہاں جہاں بھی جاتا ہوں لوگ دلیلوں کو مان لیتے ہیں اور ہاں میں سر ہلاتے ہیں مگر اسلام قبول نہیں کرتے اس کا مطلب ہے کہ ابھی دل میں دہریت گڑی ہوئی ہے

☆.....ایک سوال یہ تھا کہ دنیا میں جتنے بھی غریب ممالک ہیں ان میں مسلمان ممالک کی تعداد زیادہ ہے حضور رحمہ اللہ نے اس کے جواب میں فرمایا کہ سوال حقائق پر مبنی نہیں ہے کیونکہ دنیا میں امیر ترین ممالک

مسلمان ممالک ہیں مثلاً مڈل ایسٹ کے ممالک کے پاس اتنے ذخائر ہیں کہ نوٹوں کہ چاند تک آٹوبان (موٹروے) بنائی جاسکتی ہے۔ فرمایا غریب ممالک افریقہ کے ہیں بنگلہ دیش میں غربت ہے اس کی بڑی وجہ یہ ہے کہ لمبے عرصہ کے لئے طوفانوں سے بچنے کے لئے وہ کام نہیں ہوا جو ہونا چاہئے تھا میں نے انہیں سمجھایا تھا کہ اگر (Draineging) نہیں کروگے تو سخت نقصان ہوگا۔ اگر بنگلہ دیش والے (Drainaging) کرتے تو اس کی سڑکوں کی مشکلات بھی حل ہو جاتی تھیں مگر اکثر انسان عقل نہیں کرتے اسی طرح حضور نے فرمایا کہ غریب ممالک کے غریب تر ہونے کی ایک وجہ ان کی لیڈر شپ کی بددیانتی بھی ہے

☆.....کلوننگ کے متعلق اسلامی تعلیم کیا ہے؟ اس کے جواب میں حضور نے فرمایا کہ جو یہ نئی مخلوق پیدا کرنے کی کوشش کررہے ہیں وہ قرآن شریف نے جو پیدائش کا طریقہ بتایا ہے اس کے خلاف ہے۔ میاں بیوی کے تعلقات میں محبت ہوتی ہے مگر کلوننگ کے ذریعہ پیدا ہونے والی مخلوق ایک قسم کی کمپیوٹرائزڈ سی چیز بنے گی۔ انسانی جذبات سے عاری اگر فوجیں بنائی جائیں گی تو کوئی بعید نہیں کہ وہ اپنے ملک پر قبضہ کرلیں۔ کلوننگ ایسی چیز ہے جس کے متعلق میں سمجھتا ہوں کہ ان کو بہت بڑی سزا ملے گی ہوسکتا ہے اسی کے ذریعہ ان کو سزا دی جائے

☆.....ایک بچی نے پوچھا کہ کیا احمدی لڑکیاں بال کاٹنے کا کام کرسکتی ہیں؟ حضور نے استفسار سے فرمایا کہ کیا اور کام نہیں ملتا؟ پھر فرمایا عورتوں کے بے شک کاٹیں مگر مکس نہیں لیکن ویسے بھی یہ کام اچھا نہیں ہے مجبوری میں کرسکتی ہیں ناجائز نہیں ہے

☆.....احمدی لڑکیوں کو پیشہ کے طور پر کونسا شعبہ اختیار کرنا چاہیے؟ اس کے جواب میں حضور نے فرمایا کہ ہر شخص کے رجحانات الگ ہوتے ہیں، اس کے مطابق شعبہ اختیار کرو، ایسا شعبہ جس کے نتیجے میں عائلی زندگی خراب نہ ہو مثلاً ڈاکٹروں کی عائلی زندگی بے کار ہو جاتی ہے یعنی اگر مرد بھی ڈاکٹر ہو تو دونوں مصروف اور بچوں کی تربیت کا وقت نہیں ملتا۔

(از الفضل انٹرنیشنل ۶ نومبر تا ۱۲ نومبر ۱۹۹۸ء)

احمدی طالبات اور ناصرات الاحمدیہ کے ساتھ مجلس سوال و جواب

منعقدہ 22 مئی 1999ء بروز ہفتہ

☆.....کیا احمدی حج کے موقع پر غیر احمدی امام کے پیچھے نماز پڑھ سکتے ہیں؟ حضور رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ احمدی ایسے امام کے پیچھے نماز نہیں پڑھ سکتا جو خدا تعالیٰ کے مقرر کردہ امام کا انکار کرتا ہے۔ جو شخص اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے مقرر کردہ امام کے منکر ہونے کی جرأت کرتا ہے وہ امام ہے ہی نہیں، وہ محض نام کا امام ہے اس کے پیچھے نماز جائز نہیں اس لئے احمدی حج کے موقع پر اپنے امام کے پیچھے نماز پڑھتے ہیں

☆.....ایک لڑکی نے سوال کیا کہ ایک جرمن لڑکی جو مسلمان ہونا چاہتی پوچھتی ہے کہ کیا مسلمان ہونے کے بعد سر ڈھانپنا ضروری ہے؟

حضور رحمہ اللہ نے فرمایا کہ سر ڈھانپنا تو لازم ہے کیونکہ آنحضرت ﷺ نے اس کی تعلیم دی ہے۔ اسلام سے پہلے دوسرے مذاہب میں بھی یہ تعلیم تھی۔ عیسائیت میں بھی یہی حکم ہے سر ڈھانپنا عورت کے لئے ازحد ضروری ہے۔ حضور نے فرمایا کہ مردوں کے لئے بھی سر پر ٹوپی یا کوئی لباس ہو تو اس سے ذمہ داری کا احساس ہوتا ہے

(الفضل انٹرنیشنل ۹ تا ۱۵ جولائی ۱۹۹۹ء)

نومبایعات کے ساتھ نشست

گیارہ بج کر چالیس منٹ پر اسی ہال میں نو احمدی مبایعات کے ساتھ ایک نشست منعقد ہوئی جس میں جرمن، افغانی، بوسنین، البانین بچیوں اور مستورات نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا منظوم کلام اردو میں پڑھ کر سنایا اگرچہ اردو ان کی زبان نہیں تھی لیکن دل کی گہرائی سے پڑھا جانے والا مامور زمانہ کا پاکیزہ کلام جو اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء، آنحضرت ﷺ

کی نعت اور اسلام وقرآن مجید کے فضائل پر مشتمل تھا ایک عجیب وارفتگی پیدا کررہا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو بشارت دی تھی کہ ہر ایک قوم اس چشمہ سے پانی پئے گی۔ آپ کے پاکیزہ روحانی چشمہ ءرواں سے سیراب ہورہی ہے۔ پھر مختلف قومیتوں سے تعلق رکھنے والی بچیوں نے حضرت میر محمد اسمٰعیل صاحبؓ کی نظم ''الٰہی مجھے سیدھا رستہ دکھا دے،، پڑھی حضور رحمہ اللہ نے فرمایا کہ یہ پروگرام بہت اچھا ہے لیکن اسے صحیح طریق پر ابھی منظم نہیں کیا جاسکا۔ جنہوں نے بھی نظم پڑھی ہے اللہ کے فضل سے اچھی پڑھی ہے مگر اور محنت ہوتی تو جو کلاسیکل آوازیں ہیں ان کی نقل اتار سکتی تھیں۔ یہ خیال بہت اچھا ہے اس سے انشاء اللہ اردو کلاس میں بہت مدد ملے گی آپ کی کیسٹ کو جہاں تک ممکن ہو اردو کلاس میں سنا کر اس کا ترجمہ بھی بتاؤں گا۔ حضور نے فرمایا کہ لندن جاکر اس سے زیادہ قومیت کے بچوں کو منظم کراؤں گا تا کہ کثرت سے مختلف قومیتوں کی آواز میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے الفاظ سنا سکیں۔

تلاوت قرآن کریم اور اس کے ترجمہ کے بعد ایک پاکستانی بچی کے ہمراہ دو البانین بچیوں نے سفید شلوار قمیص میں ملبوس اور سر پر دوپٹہ لئے ہوئے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پرمعرف منظوم کلام ''حمد و ثناء اسی کو جو ذات جاودانی'' سے چند اشعار نہایت ترنم اور خوش الحانی سے پڑھے ان بچیوں کا غیر زبان میں اس محویت سے کلام پڑھنا دلوں پر ایک عجیب پرمسرت کیفیت طاری کررہا تھا اور سفید پرندوں کی زبانوں پر امام وقت کے کلام کا جاری ہونا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی دی جانے والی خوشخبریوں کی صداقت کا حسین ثبوت پیش کررہا تھا۔

لجنہ اماء اللہ سے اختتامی خطاب

(۲۳ مئی ۱۹۹۹ء بروز اتوار)

آج صبح ساڑھے گیارہ بجے سیدنا حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز لجنہ اماء اللہ جرمنی کے سالانہ اجتماع کے مقام پر تشریف لے گئے اور انہیں خطاب فرمایا جس میں حضور نے سورۃ الفاتحہ کی اہمیت و برکات اور اس کی پرمعارف تشریح بیان کرتے ہوئے اس سے کماحقہ استفادہ کرنے کی تاکید فرمائی۔ اس ضمن میں حضور نے احادیث نبویہ اور سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کے ارشادات سے بعض اقتباسات بھی پیش فرمائے۔ (مکمل متن صفحہ نمبر ۲۰ پر درج ہے)

جرمنی میں سو مساجد کی تعمیر کی تحریک

(حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے ارشادات کی روشنی میں)

''میں نے کل یہ اعلان کیا تھا کہ صد سالہ جشن تشکر کو منانے کے لئے جرمنی سو مساجد بنانے کا منصوبہ بنائے۔ میں جانتا ہوں کہ آپ جس حد تک مالی قربانی کررہے ہیں اور جو آپ کی غربت کے حالات ہیں یعنی اکثر آپ میں سے ایسے ہیں جن کے لئے بمشکل گذارہ ممکن ہے ان پر اتنا بوجھ نہیں ڈالا جاسکتا کہ جرمنی جیسے ملک میں جو بہت مہنگا ہے خصوصاً جائیدادوں کے لحاظ سے اور زمینوں کی قیمتوں کے لحاظ سے کہ وہ ایک سال کے اندر اندر ایک سوئی مسجد بنادیں۔ پس آپ خدا کی خاطر اگر بعض بوجھ اٹھانے کا عزم کریں گے اور کامل اخلاص کے ساتھ اپنی طاقت پیش کریں گے تو خدا باپوں سے بڑھ کر بہت پیار کرنے والا خدا ہے وہ اس رنگ میں آپ کی مدد فرمائے گا کہ آپ سمجھیں گے کہ آپ نے یہ بوجھ اٹھایا ہے اور حقیقت میں وہ بوجھ خدا کی تقدیر اٹھا رہی ہوگی۔ پس آپ کو فکر کرنے کی ضرورت نہیں۔ میری یہ خواہش ہے کہ جرمنی وہ پہلا یورپین ملک ہو جہاں جماعت احمدیہ کو سو مساجد تعمیر کرنے کی توفیق ملے اور یہ دراصل صد سالہ جشن تشکر کا ایک بہترین رنگ ہوگا۔

(از الفضل انٹرنیشنل ۲۵ جون تا یکم جولائی ۱۹۹۹ء)

(ماہنامہ اخبارِ احمدیہ ۳ جون ۱۹۹۹ء)

چشم بینا

مجھ کو ہی کرتا ہے پیار یہ تھا سب کو گماں
اسکا پیار ایسا تھا ہر دل میں بسا رہتا ہے

یہ شعر محترم عطاء المجیب راشد صاحب امام مسجد لنڈن کا ہے جو مجھے بہت ہی پسند آیا۔ ہر پڑھنے والا محسوس کرتا ہوگا کہ یہ شعر اُسی کے دل کی ترجمانی کر رہا ہے میں بھی انہی کروڑوں انسانوں میں ایک ہوں جو اپنے پیارے آقا کی محبت کو اسطرح محسوس کرتی کہ گویا حضور صرف میرے ہی ہیں۔ 1984 میں مَیں اپنی چھوٹی بیٹی کے ساتھ لنڈن آئی۔ چند ماہ قبل حضورؒ لنڈن تشریف لا چکے تھے۔ اِن دنوں محترمہ قانتہ راشد صاحبہ اہلیہ عطاء المجیب راشد صاحب امام مسجد لنڈن عورتوں کی ڈیوٹی لگاتی تھیں کہ لجنہ کی دو ممبرات ہر روز حضورؒ کے گھر صفائی وغیرہ اور دیگر کام کر آئیں۔ لوگ خوشی سے اپنا نام پیش کرتے۔ میں نے بھی اپنا نام پیش کیا چنانچہ سوموار اور جمعرات کو میری اور ایک خاتون کی ڈیوٹی ہوتی تھی۔ اپنی ڈیوٹی والے دن ہم اتنا خوش ہوتی تھیں کہ ہمیں یہ موقع ملا ہے کام تو اتنا نہیں ہوتا تھا۔ کھانا تو حضور کا باورچی شیرا تیار کرتا تھا۔ ہم تو صرف کھانا میز پر لگاتے اور صفائی وغیرہ کر دیتے تھے۔ کام کیا تھا حضور اور انکے خاندان کی برکتیں لینے کا بہانا تھا۔ حضور جب کھانا کھا کر تشریف لے جاتے تو بیگم صاحبہ ہمیں بلاتیں ہم کھانے کی میز سے برتن اٹھانے لگتیں تو ہاتھ پکڑے ہوئے برتن واپس رکھوا دیتیں اور کہتیں پہلے کھانا کھاؤ اور بعد میں کام۔ چنانچہ ہم حضور کی پلیٹ اور گلاس کو تبرک کے طور پر استعمال کرتیں، اس میں کھانا کھاتیں اور پانی پیتیں اور اللہ کا شکر ادا کرتیں کہ خدا نے ہمیں یہ موقع دیا ہے۔

انہی دنوں میں نے اپنا جائے نماز پاکستان سے منگوایا اور حضور کے پاس لے کر گئی اور عرض کیا کہ حضور یہ میرا جائے نماز ہے میرا دل چاہتا ہے کہ آپ بطور تبرک اس پر نماز پڑھیں اور دعا کر دیں۔ حضور نے وہ جائے نماز لے لیا اور پانچ روز اپنے پاس رکھا پھر مجھے واپس دیا اور فرمایا کہ میں نے پانچ دن اسی پر نماز پڑھی ہے۔ میں بہت خوش ہوئی اور گھر آ کر اپنی امی مرحومہ کو اپنی بھابی اور بھائی کو خوشی خوشی یہ سب باتیں بتا رہی تھی۔ ابھی میری خوشی پوری بھی نہ ہوئی تھی کہ جن کے ہاتھ یہ جائے نماز آیا تھا انہوں نے کہا کہ یہ جائے نماز تو فلاں کا تھا تمھیں غلطی سے دے دیا گیا ہے تمہارا جائے نماز پاکستان ہی رہ گیا ہے اور جن کا جائے نماز مجھے دیا گیا ہے وہ جائے نماز لینے کا مطالبہ کر رہے ہیں۔ میں نے کہا اس جائے نماز پر اب تو میں حضورؒ سے خاص طور پر دعا کروا چکی ہوں یہ جائے نماز تو اب میں کسی صورت کسی کو نہیں دوں گی۔ میں اسی طرح کا جائے نماز انہیں خرید دیتی ہوں۔ مگر پھر پیغام آیا کہ نہیں ہمیں یہی جائے نماز چاہیے۔ یہ ہمیں جہیز میں ملا ہوا ہے۔ اب میں سخت الجھن میں پڑ گئی ایک طرف تو برکت والا جائے نماز چھوڑنے کو دل نہ چاہے اور دوسری طرف دل میں خیال آئے کہ میں زبردستی کر رہی ہوں۔ جب وہ میری مجبوری نہیں سمجھتے تو پھر مجھے جائے نماز واپس کر دینا چاہئے۔ اگر وہ خوشی سے دے دیتے تو بات اور تھی۔ مجھے جرمنی بھی آنا تھا وقت بھی کم تھا چنانچہ میں نے دل کا بوجھ ہلکا کیا اور فیصلہ کیا کہ مجھے جائے نماز ہر صورت میں انہیں واپس کرنا ہوگا۔ اگلے روز میں بازار گئی اور ایک نیا جائے نماز خریدا اور بیگم صاحبہ کے پاس لے گئی اور ساری بات سچ سچ کہہ دی اور عرض کی کہ بیگم صاحبہ آپ کو تو میں نے بتا دیا ہے مگر حضور رحمہ اللہ کو اتنی لمبی کہانی کیسے سناؤں ویسے بھی مجھے شرم آتی ہے حضور کیا کہیں گے کہ اب پھر آ گئی ہے دعا کروانے پہلے نہیں پتہ تھا کہ یہ جائے نماز کسی اور کا ہے اور بیگم صاحبہ سے عرض کی کہ اب تو مجھے فلاں دن جرمنی جانا ہے۔ میرے پاس تو دن بھی تھوڑے ہیں حضورؒ کا سامنا کرتے بھی مجھے شرم آتی ہے۔ اب آپ ہی کچھ کریں اور جائے نماز بیگم صاحبہ کے ہاتھ میں دے دیا۔ حضورؒ دوپہر کا کھانا کھا کر اوپر اپنے کمرے میں تشریف لے جا چکے تھے اور میں بیگم صاحبہ سے سیڑھیوں میں یہ ساری بات کر رہی تھی۔ بیگم صاحبہ اوپر گئیں اور چند ہی لمحوں بعد حضور نیچے آئے ہاتھ میں ایک قیمتی جائے

نماز تھا اور آتے ہی وہ جائے نماز میرے ہاتھ میں تھما دیا۔ میں اتنی حیران ہوئی کہ میرا مسئلہ اتنی جلدی حل ہو گیا ہے۔ بعد میں بیگم صاحبہ نے بتایا کہ حضور کا یہ ذاتی جائے نماز ہے جو حضور نے صرف نماز تہجد کے لئے مخصوص کیا ہوا تھا تہجد کی نماز اسی پر پڑھتے تھے۔

اسی طرح ایک روز میری ساتھی نے کہا کہ آج میں نے حضور سے رومال بطور تبرک مانگنا ہے مگر مجھے شرم آتی ہے تم بھی میرے ساتھ چلنا۔ اس دن ہماری شام کی ڈیوٹی تھی حضور عشاء کی نماز پڑھ کر اوپر تشریف لائے۔ پاس سے گزرے تو سلام کیا حال وغیرہ پوچھا تو اس نے موقع غنیمت سمجھ کر فوراً کہا حضور مجھے رومال چاہئے حضورؒ نے جیب میں ہاتھ ڈالا اور رومال نکال کرا سے دے دیا۔ پھر دوسری جیب میں ہاتھ ڈالا اور فرمایا تم نے بھی رومال لینا ہے؟ حضور نے دوسری جیب سے رومال نکالا اور فرمایا لو تم بھی لے لو۔ میرے کمرے میں اور بھی رومال ہیں۔ یہ کہہ کر آپ اپنے کمرے میں تشریف لے گئے۔

حضورؒ پریشانی میں دلداری بھی فرماتے اور دعا بھی کرتے۔ میں لندن تھی جب میرے میاں پاکستان سے لندن آئے تو تین دن تک ان کی کوئی خیریت کی اطلاع نہ ملی میں نے حضور سے عرض کی حضور میرے میاں کو تین دن ہو گئے ہیں پاکستان سے چلے ابھی تک پہنچنے کی کوئی خبر نہیں آئی تو مزاح کے رنگ میں فرمایا او ہو کہیں تمہارے میاں کو اغوا تو نہیں کر لیا۔ پھر فرمایا نہیں نہیں اللہ فضل کرے میں دعا کروں گا۔

جرمنی آ کر امید سے ہوئی تو حضور کو دعا کیلئے خط لکھا۔ حضور نے خوشی کا اظہار فرمایا اور بہت سی دعائیں دی۔ چند ماہ بعد میری طبیعت خراب ہوئی میرے میاں نے حضور کو دعا کیلئے خط لکھا حضور نے جواباً فرمایا کہ اپنی اہلیہ کو مکمل آرام کروائیں۔ لیکن میری طبیعت خراب ہوگئی اور وقت سے پہلے پیدائش ہوگئی۔ بیٹا تھا، جو ابھی خدا کو منظور نہ تھا۔ اس پر میں نے حضور کو خط لکھا حضور نے فرمایا تمہارا خط ملا مجھے تمہاری تکلیف کا بہت احساس ہے آپ دل کو بیماری کی فکر نہ لگائیں۔ نیز میرے لئے دعائیں کیں اور دوا تجویز کی اور خط لکھا کہ اللہ تعالیٰ اس دوا میں بے انتہا برکت دے۔ دورانِ حمل ہر لمحہ آپ کی حفاظت کرے محض خدا اپنے فضل سے باعمر نیک بخت نرینہ اولاد عطا فرمائے۔ فرمایا کہ جب خدا تعالیٰ چندا آفتاب چندِ ماہتاب بیٹا دے۔ بچہ ہو جائے تو اُسے میرا پیار دیں۔ نیز فرمایا بیٹا ہو تو نام محمد سعید رکھیں۔ خدا تعالیٰ نے ۱۹ مارچ 1988ء کو صبح دس بجے صحت مند بیٹا عطا فرمایا۔ میرے میاں نے اُسی وقت لنڈن فون پر اطلاع دی۔ جب حضور نے خبر سنی تو بہت خوش ہوئے اور فرمایا کہ فوراً امتہ الرفیق کو مبارکباد کی تار (ٹیلیگرام) دی جائے۔ میرے میاں ابھی ہسپتال سے گھر نہیں پہنچے تھے کہ 13.40 پر گھر ٹیلیگرام آ چکا تھا۔ پھر تار ہی نہیں خط بھی مبارکباد کا لکھا۔ میری اس خوشی میں بھرپور حصہ لیا میری امی (مرحومہ) کو میرے بھائیوں کو فرداً فرداً مبارک دی۔

پہلی دفعہ جب میں بیٹے کو لے کر حضور کے پاس لنڈن گئی تو تقریباً سال کا تھا ملاقات کیلئے گئے تو حضور نے آگے بڑھ کر اُسے اُٹھالیا اپنے سینے سے لگایا ماتھا چوما گالوں پر پیار کیا پھر میری طرف دیکھا تو فرمایا امتہ الرفیق یہ وہی بچہ ہے کہ جسے ڈاکٹروں نے بہت باندھ بوندھ کر قابو کیا ہوا تھا۔

ایک دفعہ ہم امتیاز بھائی اور عارفہ بھابی کے گھر جلسہ کے دنوں میں تھے جلسہ سالانہ یوکے سے چند دن قبل اُن کا گھر ہمارے سمیت مہمانوں سے بھرا پڑا تھا۔ بلا تکلف خوب شور تھا۔ اسی دوران فون کی گھنٹی بجی اتفاق سے فون میں نے اٹھایا۔ میں نے کہا السلام علیکم جواب آیا وعلیکم السلام ورحمتہ اللہ۔ فرمایا عارفہ ہے میں نے کہا وہ ذرا باہر ہیں فرمایا آپ کون ہیں؟ میں نے دل میں کہا کہ فون تو بھابی کا ہے میں کیا بتاؤں کون ہوں۔ میں نے ٹال مٹول کی۔ میں نے کہا بھابی گھر نہیں میں تو جرمنی سے مہمان آئی ہوں۔ فرمایا مہمان کون مہمان؟ کوئی نام تو ہوگا۔ تب میرا شک اچانک یقین میں بدلا اور میں نے بے اختیار کہا حضور آپ ہیں؟ فرمایا میں مرزا طاہر احمد بات کر رہا ہوں۔ تب میں نے گھبرا کر کہا حضور میں امتہ الرفیق ہوں اور ساتھ ہی میں نے ریسیور دوسری طرف ہٹا کر بلند آواز سے بچوں کو ڈانٹا کہا خاموش حضور کا فون ہے یہ سنتے ہی گھر میں سناٹا چھا گیا۔

تب میں نے پھر عرض کی کہ sorry حضور گھر میں بچوں کا اتنا شور تھا میں puzzle ہو رہی تھی کہ آپ کو پہچان نہ سکی حضور نے جب میری گھبراہٹ سنی تو فرمایا پھر عارفہ کو دے دو اتنی دیر میں بھابی آ گئیں۔ بھابی نے بتایا کہ حضور نے انھیں تحفتاً کسی کے ہاتھ آم بھیجے ہیں نیز فرمایا کہ امتہ الرفیق بھی آئی ہوئی ہے بڑی اچھی بچی ہے اُسے بھی آم ضرور دینا، اگلے روز ہماری حضورؒ سے ملاقات تھی۔ حضور نے فرمایا اچھا تو کل میں نے عارفہ کے گھر فون کیا تو آپ تھیں فون پر۔ میں نے عرض کی جی حضور بچوں نے اتنا شور کیا ہوا تھا کچھ سمجھ نہ آسکی اور مجھے شرم آ رہی ہے میں نے گھبراہٹ میں پتہ نہیں کیا کہا اور کیا نہیں۔ فرمایا نہیں نہیں مجھے تو بہت اچھا لگا بے ساختہ باتوں کا مجھے بہت لطف آیا۔ آپ نے جو کہا مجھے اچھا لگا۔

الغرض کیا کیا لکھوں جن دنوں میں حضور کے گھر ڈیوٹی دینے جاتی تھی ان دنوں کا ذکر کرتے ہوئے اتنی محبت اور پیار سے میرے کام کو سراہتے کوئی دوسرا جسے اس بات کا علم نہ ہو گمان کر سکتا تھا کہ پتہ نہیں میں نے کونسا کوئی بڑا کام کیا ہے۔ جو اتنا ذکر ہو رہا ہے۔ میرے میاں کو الگ فرماتے کہ تمہاری بیگم نے ہمارے گھر بہت کام کیا ہوا ہے بچوں کو الگ کہتے کہ تمہاری امی نے ہماری سب کی بہت خدمت کی ہوئی ہے۔ میں تو مارے شرم کے حضور کے سامنے سر بھی نہ اُٹھا سکتی تھی کہاں وہ محبوب آقا اور کہاں یہ میری ہستی۔ مگر میرے پیارے حضور پر اللہ کی ہزار ہزار رحمتیں ہوں۔ آپکے ۱۹ سالہ دورِ خلافت میں ہماری جتنی بھی حضور سے ملاقاتیں ہوئیں کوئی ایک بھی ملاقات ایسی نہ تھی جس میں آپ نے اِس بات کا ذکر نہ کیا ہو۔ یہاں تک کہ ہماری آخری ملاقات مئی 2002ء میں ہوئی آخری ملاقات میں بھی میری بیٹی ثمر کو فرمایا تمہاری امی نے ہماری بہت محنت سے خدمت کی ہوئی ہے۔

پس اے ہمارے پیارے خدا تو ہمارے اِس محبوب آقا کو جو تجھے ہم سے بھی زیادہ محبوب تھا جو ہم جیسے کمزوروں اور عاجزوں کی چھوٹی چھوٹی کاوشوں کو بھی اتنے پیار سے سراہتا تھا آج تو بھی ہمارے اس پیارے آقا کے بڑے بڑے کاموں اور احسانوں پر اپنی پیار کی نظر ڈالتے ہوئے خود جزاء بن جا اور سارے کا سارا اسی کا ہو جا۔

بن کے تسکین خود اِن کے پہلو میں آ
لاڈ کر دے اِنہیں لوریاں دل بڑھا

(از کلام طاہر) (امتہ الرفیق نسیم، ہمبرگ Hamburg)

اے میرے سانسوں میں بسنے والو!

الگ نہیں کوئی ذات میری، تمہی تو ہو کائنات میری
تمہاری یادوں سے ہی مُعَنوَن ہے زِیست کا انصرام کہنا
اے میرے سانسوں میں بسنے والو!
بھلا جدا کب ہوئے تھے مجھ سے
خدا نے باندھا ہے جو تعلق رہے گا قائم مدام کہنا
تمہاری خاطر ہیں میرے نغمے، مری دعائیں تمہاری دولت
تمہارے درد و الم سے تر ہیں مرے سجود و قیام کہنا
بساط دنیا الٹ رہی ہے، حسین اور پائیدار نقشے
جہان نو کے ابھر رہے ہیں بدل رہا ہے نظام۔ کہنا
کلید فتح و ظفر تھمائی تمہیں خدا نے اب آسماں پر
نشان فتح و ظفر ہے لکھا گیا تمہارے ہی نام کہنا
بڑھے چلو شاہراہ دین متیں پہ درّانا، سائباں ہے
تمہارے سر پر خدا کی رَحمت قدم قدم گام گام کہنا

یہ محبتوں کے نصیب ہیں

اے جانے والے تجھ پر اللہ تعالیٰ کی ہزاروں رحمتیں اور برکتیں ہوں۔ ۱۹ اپریل ۲۰۰۳ کا دن جماعتِ احمدیہ کے لیے انتہائی صدمہ کا دن تھا کروڑوں دلوں کی دھڑکن ہمارا پیارا امام ہم سے جُدا ہو کر اپنے خالق حقیقی سے جاملا۔

گیا تو چھوڑ کر ہم کو، مگر زندہ دلوں میں ہے
ہر ایک محفل میں، ہر لب پر تمہاری ہی کہانی ہے

یہ دُکھ ہم سب کا سانجھا دُکھ ہے لیکن ہر ایک کو ایسا لگتا تھا کہ پیارے آقا سب سے زیادہ اُسی سے پیار کرتے ہیں اور ہمارے پاس نہ الفاظ ہیں نہ قلم میں اتنی طاقت ہے کہ ہم پیارے آقا کی یاد میں اور پیار میں اپنے جذبات کا اظہار کر سکیں۔ پیارے آقا سے ملاقات ہمارے لیے ایک بہت بڑا اعزاز ہے اور ملاقات کے دوران جو باتیں پیار کی آپ سے ہوئیں وہ مختصراً عرض کر رہی ہوں۔

میرے میاں کبڈی کھیلتے تھے اور پیارے آقا کو یہ کھیل بہت پسند تھا۔ بڑے شوق سے دیکھا کرتے تھے اسی لیے ہر سال ملاقات کا شرف حاصل ہو جاتا۔ ۱۹۹۴ میں پہلی ملاقات ہوئی پیارے آقا نے فرمایا افضل تم تو بہت اچھا کھیلتے ہو بڑی ہمت دکھائی تم نے ماشاء اللہ میں تو سمجھا تھا بس اب افضل پکڑا گیا تمہاری ابھی شادی ہوئی کہ نہیں؟ میرے میاں کہنے لگے حضور جس گھر میں میری شادی کی بات چل رہی ہے ابھی آدھے گھر والے راضی نہیں ہو رہے حضور نے فرمایا انشاء اللہ سارے جھگڑے ختم ہو جائیں گے اور تم سمجھو کہ تمہاری شادی اسی گھر میں ہو گی۔

میں اُس وقت پاکستان میں تھی کہ چند ہی دنوں بعد ربوہ سے دو مربی صاحبان ہمارے گھر آئے اور خط پڑھ کر سنایا کہ حضور نے لکھا ہے کہ یہ لڑکا بہت اچھا ہے آپ رشتہ کر دیں اللہ تعالیٰ کامیاب کرے گا۔ جب میرے والد صاحب نے یہ خط مبارک سُنا تو اُسی وقت خط پر دستخط کر دیئے اور کہا کہ جس لڑکے کی تعریف خلیفہ وقت کر رہے ہوں اور جس کے رشتہ کے لیے خود فرما رہے ہیں مجھے اس میں کیا اعتراض ہو سکتا ہے؟ مربی صاحب نے مبارک باد دی کہ آپ تو خوش قسمت ہیں اور اُسی دن نکاح ہو گیا۔ اگلے سال کھیل کے میدان میں مصافحہ کے دوران حضور نے فرمایا افضل ابھی اکیلے ہی ہو کہ دو ہو گئے ہو تو افضل کہنے لگے حضور میری شادی ہو گئی اور میری بیوی نے آپ سے ملاقات کرنی ہے پیارے آقا نے اُسی وقت ساتھ والوں سے فرمایا کہ ملاقات کے لیے افضل کا نام لکھو دوسرے روز ہی فون آیا کہ فیملی ملاقات کر لیں۔ جب میں ملاقات کے لیے گئی تو کمرہ نور سے بھرا پڑا تھا اور مجھے بولنے کی ہمت نہ پڑ رہی تھی صرف آنکھوں کی پیاس بجھا رہی تھی اور ایک خط گھر سے لکھ کر لے گئی تھی جو پیارے آقا نے ہمارے سامنے ہی پڑھ لیا اور فرمانے لگے واقعی تم ایک اچھی لڑکی ہو افضل اچھا ہوا نا میں نے آپکی شادی یہاں کروادی۔

اگلی دفعہ کینیڈا کی مہمان ٹیم کے ساتھ جرمنی کا میچ تھا حضور تشریف لائے اور بڑے شوق سے میچ دیکھا اور حوصلہ افزائی کی کھلاڑیوں سے مصافحہ کرتے کرتے افضل کے پاس آئے اور فرمانے لگے کیپٹن صاحب کیا حال ہے ابھی دو ہو کہ تین ہو گئے ہو میرے میاں کہنے لگے حضور پھر آپکی دُعا کی ضرورت ہے فرمایا اگلے سال انشاء اللہ بچے بھی ہو جائیں گے میں جب بھی پریشان ہوتی تو حضور کے یہ دُعائیہ الفاظ یاد کر کے تسلی ہو جاتی اور واقعی اگلی ملاقات میں میرا ایک ماہ کا بیٹا تھا ہم تین ہو کر ملاقات کے لیے گئے تھے میرا بیٹا وقفِ نو میں ہے اور حضور نے اُسکا نام اُسامہ افضل رکھا پیارے آقا نے اُسے گود میں اُٹھایا پیار کیا اور فرمایا ماشاء اللہ افضل تمہارا بیٹا بالکل تمہارے جیسا ہے دیکھو سینہ کتنا چوڑا ہے لگتا ہے یہ بھی بڑی ہمت والا ہو گا۔

اس کے بعد کینیڈا کی ٹیم کے کیپٹن مبارک شاہ صاحب نے پورا سال حضور کو دُعا کے لیے خط لکھے اور کہا ہم بہت تیاری کر رہے ہیں حضور نے فرمایا افضل

کوصرف ایک دفعہ پکڑلو گے تو میں مان لوں گا کہ تم بہت اچھے کھلاڑی ہو حضور تشریف لائے میچ ہو رہا تھا پیارے آقا نے مبارک شاہ صاحب کو مسکراتے ہوئے فرمایا صرف ایک دفعہ پکڑلو انگلی سے اشارہ کیا آخر میں اُنھو ں نے افضل کو پکڑ ہی لیا پیارے آقا بہت خوش ہوئے نعرے بلند ہوئے بہت شور مچا ایم ٹی اے پر لائیف پروگرام دکھایا گیا پیارے آقا مصافحہ کے دوران افضل سے پوچھتے ہیں افضل کیا ہوا اس دفعہ کیوں پکڑے گئے افضل کہنے لگے حضور ہر سال آپکی دُعا میرے ساتھ تھی اس دفعہ مبارک شاہ صاحب کے ساتھ آپکی دُعا تھی حضور نے فرمایا کہ میں نے تو صرف ایک ہی دفعہ شاہ صاحب کو پکڑنے کا کہا تھا یہی پیار تھا کہ اپنے والدین کی وفات پر میرے میاں اتنا نہ روئے جتنا کہ پیارے آقا کے جُدا ہونے پر۔ اللہ تعالیٰ ہمارے پیارے آقا کو اپنے قُربِ خاص میں جگہ عطا فرمائے آمین

رسالتہ افضل فریڈ برگ ویسٹ

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

میں کیسے بھول پاؤں؟

ایم۔ٹی۔اے پر حضور کی وفات کی خبر سن کر زاروقطار رو رہے تھے مگر دل کو یقین نہیں آ رہا تھا کہ حضور وفات پا گئے ہیں بھاگم بھاگ لندن پہنچے اور حضور کا آخری دیدار کیا قبر مبارک پر دُعا کی پھر بھی لگتا تھا کہ حضور کی وفات نہیں ہوئی آج بھی حضور کی حسین یادیں ساتھ ساتھ ہیں ۱۹۹۷ء کی بات ہے ہم جلسہ سالانہ یو۔کے میں شمولیت کی غرض سے لندن گئے ہوئے تھے۔ جلسے میں ابھی دو ہفتے باقی تھے۔ حضور فجر کی نماز کے بعد سیر پر جاتے تو میرے ماموں فیاض بھی ساتھ ہوتے اُس وقت ہم چھوٹے چھوٹے ہوتے تھے میری کزن نے بتایا کہ ہم ایک دفعہ حضور کے ساتھ سیر کو گئے تھے ہم نے کہا ہم سب کزنیں اکٹھی ہیں ہم بھی صبح حضور کے ساتھ سیر کو جائیں گے میری امی اور دوسرے بڑوں نے منع کیا کہ تم کہاں مردوں میں پھرتی رہو گی حضور پتہ نہیں اجازت دیتے ہیں کہ نہیں مگر ہم سب پر تو ایک ہی بھوت سوار تھا کہ جو مرضی ہو ہم نے صبح حضور کے ساتھ سیر کرنے جانا ہے میری کزن فریدہ سے حضور بہت پیار اور محبت کا سلوک فرماتے تھے اُس نے کہا مجھے تو حضور نے فرمایا تھا کہ دل چاہے تو کبھی کبھار صبح کی سیر میں دوسری لڑکیوں کے ساتھ شامل ہو جانا۔ چنانچہ بڑوں سے تو ہمیں ڈانٹ پڑ رہی تھی مگر ہم نے اپنی کزن کی منت سماجت کی تب اُس نے حضور سے فون پر بات کی کہ حضور میری کزنیں جرمنی سے آئی ہوئی ہیں اُنکی بہت خواہش ہے کہ وہ بھی آپ کے ساتھ صبح کی سیر کو جائیں حضور نے از راہ شفقت اجازت دے دی ہم ساری رات مارے خوشی کہ سوئے نا۔ یہ بھی فکر تھی کہ ماموں جان نے چلے جانا ہے اگر ہم سو گئے تو۔ اُس وقت ہم نے ابھی برقعہ پہننا شروع نہیں کیا تھا ہم نے سوچا کہیں امی جان یہ نہ کہیں کہ تمہارے پاس تو برقعے نہیں ہیں اس لیے تم نے نہیں جانا اپنی کزن کو اس بارے میں بتایا تو اُس نے الماری سے سب کوٹ اور برقعے نکال لئے اور ہم نے چھوٹا بڑا جو بھی ہاتھ لگا پہن لیا کیونکہ صبح سردی بھی تھی جونہی ہم نے ماموں جان کو دیکھا تو ہم سب کی سب دروازے کیطرف دوڑیں اور ماموں جان کی گاڑی میں جا بیٹھیں جب ہم گاڑی سے اُتریں تو حضور نے میرے ماموں سے فرمایا فیاض صاحب یہ اتنی ساری آپ کی گاڑی سے نکلی ہیں۔ پھر ہم نے حضور کے ساتھ سیر کی اور سب نے حضور کے ساتھ الگ الگ فوٹو بنوائی۔ واپسی پر مارے خوشی کے ہمیں پھر نیند نہیں آ رہی تھی گیارہ بجے کے قریب میری ممانی جان کو حضور کا فون آیا کہ صبح بچیاں سیر پر آئی تھیں کیا حال ہے تھک تو نہیں گئیں اتنا چلنے کی عادت نہیں تھی ممانی جان نے بتایا حضور سب سو رہی ہیں۔ اسی طرح ایک دفعہ میں نے چلڈرن کلاس میں نظم پڑھی جو ایم ٹی اے کے لئے ریکارڈ کی جا رہی تھی۔ فرمایا اس نظم کو الگ ایم ٹی اے کے شعبہ میں جا کر ریکارڈ کراؤ۔ اُسی دن ہماری حضور سے ملاقات تھی فرمایا جلسے کے دنوں میں اسلام آباد MTA کا

میرے پیارے آقا

پیارے بہت ہی پیارے آقا
آپکو میں ڈھونڈوں کہاں؟
آپکو میں پاؤں کہاں
ابھی تو یہیں کہیں تھے آپ میرے پاس
اب کھو گئے ہیں کہاں؟
دور افق کے اس پار
جنت کی وادیوں میں
سو گئے ہیں کہیں
گئے سال کی بات ہے جب میں
آپ سے ملنے کی آس میں
چلی آئی تھی لندن
اب تو وہ دن خواب ہوئے
آپ سے ملنے کے سمے بیت گئے

پیارے آقا حضور
آپ گھٹا ٹوپ اندھیروں میں
ہمارے لئے روشنی کا بلند مینار تھے
عزم و ہمت کا مضبوط کہسار تھے
آپ کا بابرکت سایہ چھتناور شجر کی طرح
ہمارے سروں پر
کڑی دھوپ میں چھاؤں کرتا رہا
پیارے بہت ہی پیارے آقا
اب تو فقط یہ دعا ہے میری
دور افق کے اس پار
جنت کی وادیوں میں
ہمیشہ مسکراتے رہیں

(شازیہ خان، Kranichstein West)

الگ دفتر ہے وہاں جا کر اپنی نظم ریکارڈ کروانا، ایک ملاقات کے دوران میں نے حضور سے رومال مانگا آپ نے باری باری دونوں جیبوں میں ہاتھ ڈالا مگر رومال نہ ملا۔ پرائیوٹ سیکرٹری صاحب سے فرمایا بچی کا نام اور ایڈریس نوٹ کریں۔ ہم نے سمجھا شاید اگلے سال دوبارہ حضور ہمبرگ آئیں تو پھر رومال ملے گا مگر چند روز بعد ہی لندن سے ایک خط موصول ہوا کھولا تو اندر سے رومال نکلا۔ حضور کا رومال غیر متوقع طور پر پا کر میں پھولے نہ سما رہی تھی، میری یہی یادیں مجھے بہت پیاری ہیں اللہ تعالیٰ حضور کے درجات کو مزید بلند فرمائے، آمین۔ (فاخرہ ثمر ہمبرگ)

میری دعائیں تمہاری دولت

یہ واقعہ 1995 جرمنی کے جلسہ سے متعلق ہے۔ ہم جرمنی، دسمبر 94 میں آئے۔ ہمارا جلسہ میں شرکت اور حضور سے ملاقات کا شوق عروج پر تھا مگر وقت آہستہ آہستہ آگے بڑھ رہا تھا۔ پھر اللہ اللہ کر کے جلسہ سالانہ کا موقع آیا اور ملاقات کے لیے درخواست بھی لکھ دی۔ مگر جلسہ کے تیسرے دن تک بھی ملاقات کی اجازت کا فون نہیں آیا۔ حضور کو دیکھ دیکھ کر جذبات پر قابو پانا بھی مشکل ہو رہا تھا، آنکھوں سے آنسوؤں کی جھڑی جاری تھی۔ جلسہ کے آخری دن جلسہ گاہ مستورات میں رونق افروز ہوئے اور مجلسِ عرفان منعقد ہوئی۔ میں تقریباً درمیان میں کھڑی زار و قطار رو رہی تھی۔ مجھے حضور کو قریب سے دیکھنے کا بہت شوق تھا۔ ربوہ میں تو صرف ٹی وی پر ہی دیکھتے تھے۔ اچانک حضور نے فرمایا وہ بچی کیوں رو رہی ہے۔ مائیک باجی نادرہ کے ہاتھ میں تھا وہ میرے پاس آئیں اور پوچھا تم کیوں رو رہی ہو؟ اور مائیک میرے آگے کر دیا۔ میں نے حضور سے کہا میں نے آپکو پہلی بار دیکھا ہے اور ربوہ سے آئی ہوں۔ میری ملاقات کی درخواست بھی ابھی تک منظور نہیں ہوئی تو حضور نے فرمایا کہ اب تو ہوگئی۔ تو میں نے کہا نہیں حضور آپ وہاں اور میں یہاں تو حضور نے کہا کہ چلو سٹیج پر آجاؤ۔ میں اس بھیڑ سے نکل کر سٹیج پر گئی اور حضور نے میرے آنسو صاف کئے اور سر پر پیار دیا اور کہا اب ٹھیک ہے تو میں نے کہا جی حضور اور میں سٹیج سے اُتر آئی اور اگلے دن میری ملاقات بھی منظور ہوگئی۔ اس دوران میرا حضور سے خط کے ذریعے رابطہ رہا۔ یہ ان دنوں کی بات ہے جب 96 میں میری شادی ہوئی میرے میاں کا اسائلم کیس بالکل ختم تھا۔ شادی کے بعد میری وجہ سے اُن کو ویزہ ملنا شروع ہوا۔ شادی کے ڈیڑھ سال بعد میری پروٹوکال آگئی۔ سب ہمیں کہنے لگے کہ تم دوسرے ملک جانے کی تیاری کر لو کیونکہ فرینکفرٹ کی عدالت بہت سخت ہے۔ میرا بیٹا اُس وقت ایک سال کا تھا۔ حضور سے خط و کتابت جاری تھی اور دُعائیں بھی کر رہے تھے۔ آخر وہ دن آگیا جب میں نے جانا تھا دُعا کر کے چلے۔ آدھے راستہ میں پہنچے تو پتہ چلا کہ میں اپنا Ausweis (شناخت نامہ) بھول آئی ہوں۔ میرا بھائی واپس گھر گیا اور ہم آدھے راستے میں انتظار کرنے لگے۔ جب وہ واپس آیا تو اُس کے ہاتھ میں Ausweis کے ساتھ حضور کا خط بھی تھا جو حضور کے پیڈ پر لکھا ہوا تھا اور جس کا مضمون کچھ اس طرح تھا کہ ''اللہ تعالیٰ آپ پر اپنے خاص فضل کرے گا اور ہر پریشانی سے بچائے اور گھبرانے کی کوئی ضرورت نہیں اللہ رحم کرے گا'' یہ خط میں نے ٹرین میں بیٹھ کر پڑھا۔ میرے میاں افتخار احمد ساتھ تھے میں نے اُسی وقت کہا میرا کیس پاس ہوگیا اب مجھے کوئی پریشانی نہیں۔ میرا اور میرے بھائی کا کیس ایک ہی وقت ہوا تھا مگر میرا کیس پاس ہوگیا اور بھائی کا ختم ہوگیا اس کے بعد خدام الاحمدیہ کے اجتماع پر حضور تشریف لائے اور ہماری ملاقات منظور ہوئی تو میں نے حضور کو سارا واقعہ سُنایا۔ حضور انور نے فرمایا آپ پاسپورٹ ساتھ لے کر آئی ہیں؟ پھر جب تصویر بنوانے لگے تو حضور نے فرمایا کہ اپنے پاسپورٹ کو سینے سے لگائیں تا کہ آپکو یاد رہے کہ یہ آپکو میری دُعاؤں سے ملا ہے۔ وہ تصویر یادگار تصویر تھی میرے لیے۔ آخر میں اپنے پیارے آقا کے لیے دُعا ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ پر اپنا خاص فضل اور رحمتیں نازل فرمائے اور جنت میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے آمین۔

(نجمہ باری آفن باخ نورڈ)

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

قبولیت دُعا کا ایک واقعہ

ویسے تو ہزاروں واقعات ہماری زندگیوں آتے رہے ہیں اپنا ایک واقعہ بیان کرتی ہوں۔ جرمنی میں جو لوگ بڑی عمر میں آئے ہیں وہ جانتے ہیں کہ جرمن زبان میں ڈرائیونگ کا تحریری امتحان پاس کرنا کتنا مشکل ہے۔ اس کے بہت زیادہ سوالات ہوتے ہیں۔ میں نے اللہ کا نام لے کر جرمن زبان میں تھیوری کی تیاری شروع کر دی۔ مجھے جس لفظ کی سمجھ نہ آتی میں اُسے لکھ

لیتی اور گھر آ کر بچوں سے اُس کا مطلب پوچھ لیتی اور یاد کر لیتی لہٰذا اس طرح میں نے تیاری کر لی اور حضور کو دُعا کے لیے خط بھی لکھ دیا۔ حضور نے جواب سے مستفیض فرمایا اور دو دُعائیں بھی لکھیں کہ اُنہیں باقاعدگی سے پڑھتی رہوں۔ یہ دُعائیں بہنوں کے استفادہ کے لیئے لکھ رہی ہوں۔

(۱) الھم ارنا حقائق الاشیاء. (۲) رب زدنی علما

میں نے یہ دُعائیں کثرت کے ساتھ پڑھیں اور وقت آنے پر ٹیسٹ دیا اور میں نے یہ ٹیسٹ بغیر غلطی کے پاس کیا. اور بعد میں ڈرائیونگ ٹیسٹ بھی پاس کر لیا۔ یہ سب حضور کی دُعاؤں کے نتیجہ سے ہوا. ورنہ مجھ میں کوئی قابلیت نہ تھی۔ اب جب گاڑی میں بیٹھ کر اپنے کام خود کرتی ہوں تو پیارے آقا کے لیے دُعائیں کرتی ہوں اور میرا سینہ و دل فرطِ محبت سے بھر جاتا ہے اے میرے مولا تو جانے والے پر اپنی رحمتیں نازل فرما. اور اُن کے درجات بلند سے بلند فرما اور ہمیں اُنکی نصیحتوں پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے، آمین۔ (مسعودہ بھٹی، روٹنگن)

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

کچھ کیوں؟ سارا کیوں نہیں؟

جون ۱۹۸۹ میں ہماری جلسہ سالانہ جرمنی کے موقع پر حضور سے ملاقات ہوئی۔ میری بڑی بیٹی تین ماہ کی تھی اس کے بارہ میں پوچھا تو ہم نے بتایا کہ یہ ہماری شادی کے پورے ایک سال بعد اُسی دن پیدا ہوئی جس دن ہماری شادی ہوئی تھی اور وقت بھی وہی جو میری رخصتی کا تھا۔ بہت خوش ہوئے اور فرمایا واقعی حیران کُن بات ہے۔ پھر میرے میاں نے دُعا کے لیے کہا اور اپنا ارادہ بتایا کہ میں خود حافظ قرآن ہوں میرا دل چاہتا ہے کہ میں اپنی بیٹی کو بھی کچھ حصہ قرآن کا حفظ کراؤں۔ فرمانے لگے کچھ کیوں سارا کیوں نہیں۔ اب آپ کے منہ سے نکلے ہوئے یہ الفاظ میری بیٹی کے لیے ہی نہیں بلکہ میرے بیٹے کے لیے بھی دُعا بن گئے ہیں اللہ تعالیٰ میرے بچوں کو کامیاب کرے، آمین۔ (نسرین حمید ہنوور)

''سن رہا ہوں مالکِ تقدیر کی چاپ''

''اللہ تبارک تعالیٰ نے خوف کے بعد ہماری آنکھیں ٹھنڈی کیں۔ دِلوں کی ڈھارس بندھائی، شریف، باحیا، اولوالعزم، باہمت امام ہمیں، ہماری کمزوریوں، ناسپاسیوں کے باوجود عطا فرمایا۔ اللہ تعالیٰ ہماری طرف سے ان کی آنکھیں ٹھنڈی رکھے، آمین۔

مسیح ناصریؑ نے اللہ سے دعا کی کہ اللہ ہمارے لئے آسمان سے وہ مائدہ اتار جو ہمارے پہلوں کے لئے بھی عید کا موجب ہو اور ہمارے پچھلوں کے لئے بھی''۔ اور اللہ پاک نے ان کو اتنا دیا کہ آج وہ دنیا کی بڑی بڑی بادشاہتوں پر قابض ہیں۔ ہمارے پیارے مسیح محمدیؑ کو بھی اللہ نے ان کے پیارے بیٹے مرزا شریف احمدؓ کی نسبت خبر دی کہ ''وہ بادشاہ آیا'' وقت کا دھارا بہتا رہتا ہے۔ مائدہ اور بادشاہتیں وقت کے ساتھ ساتھ آہستہ آہستہ عروج پذیر ہوتی ہیں۔ احمدیت کے لئے اللہ تعالیٰ نے کتنی عظیم الشان فتوحات مقدر کر رکھی ہیں۔ میرے جیسی ناچیز تو اس کا شاید صحیح تصور بھی نہ کر سکے۔ ہوا کی لہروں پر تو اللہ نے دسترس دی۔ فالحمدللہ علی ذلک۔ حضورؒ نے فرمایا تھا۔ ''سن رہا ہوں مالکِ تقدیر کی چاپ'' قدم مالک تقدیر کی چاپ اب لمحہ بہ لمحہ، دن بدن، ماہ بہ ماہ، سال بہ سال واضح سے واضح تر ہوتی چلی جا رہی ہے۔ ابھی افریقہ میں ہی سہی، بادشاہتیں ملنی شروع ہو گئی ہیں۔ خوش نصیب بادشاہ ہیں جوان کپڑوں سے برکت ڈھونڈ رہے ہیں۔ انشاء اللہ العزیز وہ دن بھی دور نہیں کہ ہم تاج شاہی آپ کے سر پر سجا دیکھیں گے۔ تین سو سال میں غلبہ کا وعدہ جو اللہ پاک نے ہمارے ساتھ کیا ہے، اللہ کرے وہ اس سے بھی جلد تر پورا ہو۔ خدا تعالیٰ ہمیں خدائی بشارتوں کے اہل بننے کا وارث کرے اور ہم حضرت مسیح موعودؑ کے اس شعر کے ظاہری و باطنی دونوں معنوں میں وارث ہوں۔

وہ خزائن جو ہزاروں سال سے مدفون تھے اب میں دیتا ہوں اگر کوئی ملے امیدوار

آخر میں میری دعا ہے کہ اے مولا کریم مسیح ناصری کے ماننے والے تو مائدہ کثیر پا کر سیدھے راستے سے بھٹک گئے، تو ہمارے حال پر رحم فرمانا اور ہمیں بھٹکنے سے بچانا اور صراطِ مستقیم پر گامزن رکھنا اور ہمارے پیاروں نے ہمارے لئے جو دعائیں کی ہیں، ان کو ہمارے حق میں قبول فرمانا، آمین ثم آمین۔

القلم

تمام احساس کی ہوائیں، تمام عرفان کے جزیرے، تمام یہ علم کے سمندر
مسیحِ دست و قلم سے نکلیں تو پھر یہ الفاظ بولتے ہیں

حضور رحمہ اللہ اپنے اردو ترجمہ قرآن میں سورۃ القلم کے تشریحی نوٹ میں فرماتے ہیں۔ یہ سورۃ لفظ ''ن'' سے شروع ہوتی ہے، جس کا ایک معنی دوات کا ہے اور قلم سے لکھنے والے تمام اس کے محتاج رہتے ہیں۔ اور انسان کی تمام ترقیات کا دور قلم کی بادشاہی سے شروع ہوتا ہے۔ اگر انسانی ترقی میں سے تحریر کو نکال دیا جائے، تو انسان جہالتوں کی طرف لوٹ جائے، اور پھر کبھی اسے کوئی علمی ترقی نصیب نہیں ہوسکتی۔

(اردو ترجمہ از حضرت خلیفہ رابعؒ صفحہ 1060)

آجکل ہم جس دور سے گذر رہے ہیں، یہ قلمی جہاد کا دور ہے۔ حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں۔ ''سچی بات یہی ہے کہ مسیح موعود اور مہدی کا کام یہی ہے کہ وہ لڑائیوں کے سلسلہ کو بند کرے گا اور قلم، دعا۔ توجہ سے اسلام کا بول بالا کرے گا۔ (لیکچر لدھیانہ صفحہ 31)

اس دور میں نافلۂ موعود نے قلمی ترقی کے وہ شاہکار پیش کئے ہیں جو آئندہ صدیوں تک مشعلِ راہ ہونگے۔ جی ہاں میری مراد حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کی شاندار تصنیفات سے ہے۔ آپ نے اپنی گونا گوں مصروفیات کے باوجود متعدد کُتب اُردو اور انگریزی میں تصنیف فرمائیں جن کے بارہ میں ایک اجمالی خاکہ یہاں دیا جاتا ہے۔

1: اردو ترجمہ قرآنِ کریم مع سورتوں کا تعارف اور مختصر تشریحی نوٹ

24 فروری 99ء کو حضور انورؒ نے MTA پر 305 گھنٹے کی کلاسز کے ذریعہ ترجمۃ القرآن کا دور مکمل فرمایا۔ اس ترجمہ میں بہت سے مقامات ایسے تھے، جن کے حل کے لئے حضورؒ نے اللہ سے مدد چاہی اور اللہ تعالیٰ نے محض اپنے فضل سے حضورؒ کو ایسے معانی سمجھائے، جن سے وہ مشکل مقامات حل ہوگئے۔ یہ ترجمہ آسان، سلیس اور عام فہم ہونے کے باوجود اپنے اندر ایک ندرت رکھتا ہے۔ اس ترجمہ کے بارہ میں خود حضورؒ فرماتے ہیں۔

''کہ قرآنِ کریم کا ایک ایسا ترجمہ تیار ہوجائے، جو اپنے رنگ میں تفسیر کا بھی قائم مقام ہو، تاکہ غور کرنے والے اس میں سے مطالب نکال سکیں۔ اللہ کرے کہ یہ ترجمہ ایک بھاری اکثریت کے لئے قرآنِ کریم سمجھنے، سمجھانے اور اسکی محبت دلوں میں بٹھانے کا موجب بنے۔'' (اردو ترجمہ قرآن، صفحہ 8)

2-Revelation, Rationality, Knowledge and Truth

(الہام، عقل، علم اور سچائی)

حضورؒ نے ایک مرتبہ اپنی اس تصنیف کے بارے میں فرمایا تھا کہ میں نے اپنی تمام ترعمر کے تجربات کا نچوڑ اس کتاب میں پیش کردیا ہے۔

انسانی علم کے ذرائع کیا ہے؟ اس موضوع پر حضورؒ نے اس کتاب میں تفصیل سے بحث کی ہے۔ حضورؒ فرماتے ہیں کہ مغرب کا تعلیم یافتہ طبقہ عقل وفہم پر مبنی مشاہدہ اور تجربہ کو ہی حصولِ علم کا واحد ذریعہ قرار دیتا ہے، جبکہ حقیقت یہ ہے کہ خدا کی جانب سے براہِ راست بھی انسان کو علم عطا ہوتا ہے، جسے ہم الہام یا وحی الٰہی کہتے ہیں، اور یہ علم کا سب سے مستند ذریعہ ہے۔ الہام کی سب سے بڑی اور عظیم کتاب قرآنِ کریم ہے اور اگر نمبر ا قرآنِ کریم اس کائنات کے خالق کا کلام ہے تو اس میں کوئی ایسی بات نہیں ہونی چاہئے جو سائنس کے ثابت شدہ اصولوں کے خلاف ہو۔ کیونکہ خدا کے کام اور کلام میں کوئی تضاد ممکن نہیں۔ نمبر 2 اگر قرآنِ کریم میں ہمیں ایسے حقائق مل جائیں، جو جدید سائنسی تحقیق سے ثابت ہو چکے ہوں، تو پھر

ماننا پڑے گا کہ یہ کتاب ایک عالم الغیب خدا کا کلام ہے، جسکا الہام انسانی علم کی ترقی کا ایک ذریعہ بلکہ سب سے بڑا ذریعہ ہے۔

مندرجہ بالا قوانین آپؒ نے بہت احسن انداز میں مختلف مثالوں کے ذریعے اس کتاب میں ثابت کئے ہیں۔

3- Islam's Response to Contemporary Issues

4- Revival of Religion

اس کتابچہ میں آپؒ کے ایک خطاب کو قلمبند کیا گیا ہے، جس میں آپؒ نے وضاحت فرمائی ہے کہ مذہب کی بقا کا راز کیا ہے؟ حضرت مسیح موعودؑ نے آ کر اسلام کی احیاءِ نو کی اور بتایا کہ حیاتِ مسیح کا عقیدہ سراسر قرآن کریم کے خلاف ہے۔ جب کسی شخص کی دوبارہ آمد کی پیشگوئی ہوتی ہے تو وہ شخص دوبارہ آسمان سے نہیں اترا کرتا بلکہ وہ لوگوں کی نظر میں ایک عام، حقیر آدمی ہوتا ہے، مگر وہ خدا سے الہام پاتا ہے اور ہمیشہ کامیاب ہوتا ہے۔ اسلام کے احیاءِ نو کی احمدیہ فلاسفی کو حضورؒ نے قرآنی آیات سے ثابت کیا ہے۔

5-Elementary Study of Islam

6 Some Distinctive Features Of Islam

یہ آسٹریلیا کی کینبرا یونیورسٹی میں حضورؒ نے اسلام کی امتیازی خصوصیات کے بارے میں ایک لیکچر دیا تھا، جس کو کتابچہ کی شکل میں ڈھالا گیا ہے

7: Absolute Justice,The three Kindness and Kindship Creative Principles

8-Shriah Relationship between Religion and Politics In Islam

9- Christianity Journey from Facts to Fiction

اس کتاب میں آپ نے عیسائی مذہب کی حقیقت بیان کی ہے

10: **زھق الباطل**:۔ حکومت پاکستان کے مبینہ قرطاس ابیض کے جواب میں 20 جولائی 1984ء سے 17 مئی 1985ء تک کے خطبات کا مجموعہ۔

11: **سوانح فضلِ عمر**

12: ذوقِ عبادت اور آدابِ دعا۔ نماز اور خطبات کے موضوع پر 24 خطبات کا مجموعہ۔

13: **خلیج کا بحران اور نظام جہان نو**:۔ یہ بھی آپؒ کے خطبات کا مجموعہ ہے۔ جب 1991ء میں اتحادی ملکوں نے عراق کے خلاف ایک خطرناک مسلم کُش جنگ کی اور اسلامی ممالک مثلاً سعودی عرب وغیرہ نے بھی ان کا ساتھ دیا۔ اس جنگ کا پس منظر کیا تھا، اس کے عوامل اور اسباب کیا تھے اور ان مسائل کا کیا صحیح اور اسلامی حل ہے اور کس طرح دنیا میں امن قائم ہوسکتا ہے۔ اس تعلق میں عالم اسلام اور خاص طور پر جماعت احمدیہ کی کیا ذمہ داریاں ہیں، ان تمام اُمور کا بھرپور تجزیہ حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے ان خطبات میں کیا ہے۔

14: **مذہب کے نام پر خون**:۔ یہ کتاب آپؒ نے اپنے دور خلافت سے قبل 1962ء میں تحریر فرمائی۔ اس کتاب کے پیش لفظ میں حضورؒ فرماتے ہیں۔ ''اختلافات معقول حد تک دور کرنے یا سچائیوں کو پھیلانے کا ایک اور صرف ایک طریق ہے کہ امن اور سلامتی کے ماحول میں ہر تعصب سے پاک ہو کر ایک دوسرے تک اپنے خیالات کو پہنچایا جائے، اور ایک دوسرے کے نقطۂ نظر کو دیانتداری کے ساتھ سمجھنے کی کوشش کی جائے، جس قدر اختلافات شدید ہونگے، اسی قدر اس معاملہ میں حلم، بُردباری اور متانت کی زیادہ ضرورت ہوگی، اور اس بات کی ضرورت ہوگی کہ اشد ترین مخالف کے معاملہ میں بھی انصاف کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑا جائے، اور نظریاتی اختلافات پر سیخ پا ہو کر نعرہ ہائے جنگ بلند کرنے کی عادت ترک کردی جائے۔'' اس کتاب میں آپؒ نے یہ بات ثابت کی ہے کہ آج تک جتنا خون بھی مذاہب کے نام پر بہایا گیا ہے، اس میں مذہب کو صرف بطور آڑ استعمال کیا گیا ہے، ورنہ ابتدائے آفرینش سے کوئی مذہب بھی انسانی خون کو (ناحق) بہانے کی اجازت نہیں دیتا۔

15: **حواؑ کی بیٹیاں اور جنت نظیر معاشرہ**:۔ یہ خواتین کی تربیت

کے موضوع پر آپؒ کے خطبات کا مجموعہ ہے۔

16: اسلام میں ارتداد کی سزا کی حقیقت:۔ جلسہ سالانہ برطانیہ 1986 کے موقع پر آپؒ نے مندرجہ بالا موضوع پر خطاب فرمایا، جسے بعد میں کتابی شکل دی گئی۔ اس خطاب میں آپؒ نے ثابت کیا ہے کہ قرآنِ پاک مرتد کی سزا قتل نہیں بتاتا بلکہ بعد میں سیاسی وجوہات کی بناء پر مسلمان حکمرانوں نے علماء کے ذریعہ ایسے فتوے دلوائے کہ آج بھی اسلام دشمن طاقتیں جو اسلام کے بڑھتے ہوئے غلبہ سے خائف ہیں، وہ اسلام کے بارہ میں ایسا منفی پروپیگنڈا کرتی ہیں۔

17: ''ربوہ سے تل ابیب تک'' مختصر تبصرہ:۔ اس رسالہ میں حضورؒ نے مولوی سید محمد یوسف بنوری کے رسالہ ''ربوہ سے تل ابیب تک'' جیسے گھٹیا جاسوسی ناول ٹائپ رسالے کا جس میں مولوی صاحب نے احمدیت کو صیہونیت کی ایک شاخ (نعوذ باللہ) قرار دیا ہے، کا خوب کچا چٹھا کھولا ہے اور جھوٹے کو گھر تک پہنچایا ہے۔

18: دعوت اِلی اللہ اور مجلس انصاراللہ کی ذمہ داریاں: خطاب سیدنا حضرت امیر المومنینؒ برموقعہ سالانہ اجتماع انصاراللہ جرمنی 1988

19: ہومیوپیتھی یعنی علاج بالمثل:۔ مسلم ٹیلی وژن احمدیہ انٹر نیشنل پر نشر کئے گئے حضرت مرزا طاہر احمدؒ کے ہومیوپیتھی کے بارہ میں لیکچرز کا مجموعہ۔ اس کتاب کے دیباچہ میں آپؒ فرماتے ہیں۔...... ''میں نے حضرت ابا جانؓ کی لائبریری سے ہومیوپیتھی کی کتابیں لے کر پڑھنا شروع کیں، بعض اوقات ساری ساری رات اُنہیں پڑھتا رہتا، لمبا عرصہ مطالعہ کے بعد میں نے دوائیوں اور ان کے مزاج سے واقفیت حاصل کی اور انکے استعمال اور خصوصیات کا اچھی طرح ذہن میں نقشہ جمایا اور پھر مریضوں کا علاج شروع کیا''۔ (صفحہ نمبر ۱۱)۔ یہ کتاب عام مرد و خواتین جو گھروں میں خود پڑھ کر علاج کرنا چاہیں یا ہومیو ڈاکٹر ہوں، سب کے لئے ایک نعمتِ غیر مترقبہ ہے۔

20: کلامِ طاہر:۔ ایک عالی پایہ کے مصنف ہونے کے ساتھ ساتھ آپؒ ایک قادر الکلام شاعر بھی تھے۔ شاعری کی اس زندہ جاوید کتاب میں آپؒ کے شعری فن پارے اپنے عروج پر نظر آتے ہیں۔ آپؒ کا حمدیہ و نعتیہ کلام بہت چوٹی کا کلام ہے۔ آپؒ کی شاعری میں لقائے الٰہی کے جام ہیں، محمد مصطفیٰ ﷺ کی محبت ہے، احمدیت کی تاریخ ہے، نظامِ نو کا نقشہ ہے، آغوشِ جدائی میں پلنے والا درد ہے، اور سب سے بڑھ کر جو چیز نظر آتی ہے، وہ اپنے چاہنے والوں کے لئے بے شمار پیار و محبت، خوشخبریاں اور دعائیں ہیں۔

نور کی شاہراہوں پہ آگے بڑھو سال کے فاصلے لمحوں میں طے کرو

خوں بڑھے میرا تم جو ترقی کرو قرۃ العین ہو سارباں کے لئے

21: ایک مردِ خُدا:۔ یہ حضرت مرزا طاہر احمد خلیفۃ المسیح الرابعؒ کی سوانح حیات ہے، جسے ایک انگریز مصنف آئن ایڈم سن نے تحریر کیا ہے۔

آپؒ کی متعدد کتب کے دنیا کی مختلف زبانوں میں تراجم ہو چکے ہیں۔

تحسین تری عمر، کہ جس عمر میں تو نے

صد خضر کی عمروں سے سوا کام کیا ہے

بقیہ غریب الوطن مسافر

حیرت انگیز طور پر کھلے، خصوصی پولیس Escort نے اس کے جسم اطہر کے آگے پیچھے پہرہ دیا، سڑکیں اس کے لئے خالی ہوگئیں، اک شاہانہ اعزاز اسے ملا (اگرچہ وہ بالکل بھی اس کا خواہاں نہ تھا) اس کی حسین یادوں کا سلسلہ تو اتنا طویل ہے کہ دنوں انسان سوچتا رہے تو ختم نہ ہوں۔ اللہ کے حضور یہی دُعا ہے کہ اے اللہ ہمیں توفیق عطا فرما کہ جانے والے کی حسین یادوں کو زندہ رکھیں اور جو عالی شان کام اس نے شروع کئے ان کو پایہ تکمیل تک پہنچائیں، آمین اور آنے والا جو اللہ نے پھر اپنی رحمت خاص سے ہمیں عطا فرمایا، اپنی رحمتِ خاص سے ہی اس کی تائید و نصرت فرمائے اور خلافت حقہ اسلامیہ کو ہمیشہ ہم میں جاری رکھے۔ ہم اور ہماری نسلیں اس حبل اللہ کو مضبوطی سے تھامے رکھیں اور اس کے شیریں ثمرات سے فیض یاب ہوں، آمین۔ یا ارحم الراحمین۔ (مبارکہ شاہین، فنگ سٹڈ)

زلزلہ سا آ گیا اک رو پڑی شامِ اجل زندگی جب شہر سے نکلی کفن پہنے ہوئے

عرفِ عام میں زندگی ایک ایسا لفظ ہے جس کے معنی زندہ اور متحرک رہنے کے ہیں۔ ہر زندہ شخص زندگی کا استعادہ ہے لیکن ایسے شخص کی زندگی کو کیا لباس پہناؤں جو پوری ایک دنیا تھا۔ ایسی جامع اور زندہ شخصیت جس کا ہر پہلو تابناک اور انداز حسین تھا۔ وطن سے ہجرت کے بعد اس کی اس وسعت عمل میں کوئی فرق نہ آیا۔ دیارِ غیر میں کشوریں آباد کر کے بھی اس نے کبھی اپنے آپکو کشور کشا اور فاتح نہیں کہا حالانکہ دلوں پر حکومت کرنے کا فن غیروں کو اپنانے کا جوہر جو قدرت نے اسے عطا کیا تھا۔ وہ بڑا اچھوتا اور لاجواب تھا۔ کشور کشائی کا یہ عالم کہ بادشاہ اس در سے خراجِ عقیدت وصول کرنے آئے۔ شہنشاہ اس کے درِ ناز کے فقیر ہوں لیکن اس نے ہمیشہ اپنے آپ کو شبِ ہجر کا مسافر غریبِ شہر اور جلاوطن کہنا پسند کیا۔ وطن کی یاد اور حبّ الوطنی کا یہ دکھ کبھی شاعری کے قالب میں ڈھلا اور کبھی تقریر و تحریر میں اشکِ وفا بن کر ٹپکا۔ اس غیر مسلم قوم کے رخ کو اسلام اور احمدیت کی طرف موڑنا ایک کارِ ناممکن تھا لیکن آپ نے پتھر دلوں کو ایسا موم کیا کہ بے شمار مغربی لوگ دائرہ احمدیت میں داخل ہوئے۔ مجھے ہمیشہ حضور کا یہ رخ بڑا پیارا اور اچھوتا لگتا تھا۔ وہ ایک جہانِ نور تھا۔ گذشتہ ۲۰۰۱ء جلسہ پر آپؒ جب جرمنی تشریف لائے تو اپنے رستہ پر جب عورتوں کے جلسہ گاہ سے باہر آئے تو ہنستے اور مسکراتے ہوئے بار بار ہاتھ سے سلام کرتے ہوئے گزرتے جاتے تھے۔ رقت کے وہ منظر اور جذب کا وہ عالم جو آپ پر حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کا اسمِ گرامی آتے ہی طاری ہو جاتا تھا اب ماضی کی ایک یادِ خوش خیال بن گیا ہے۔ وہ پیاری ہستی ہمہ جہت خوبصورت تھی بچوں کی محفل میں ہیں تو ایسے مہربان اور بے تکلف جیسے اور کوئی کام ہی نہیں۔ حضور کے مزاج کی یہ نرمی ہی شاید ان کے حسن اور دلآویزی میں بے مثال باعث اضافہ بنی۔

جوشِ تقریر ایسا کہ ہر لفظ سماعت سے اتر کر دل میں ترازو ہو جائے۔ میرِ محفل ایسا کہ اس کی کہی ہوئی ایک ایک بات لوحِ دل پر حرفِ جلی کی طرح لکھی جائے۔ باپ ایسا کہ ماں کی وفات کا اولاد کو احساس تک نہ ہونے دے۔ خاوند ہے تو ایسا باوفا کہ بیگم صاحبہ کی وفات کے بعد بھی جب برسبیلِ تذکرہ ان کا ذکر آ گیا تو گھنٹوں اسی وارفتگی میں اس ذکر کو یادِ ماضی کے حوالے سے دہراتے رہنا۔ ماں کی وفات کے بعد اپنی بچیوں سے ایک والہانہ تعلق استوار رکھا۔ سرِ محفل جب بھی بات کی میری فائزہ اور میری طوبیٰ کہہ کر کی۔ طبیعت میں لاغری اور نقاہت کے باوجود اپنے شب و روز کے تسلسل کو برقرار رکھنا بڑی ہمت کا کام تھا۔ حضور کو جب میں خط لکھتی تو ایک آدھ شعری قطعہ بھی برنگِ غالب ضرور لکھتی کیونکہ آپ غالب کے بہترین نقاد اور نبض شناس تھے۔ ایک دفعہ غالب کا ایک سفر میرے ذہن میں کئی سال تک سوالیہ نشان بنا رہا لیکن اس کی سیر حاصل تشریح کہیں نہ مل سکی حالانکہ میں نے طباطبائی یوسف سلیم چشتی کی تشریح بھی پڑھی اتفاقاً ایکدن حضور کی محفل میں یہی شعر زیرِ بحث آیا کہ

اصلِ شہود، شاہد و مشہود ایک ہے
حیراں ہوں پھر مشاہدہ ہو کس حساب میں

حضور نے چند فقروں میں ہی اس شعر کی ایسی تشریح فرمائی کہ عقل حیران رہ گئی ایسی پرتاثیر اور ہمہ جہت مکمل گفتگو کہ ہر ایک یہی سمجھتا تھا کہ میرے ہی دل کی بات ہے جو بزبان حضور ادا ہو رہی ہے بقولِ غالب

دیکھنا تقریر کی لذت کہ جو اس نے کہا
میں نے یہ جانا کہ گویا یہ بھی میرے دل میں ہے

ایک دفعہ میں ملاقات کے لئے فرینکفرٹ گئی تو حضور مجھے نام سے پہچان گئے۔ فرمایا طیبہ زین ہیں؟ میں نے عرض کیا جی حضور پھر خوش ہو کر بولے بس لکھتی رہنا یہ کام چھوڑنا نہیں اس کے بعد فرمایا بھئی تم اکثر مجھے نظمیں بھیجتی ہو تو میں تھوڑی بہت غلطیاں نکال دیتا ہوں تم برا تو نہیں مناتی؟ میں نے کہا کہ حضور یہ تو میرے لئے بڑی خوش بختی ہے کہ حضور میرے آقا بھی ہیں اور

استاد بھی۔اس پر آپ ہنس پڑے۔

۲۰۰۱ء جب حضور کی آمد کے دن نزدیک تھے میں نے ملاقات کی درخواست نہ دی کیونکہ ابھی ایک سال ہی ہوا تھا۔یہ بارہا آزمائی ہوئی حقیقت ہے کہ جب بھی جماعت سے کوئی عزت ملتی یا حضور کا خط آنا ہوتا میں دیکھتی سبز رنگوں کا ایک منظر ہے اور حضور اس میں کھڑے ہیں۔اسی طرح میں نے دیکھا کہ ایک بہت سرسبز درخت ہے۔اس درخت کے پیچھے دو قلم پڑے ہیں۔یہ بڑا عجیب خواب تھا۔میں بالکل اس کی تعبیر نہ سمجھی پھر اس وقت مجھے اپنا وہ خواب یاد آیا جب حضور نے دو قلم اپنا نامِ اقدس لکھوا کر مجھے بھیجے۔آج میں اسی قلم سے حضور کی یادوں کو سپردِ قلم کر رہی ہوں۔ایک دفعہ میں نے خدمتِ اقدس میں خط لکھا،ساتھ چند اشعار تھے

شاہِ دیں میرا ہے غالبؔ شاہِ دنیا ہے تیرا
فرق یہ اعزاز میں مجھ کو بڑھاتا جائے
صحنِ مسجد میں ہو جب ہر آنکھ اس کی منتظر
خلوت خانہ میں پھر کب اس سے بیٹھا جائے

حضور کی طبیعت کا ایک یہ بھی خاصہ تھا کہ اپنی بیماری اور نقاہت کا ذکر پسند نہ فرماتے تھے۔جرأت اور خود اعتمادی آپکی پروقار طبیعت کا خاصہ تھی۔آخری بیماری کے بعد حضور کا اپنے آپ کو سنبھالنا اور ازسرِ نو محفلیں منعقد کرنا ایک معجزہ تھا۔اس کے علاوہ آپکے چہرے کا پہلے سے بھی زیادہ پرنور اور روشن ہو جانا کیا خبر تھی ان محفلوں کی رونقیں تو حضور کا ہمارے لئے آخری تحفہ ہیں۔حضور کی زندگی بھی قابلِ رشک تھی اور موت بھی پر اعزاز۔آپ کی شامِ رخصت بھی اس دیارِ غیر میں جس اعزاز اور عزت کے ساتھ آپ کو آپکی آخری آرامگاہ تک لایا گیا اس کی مثال ملنا مشکل ہے۔آپ اپنے پیارے شہر سے شہرِ خموشاں کی طرف چلے تو برجستہ یہ اشعار موزوں ہوئے

حادثہ ہوگا کوئی کہنے لگے اہلِ چمن
جب بہار آئی خزاں کا پیرہن پہنے ہوئے
زلزلہ سا آگیا اک رو پڑی شامِ اجل
زندگی جب شہر سے نکلی کفن پہنے ہوئے

شامِ رخصت کا منظر دل گیر ابھی تک آنکھوں کے سامنے ہے۔آخری آرام گاہ میں اترتا ہوا ایک بہت قیمتی وجود، انمول ہستی، امام وقت بہترین مقرر، قابل رشک انسان، خزینۂ علوم، بالغ فکر، بالغ نظر، دور اندیش، محقق، مفکّر، مفسرِ قرآن، طبیب جسمانی اور معالجِ روحانی۔وہ کیا نہیں تھا اس کے اتنے نام اور اتنی شاخیں ہیں کہ انہیں احاطہ تحریر میں لانا مشکل ہے لیکن اس ہمہ گیر انسان نے اپنے وطن سے دور آ کر اپنے لئے صرف ایک نام پسند کیا وہ تھا غریب الوطن مسافر اور جلاوطن جو کبھی شاعری کے قالب میں ڈھل کر وطن سے آنے والوں کو یوں وقت رخصت الوداع کیا تھا

دیارِ مغرب سے جانے والو دیارِ مشرق کے باسیوں کو
کسی غریب الوطن مسافر کی چاہتوں کا سلام کہنا

جس وطن کے لوگوں نے ان کے لئے دار و رسن تیار کئے ان کے لئے بھی وہ محبتوں اور چاہتوں کے پیام بھیجتے رہے۔انکی شخصیت کی سب سے زبردست شناخت محبت اور وطن سے عشق تھا۔آخری شام جب آپ کو لحد میں اتارا گیا تو یہ نظارہ دیکھتے ہی میں نے فی البدیہہ غزل کہنا شروع کی اس نظم کا لب لباب یہی ہے کہ ایسے لوگ مر کر بھی فنا نہیں ہوتے

مہک جو بوئے گا اپنی گلاب مٹی میں
تو بول اٹھے گا نمو کا شباب مٹی میں

یہ امر واقعہ ہے کہ واقعی خوشبو کا گھر کوئی ایک علاقہ گلستان نہیں اس پر خاک لحد کا بھی اتنا ہی حق ہے جتنا صحن چمن کا خوشبو کے گھر کی کوئی چار دیوارای نہیں وہ مسافر ہے وہ امر اور لافانی ہے اس پیارے احساس کی طرح جو یادوں کو لئے لئے تلاش کے رستے پر گامزن رہتی ہے ہر موسم بہاراں شہروں کی نمودِ جلوہ ہے۔

سب کہاں کچھ لالہ و گل میں نمایاں ہو گئیں (بقیہ صفحہ 51 پر)

کوئی ایسا شخص ہوا کرے

مسیح وقت امام الزمان حضرت مسیح موعودؑ کے فرزند ارجمند گرامی حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمدؓ کا بطل جلیل، سیدہ مریم بیگمؓ کی کوکھ سے جنم لینے والا عظیم سپوت، کروڑوں دلوں کی دھڑکن، زمین فلک پر ایک اور روشن ستارہ بن کر چمکا۔ پوری کائنات سورج چاند ستارے، دن رات سب صبح روشن کی طرح گواہ ہیں کہ اُس نے انہیں تسخیر کرلیا۔ ان کے نور کو اوجِ ثُریا سے زمین پر کھینچ لایا جس کی کرنوں سے دیکھتے ہی دیکھتے زمین روشن ہوگئی اور ہوتی چلی گئی۔ گویا

؎ عرش سے فرش پہ مایا اتری روپا ہوگئی ساری دھرتی

اور آج اَکناف عالم میں، دنیا کے ہر برِاعظم میں اُس کی شبیہ مبارک کا نور موجود ہے وہ تائیدِ خُداوندی ایسی ہمراہ لایا کہ ہر چڑھنے والا دن پہلے سے زیادہ روشن ہوتا اور ہر چھا جانے والی رات پہلے سے زیادہ برکتیں اور رحمتیں ہمراہ لاتی۔

سارا دن خدمت دین میں وقف کئے وہ اپنی نیم شب دُعاؤں میں ان ہی کاموں کی کامیابی کے لیے، تمام بیماروں کی شفایابی کے لیے اور تمام دکھیاروں کے دکھوں کے لیے تڑپ تڑپ کر روتا۔ اور اپنے خُدا کے حضور ایسے مانگتا کہ وہ صرف اُسی کا خُدا ہے۔ جبھی تو اُس کے کلام کے یہ مصرعے گھر گھر دہرائے جانے لگے

؎ میں تجھ سے نہ مانگوں تو نہ مانگوں گا کسی سے
میں تیرا ہوں تو میرا خُدا میرا خُدا ہے

عاشقِ رسول ایسا کہ دل میں یہ خواہش ہی رہی کہ:

؎ اے کاش مجھ میں قوتِ پرواز ہو تو میں
اُڑتا ہوا بڑھوں تیری جانب سوئے حرم

اپنے پیارے آقا کو یاد کرتے ہوئے آواز بھرا جاتی اور سُننے والا بھی اسی نشے میں مخمور ہو جاتا۔ خطبہ جمعہ سے پہلے پیاری آواز میں درود شریف کے ورد کی دلکش اور دھیمی دھیمی آواز گھروں میں خاص روحانی فضا پیدا کر دیتی۔

درس القرآن دینے بیٹھا تو علم و معارف کے ایسے دریا بہا دیئے کہ روح تک سیراب ہوگئی۔ بلا کا خطیب، بولنے پہ آتا تو فصاحت و بلاغت کے دریا بہا دیتا سامعین محفل حیران ہوتے کہ کوئی سوال ایسا نہیں جس کی تشنگی باقی رہے یقیناً ؎ ہر سلسلہ تھا اس کا خدا سے ملا ہوا!

اس کی نہیں اس کے اندر خدائی آواز تھی انداز خطابت ایسا کہ ہر بات دل میں اتر جائے ایسا جامع خطاب کہ کوئی حُجت باقی نہ رہے اوکاڑہ کے نالوں (ازار بندوں) سے لے کر امریکہ کی خوشبوؤں تک۔ کیا خوب انداز تھے سمجھانے کے بھی، کمال کی شاعری، کلام ایسا کہ ایک ایک مصرعہ جان لے لے، مشاعروں کی محفل سجائی تو گویا اس سے زیادہ لطف اندوز کوئی نہیں ہو رہا، خوب داد سے نوازا۔ بیماروں کی شفایابی کے لیے ایسا مسیحا بنا کہ ہر دل کی دُعا لی۔ ہنستے مسکراتے ہوئے نسخے بتاتا کر آدھی بیماری تو اپنے پاس ہی رکھ لیتا اور مریض ہلکا پھلکا ہو کر گھر جاتا۔ اپنے چالیس سالہ تجربات کے نچوڑ سے ہر خاص و عام کو ایسا فیض یاب کیا کہ گھر گھر میں ہومیو پیتھی علاج کی برکتوں سے معجزانہ شفاؤں کے واقعات منظر عام پر آئے۔ اور رہتی دنیا تک انسانیت اس سے شفا کا فیض پاتی رہے گی۔ انشاالله تعالی اسکے پیار اور سچ نے دنیا کو کھینچ لیا شہنشاہ اسے سلام کرنے اور اس کے کپڑوں سے برکت ڈھونڈنے آئے۔ اپنے تو اپنے غیر احمدی دوست احباب کا بھی شمار نہ تھا وہ جانتے تھے کہ ایسا شخص روئے زمین پر اس وقت کوئی نہیں ہے۔ غریب الوطنی کا دکھ، اپنوں کی دوری، گھر بار کی یاد، سب نے مل کر دل کو اتنا نرم کر ڈالا کہ آنکھیں بھر بھر آتیں۔ اس کی بزم میں کالے گورے اپنے پرائے دیس دیس سے آئے ہوئے مہمان سبھی برابر تھے۔ سب کے درمیان سے

؎ وہ جدھر جاتا تھا کرنیں سی بکھر جاتی تھیں
اپنے ماحول میں خورشید ادا رہتا تھا

نور کی کرنیں بکھیرتا ہوا مسکراہٹوں کے جام پلاتا ہوا تاحدِ نظر چاک و چوبند گزر جاتا جس کو بھی پہچان لیا وہیں رک گیا کب آئیں؟ کہاں تھیں؟ ابّا کا کیا حال ہے؟ آپ کی امی نے بہت خدمت کی ہے اور نہ جانے کیا کچھ؟ جو بھی ملاقات کی سعادت پاتا، ایک انجانے سے رعب سے مرعوب ہو کر اس کے پاس جا کر نور کے ہیولوں میں گم ہو کر رہ جاتا۔ تحفہ لے کر پھر تحفہ دے کر خوش ہوتا، عجب انداز دلربائی تھا۔ وہ جانِ جہاں، جانِ محفل مسکراتا تو پورا عالم احمدیت اس کے ساتھ مسکراتا۔ وہ اداس ہوتا تو ساری جماعت پریشان ہو جاتی۔ وہ بیمار کیا پڑا، زمین و آسمان ہل گئے۔ جماعت تڑپ اُٹھی ان کی آہ و زاری نے عرشِ خدا کو ایسا ہلا کے رکھ دیا کہ بقول اس کے

؎ اے غلام مسیح الزماں ہاتھ اٹھا موت بھی آ گئی ہو تو ٹل جائے گی

اور پھر سے وہ باغ و بہار وجود تر و تازہ ہو گیا، لحہ بہ لحہ اس کی روز افزوں بڑھتی ہوئی صحت پر رشک آنے لگا، ہر کوئی سمجھا میری ہی دعا خُدا نے سُنی ہے۔ سب کو ناز اں کرتا ہوا، ہنستا مسکراتا ہوا، آخری لمحات تک، آخری سانس تک اس نے سب کو پُر امید رکھا اور جس طرح اس دنیا میں وہ اچانک اپنے چاہنے والوں کے ہاں پہنچ کر سب کو حیران کر دیتا تھا، اسی طرح وہ اچانک اس بھری دنیا کو، اس پیاری پھلتی پھولتی جماعت کو، اپنی پیاری بیٹیوں کو چھوڑ کر خُدا کے حضور حاضر ہو گیا اور جس طرح اچانک آ جانے پر اس کے میزبان بوکھلا جاتے تو وہ لطف اندوز ہوتا، تسلی دیتا، اسی طرح اس کا اچانک اپنے پیارے خُدا کے حضور حاضر ہونا بھی ایک خاص ادا ٹھہری اور خُدا نے اپنے ہی نور سے بخشے ہوئے اس پُر نور وجود کو ہاتھوں ہاتھ لیا کہ ''اے میرے پیارے؛ آ میں تجھ سے راضی ہوں، آ میرے بندوں میں شامل ہو جا، آ میری جنت میں بسیرا کر۔''

وہ شفقتوں، محبتوں سے بھرا وجود تو راضی بہ رضائے الٰہی ہو گیا مگر اس کے عاشقوں کا جو حال ہوا، ہر، بچہ، جوان، بوڑھا ایسا بے چین، ایسا بے کل کہ ہزاروں میلوں کے فاصلے سے گھر بار چھوڑ کر اس بابرکت نفسِ مطہر وجود کا آخری دیدار کرنے دوڑ پڑا، جس طرح بن پڑی، حاضر ہو گیا۔ صرف اس آقا کا پُر سکون مسکراتا ہوا چہرہ دیکھنے جو صرف اس کا آقا تھا جو صرف اس کے دل میں بستا تھا۔ دل کے اندر سے اُٹھنے والے محبتوں کے سمندر نے طغیانی مچا دی اور لہروں نے اُسے اس کے سرہانے لا کھڑا کیا۔ اور پھر یہ طوفان آنکھوں کے راستے بہتا ہی گیا اتنا بہا کہ فضا دھل گئی اور وہ پاک وجود اپنے غم گساروں کے سہارے اپنی آخری آرام گاہ پر جا پہنچا اور اس صاف شفاف فضا میں ایک نیا نورانی وجود اُبھرا، جو دیکھتے ہی دیکھتے چند لمحوں میں

؎ ''دل میں اُتر گیا کہ نظر میں سما گیا''

اور دلوں کی حالت تو بدلنے والا دل کے اندر ہر لحہ موجود ہے، یہ زندگی اسی کی امانت ہے۔ اسی نے اس دل میں اس نئے آنے والے کے لیے وہی پیار اور محبت پیدا کر دی کائنات تھم گئی چاند تارے خاموش۔ انہیں بولنے کا چارہ نہ رہا کیونکہ

؎ اُتر آیا ہے خُداوند یہیں آج کی رات

سب یک زبان ہو کر تجدیدِ بیعت کر رہے تھے اور رو رو کر اپنے گناہوں کی معافی مانگ رہے تھے اور آنے والے سے عہدِ وفا و اطاعت باندھ رہے تھے کہ

کرتے ہیں اے جانے والے وعدہ تیرے ساتھ ہم
آنے والے کی اطاعت ہر گھڑی منظور رہے
قدرت ثانی کا مظہر جو بھی بن کر آئے گا
ہر اشارے پر ہمیں لبیک کہتا پائے گا

انشاءاللہ تعالیٰ۔ (صفیہ چیمہ فرینکفرٹ)

ہمیں اداس چھوڑ کر جو مہرباں چلا گیا
ابھی تو ساتھ تھا ابھی کہاں چلا گیا
سمٹ گیا تھا جس کے پیکرِ وجود میں جہاں
سبھی کو چھوڑ چھاڑ کر وہ میری جاں چلا گیا

(نفیس الرحمان، برگیش گلیڈ باخ)

جان و دلم فدائے جمالِ محمدؐ است

بعد از خدا بعشق محمد مخمرم

گر کفر ایں بود بخدا سخت کافرم

آزاد تیرا فیض زمانے کی قید سے برسے ہے شرق و غرب پہ یکساں ترا کرم

تُو مشرقی نہ مغربی اے نورِ شش جہات تیرا وطن عرب ہے، نہ تیرا وطن عجم

تُو نے مُجھے خرید لیا اِک نگہ کے ساتھ اب تو ہی تو ہے تیرے سِوا میں ہوں کالعدم

ہر لحظہ بڑھ رہا ہے مِرا تجھ سے پیار دیکھ سانسوں میں بس رہا ہے ترا عشق دم بدم

میری ہر ایک راہ تری سَمت ہے رواں تیرے سوا کسی طرف اٹھتا نہیں قدم

اَے کاش مُجھ میں قوتِ پرواز ہو تو میں اُڑتا ہوا بڑھوں، تری جانب سوئے حرم

تیرا ہی فیض ہے کوئی میری عطا نہیں "ایں چشمہَ رواں کہ بخلقِ خدا دِہم

یک قطرہَ زِ بحر کمالِ مُحمدؐ است

جان و دِلم فدائے جمالِ مُحمدؐ است

خاکم نثارِ کُوچہَ آلِ مُحمدؐ است"

حضورؒ کے ارشادات کے آئینے میں احمدی عورت کی ذمہ داریاں

ہمارے آقا حضرت محمد ﷺ تمام عالمین کے لئے رحمت ہیں۔ آپؐ کی رحمت غیر محدود ہے۔ آپؐ رحمت ہیں اس دنیا کے لئے آپ رحمت ہیں اگلے جہاں کے لئے آپؐ رحمت ہیں۔ انسانوں، غلاموں چرند اور پرند کے لئے الغرض آپکی رحمت ارض وسما کی ہر چیز پر جاری ہے یہ آپؐ ہی کا وصف ہے اور کیوں نہ ہو۔ اس لئے کہ قرآن پاک فرماتا ہے۔ وَمَآ اَرۡسَلۡنٰكَ اِلَّا رَحۡمَةً لِّـلۡعٰلَمِيۡنَ ۔ ترجمہ۔ اور ہم نے تجھے تمام جہانوں کے لئے رحمت بنا کر بھیجا ہے۔

اسی ارشاد کی روشنی میں آپؐ رحمتہ اللعالمین کہلائے۔

لیکن برعکس اس کے آپؐ نے جو رحمت اور شفقت کا سلوک عورت کے ساتھ کیا جس کی حالت قابلِ رحم تھی جہاں اس کی پیدائش کو ایک بدنامی تصور کیا جاتا تھا اور جیتے جی اس کو منوں مٹی میں دبا دیا جاتا تھا۔ اسی کو مدِ نظر رکھ کر حضرت نواب مبارکہ بیگمؓ صاحبہ فرماتی ہیں۔

رکھ پیش نظر وہ وقت بہن جب زندہ گاڑی جاتی تھی
گھر کی دیواریں روتی تھیں جب دنیا میں تو آتی تھی

عربی معاشرہ میں اسکی کوئی حیثیت نہ تھی نہ اس کو قدر و اہمیت کی نگاہ سے دیکھا جاتا تھا۔ عورت کے وجود کو جہالت کیوجہ سے ہر شخص اپنی ملکیت سمجھتا تھا۔ ماں، بیٹی، بہن، کے نہ کوئی حقوق تھے نہ کوئی حیثیت اس کا یہ حال تھا کہ

کیا تیری قدر و قیمت تھی کچھ سوچ، تیری کیا عزت تھی
تھا موت سے بدتر وہ جینا! قسمت سے اگر بچ جاتی تھی

آپ ﷺ نے وجودِ زن کی کایا پلٹ دی آپؐ نے نہ صرف رحمت وشفقت کی چادر پہنا کر اسے نہ صرف مرد کے ساتھ لا کھڑا کیا بلکہ اس کو گھر کی مالکہ بنا دیا اور عورت کا مقام اس قدر بلند کر دیا کہ جنت اس کے قدموں میں رکھ دی

وہ رحمتِ عالمؐ آتا ہے تیرا حامی ہو جاتا ہے
تو بھی انساں کہلاتی ہے سب حق تیرے دلواتا ہے

سوچا جائے تو ہمارے دین نے عورت کو کتنی عظمت عطا کی ہے جہاں اس کا مقام بلند کیا وہاں عظیم ذمہ داریاں بھی عورت کے کندھوں پر ڈال دی ہیں۔ عورت اگر ماں ہے تو بہن بیٹی اور بیوی بھی ہے مگر ہر روپ اور ہر موڑ پر عورت کا مقام معاشرہ کی سب سے اہم اور بنیادی اکائی ہے اور اسی وجودِ زن کے ساتھ ہمارے پیارے امام حضرت خلیفة المسیح الرابعؒ کو بہت زیادہ امیدیں وابستہ تھیں۔ چنانچہ وہ فرماتے ہیں۔

> میری خلافت کا لجنہ اماء اللہ سے ایک گہرا تعلق ہے۔ میرے دور میں اللہ تعالیٰ کے فضل کے ساتھ لجنہ جماعتی خدمات میں بہت مستفید ہوگی اور بہت قوت کے ساتھ میری مدد کرے گی

”میری خلافت کا لجنہ اماء اللہ سے ایک گہرا تعلق ہے۔ میرے دور میں اللہ تعالیٰ کے فضل کے ساتھ لجنہ جماعتی خدمات میں بہت مستفید ہوگی اور بہت قوت کے ساتھ میری مدد کرے گی،، (از حوّا کی بیٹیاں اور جنّت نظیر معاشرہ۔ صفحہ نمبر ۱۲۸)

اور اپنے فرمان کی روشنی میں حضورؒ نے عورتوں کے ساتھ نہایت شفقت اور پیار کا سلوک فرمایا اور آپؒ نے قدم قدم دنیا کے ہر کونے میں بسنے والی احمدی عورت کے لئے راہنمائی اصول فرمائے۔

راہبری ناز کرے راہنما ایسا تھا
تیرا اندازِ سفر موجِ صبا جیسا تھا

اس عظیم راہنما نے ایک احمدی عورت کو کہاں سے کہاں لا کھڑا کیا اور اس کی راہنمائی کے لئے زریں ارشادات کا خزانہ ہمارے لئے رکھ چھوڑا جو رہتی دنیا تک ہمارے لئے مشعلِ راہ ہونگے، انشاء اللہ تعالیٰ۔ ”حوّا کی بیٹیاں اور جنّت نظیر معاشرہ،، سے چند اقتباسات قارئین کی نذر ہیں۔

ذاتی اصلاح کے بغیر دُنیا کی اصلاح ممکن نہیں

پس انسان کی دو دُنیائیں ہیں ایک باہر کی دُنیا ہے اور دوسری اندورونی دُنیا ہے۔ باہر کی دُنیا کو روشن کرنے کی تمنا رکھنے والے لوگ بسا اوقات اشاعت حق کے فرض سے غافل رہتے ہیں کیونکہ جب تک اُن کے اندر کی دُنیا روشن نہ ہو وہ باہر نور نہیں پھیلا سکتے جتنی چاہے آپ فرضی باتیں کر لیں جتنی چاہے آپ تقریریں کر لیں، لوگوں کو بتائیں کہ دینِ حق کے کیا محامد اور محاسن ہیں، لوگوں کو یہ بتائیں کہ یہ مذہب دُنیا میں سب سے زیادہ حسین مذہب ہے جب تک آپ کی ذات میں اُس مذہب کی روشنی لوگوں کو دکھائی نہ دے گی کبھی دُنیا آپ کی باتوں کو قبول نہیں کرے گی۔ حضرت مسیح موعود (آپ پر سلامتی ہو) فرماتے ہیں۔

بن دیکھے کس طرح کسی ماہ رُخ پہ آئے دل
کیونکر کوئی خیالی صنم سے لگائے دل

(از صفحہ ۱۸)

امن کی تلاش

حضور نے فرمایا آج کے اس خطاب کے لیے میں نے گھر کا عنوان منتخب کیا ہے۔ آج کے اس جدید دور میں دُنیا کو امن کی تلاش ہے اور امن کی تلاش میں دُنیا سرگرداں ہر اُس امکانی گوشے پر نگاہ رکھ رہی ہے جہاں سے وہ سمجھتے ہیں کہ ہمیں امن کے حصول کی کوئی توقع ہو سکتی ہے اور ہر اُس راہ پر دوڑتے چلے جاتے ہیں جہاں وہ اُمید رکھتے ہیں کہ اس راہ پر آگے بڑھنے سے ہمیں امن نصیب ہو جائے گا۔ لیکن امن کے قریب ہونے کے بجائے دن بدن امن سے دُور ہٹتے چلے جا رہے ہیں۔ امن کی تلاش میں وہ گلیوں میں بھی نکلتے ہیں، شہروں میں بھی اور ملکوں میں بھی سرگرداں پھرتے ہیں لیکن وہ امن جو گھر میں نصیب ہو سکتا ہے وہ دن بدن اُن کے گھروں کو ویران چھوڑتا چلا جا رہا ہے۔ جیسے پرندہ گھونسلے کو چھوڑ کر اُڑ جائے اسی طرح امن گھروں کو چھوڑ کر رُخصت ہوتا چلا جا رہا ہے۔ آج کے معاشرہ میں خواہ دُنیا کسی بھی مذہب سے تعلق رکھتی ہو مشرق سے تعلق رکھتی ہو یا مغرب سے تعلق رکھتی ہو، شمال سے یا جنوب سے، سب سے اہم ضرورت گھروں کی تعمیرِ نو ہے (از صفحہ ۴۱، ۴۲)

دکھاوا

حضور فرماتے ہیں ''ہمارا یعنی مشرقی معاشرہ مجھے کہنا چاہیئے، مشرقی معاشرے کی خرابیاں نفرتیں پیدا کرتی ہیں اور اسی کا نام شریکہ ہے اور یہ خرابیاں اور بھی کئی قسم کی عادتوں کے نتیجہ میں بڑھتی چلی جاتی ہیں۔ مثلاً دکھاوا ہے بیاہ شادی کے موقع پر لوگوں نے ایک خواہ مخواہ کا ناک بنایا ہوا ہے اور ناک کے کٹنے کی بڑی فکر ہے۔ ہماری خواتین کو یہ وہم ہوتا ہے کہ اگر بیاہ شادی کے موقع پر ریا کاری سے کام نہ لیا گیا تو لوگوں کے سامنے ہمارا ناک کٹ جائے گا۔ بھئی ناک تو اس وقت کٹ گیا جب خُدا کے سامنے کٹ گیا، باقی ناک رہا کہاں ہے جس کو کاٹو گی؟ جب خُدا کی ہدایات سے روگردانی کی، جب رسولؐ کی ہدایات سے روگردانی کی، جب اسلامی تعلیم کی طرف پیٹھ پھیر دی تو مومن کا ناک تو وہیں کٹ جاتا ہے۔ باقی رہا ہی کچھ نہیں پھر اس بات کی کیا فکر ہے کہ کیا رہتا ہے اور کیا نہیں رہتا۔ امر واقعہ یہ ہے کہ دکھاوے نے بھی ہمارے معاشرہ میں بہت ہی خوفناک اثرات مرتب کئے ہیں۔ (از صفحہ ۴۸، ۴۹)

گھروں کی تعمیرِ نو صرف حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی تعلیم پر عمل سے ہی ممکن ہے

پس گھر آج مغرب میں بھی ٹوٹ رہے ہیں اور گھر آج مشرق میں بھی ٹوٹ رہے ہیں اور گھروں کو بنانے والا صرف ایک ہے اور وہ ہمارے آقا و مولا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ ہیں۔ آپ ہی کی تعلیم ہے جو مشرق کو بھی سدھار سکتی ہے اور مغرب کو بھی سدھار سکتی ہے اور آج کی دُنیا میں امن کی ضمانت نہ ممکن ہے جب تک گھروں کے سکون اور گھروں کے اطمینان اور گھروں کے اندرونی امن کی ضمانت نہ دی جائے (از صفحہ ۵۸، ۵۹)

اپنی ذات میں مگن ہونے کا نقصان

بات یہ ہے کہ ہر وہ ماں جو بچے کو صرف پیار ہی نہیں دیتی بلکہ شروع ہی سے اس کے اندر انصاف پیدا کرتی ہے وہ حقیقت میں مستقبل کے لیے ایک جنت پیدا کر رہی ہوتی ہے جو ماں اپنی اولاد کو صرف محبت دیتی ہے اور اس محبت کے نتیجہ میں وہ سمجھتی ہے کہ اس نے اُسے سب کچھ دے دیا وہ ایک غلط فہمی میں مبتلا ہے .ایسی محبتیں جو محض محبت کا رنگ رکھتی ہوں ان میں نظم وضبط کی کوئی رگ شامل نہ ہو جن میں مضبوط تقاضے نہ ہوں .جن میں توازن کے مطالبے نہ ہوں .ایسی محبتیں اولاد کے فائدے کی بجائے سے نقصان پہنچا دیتی ہیں لیکن اس سے بڑھ کر ایک نقصان عورت کا اپنی ذات میں مگن ہونے کا نقصان ہے اور یہ وہ نقصان ہے جو نئے تقاضوں کے نتیجہ میں دن بدن زیادہ ہو کر دکھائی دینے لگا ہے .اگر کوئی عورت سنگھار پٹار کرتی ہے سوسائٹی میں جاتی ہے، دل بہلانے کے کچھ سامان کرتی ہے اور اُسے کہا جاتا ہے کہ بیبی زرا سنبھل کر چلو تو کہے گی یہ چھوٹی موٹی باتیں ہیں میں نے کون سا گناہ کیا ہے؟ کیا تم میری زندگی کو عذاب بنا دو گی ،لیکن یہ چھوٹی موٹی باتیں درحقیقت بعض دفعہ بہت بڑی باتیں پیدا کر دیا کرتی ہیں۔

ایسی اولاد جس کی ماں کو اور جس کے باپ کو اپنی لذتوں کی تلاش اتنی ہو جائے کہ وہ اس کی زندگی کے روزمرہ کے انداز پر غالب آجائے تو ایسی مائیں بسا اوقات اپنے بچوں کی تربیت سے غافل ہو جاتی ہیں. باہر وقت گزار کر کبھی آتی ہیں تو یہ دیکھنا چاہتی ہیں کہ بچے اپنے کمرے میں موجود ہیں کہ نہیں. کچھ ان کی فوری ضرورتیں ہوئیں تو پوری کر دیں کوئی بیمار ہو تو اس کا علاج کیا لیکن گلے سے اُتار کر اپنے علیحدہ کمروں میں غائب گئیں اور صبح اُٹھ کر نئے سوشل پروگرام بنائے گئے اور نئی لذتوں کی تلاش کی گئی۔ ایسی ماؤں کی نظریں پہلے بدلتی ہیں پھر اولاد کی نظریں بدلا کرتی ہیں اولاد کو خُدا تعالیٰ نے بہت ہی فراست عطا فرما رکھی ہے۔جن بچوں نے اپنی ماؤں کو ایک خودغرضی کی حالت میں زندگی بسر کرتے دیکھا ہو وہ لازماً خودغرض بن کر بڑے ہوتے ہیں اور بچپن سے ان کو احساس نہیں ہوتا کہ میری ماں مجھ پر احسان کرنے والی ہے بلکہ وہ یہ سمجھتے ہیں کہ میری ماں نے اپنی مرضی سے جب اس نے چاہا جب اس کو خواہش پیدا ہوئی مجھ سے پیار کیا لیکن میری ساتھی نہ بنی مجھے اس نے رفاقت عطا نہیں کی۔ مجھ سے ایسا تعلق قائم نہ کیا کہ مجھے اس کے ساتھ بیٹھنے کا مزہ آئے اُسے میرے ساتھ بیٹھنے کا مزہ آئے پس اسی وقت سے اس بچے کا مستقبل گھر کی بجائے گلیوں سے وابستہ ہونے لگتا ہے۔(صفحہ ۷۶،۷۷)

احمدی خواتین نیکی کے ہر میدان میں مردوں سے آگے بڑھیں

پس اے احمدی خواتین! میں تم سے توقع رکھتا ہوں، خُدا کا رسول تم سے توقع رکھتا ہے، کہ تم اس بات کی پرواہ نہ کرو کہ مرد تمہیں کیا کہتے ہیں بلکہ تم ہر اس نیکی کے میدان میں جس میں مرد غافل ہو رہے ہیں آگے بڑھنے کی کوشش کرو. ہر نیکی کے میدان میں نئی فتوحات حاصل کرو یہاں تک کہ تمہارے مردوں میں بھی غیرت جاگ اُٹھے اور وہ بھی دین کی حمیت میں اور دین کے دفاع میں تم سے آگے بڑھنے کی کوشش کریں اگر تم ایسا کرو تو ہندوستان چند صدیوں کی بات نہیں چند دہاکوں میں اسلام کے قدموں میں پڑا ہوگا.اور اس فتح کا سہرا تمہارے سر پر لکھا جائے گا.اے احمدی خواتین! تمہارے سر پر اس سہرا ہوگا.اے احمدی خواتین! کوئی مرد دولہا اس سہرے کا حقدار نہیں یہ احمدی دُلہنیں، محمد مصطفیٰ ﷺ کے دین کی خاطر نیکیوں سے سجی ہوئی دُلہنیں ہیں جن کے سر اس فتح کا سہرا باندھا جائے گا۔ خُدا کرے کہ آپ کو بھی یہ سہرا نصیب ہو اور مردوں کو بھی یہ سہرا نصیب ہو۔(صفحہ ۹۱،۹۲)

اپنی بچیوں پر دینی ذمہ داریاں ڈالیں

اس سلسلہ میں اب دوسری بات میں یہ کہوں گا کہ اپنی بچیوں کی حفاظت کی خاطر شروع ہی سے ان کے اوپر دینی ذمہ داریاں ڈالنا شروع کر دیں ان کے سپرد کوئی ایسے اعلیٰ درجہ کے کام کر دیں جن کے نتیجہ میں ان میں ایک احساس پیدا ہو کہ ہم بہت عظیم خواتین ہیں ہم خاص مقاصد کے لیے پیدا کی گئی ہیں ہم نے بڑے بڑے کام دنیا میں سرانجام دینے ہیں یہ احساس ہے جو بہت سی بدیوں سے انسان کو بچاتا ہے اور بچپن ہی میں اس احساس کا پیدا

کرنا ضروری ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے یہی جذبہ ہے جو اُن کی آئندہ حفاظت کرے گا اُنہیں صحیح رستے پر قائم رکھے گا۔ اُن کے اندر یہ احساس رہے گا کہ ہم عام لوگوں سے مختلف اور ایک خاص اعلیٰ مقصد کی خاطر پیدا کئے گئے ہیں اسی قسم کا جذبہ باقی بچوں میں بھی پیدا کرنا چاہیے خواہ وہ وقف نہ ہوں کیونکہ یہ جذبہ انسان کے اندر ایک محافظ پیدا کر دیتا ہے ایک بیرونی محافظ ہوا کرتا ہے جو ماں باپ کی نصیحتیں ہیں یا ماحول کی نصیحتیں ہیں. یہ بیرونی محافظ ہمیشہ انسان کا ساتھ نہیں دیا کرتے لیکن ایک اندرونی محافظ ہوتا ہے جو اپنے ضمیر سے اُٹھتا ہے اُس کی آواز بڑی طاقت والی ہوتی ہے اُس کا سب سے زیادہ اثر انسان کے اوپر پڑتا ہے. اگر آپ اس بُرے ماحول سے اپنی اولاد کو بچانا چاہتی ہیں تو ہر ایک کہ ضمیر سے اس کے محافظ کو جگا دیں جسے خُدا نے ہر ضمیر میں رکھا ہوا ہے اور اس اندر ایک لگن پیدا کر دیں ایک جذبہ پیدا کر دیں، ایک احساس برتری پیدا کریں کہ تم زیادہ اعلیٰ کاموں کی خاطر پیدا کی گئی ہو تم اعلیٰ مقاصد کے لیے بنائی گئی ہو تم نے دُنیا کے حالات بدلنے ہیں .دُنیا کے پیچھے نہیں لگنا بلکہ دُنیا کو اپنے پیچھے۔تو ضرور ہو سکتا ہے لیکن میں نے یہ دیکھا ہے کہ ایسے بچوں کے حق میں دُعائیں نسبتاً کم قبول ہوتی ہیں اور ایسے بچوں کے حق میں زیادہ قبول ہوتی ہیں جن کی ماؤں کی دلی تمنا ان کو نیک رکھنے کی ہوتی ہے چنانچہ بہت سی ایسی بچیاں مجھے دکھائی دیتی ہیں جن کو دیکھ کر مجھے خطرہ پیدا ہوتا ہے کہ ان کی اچھی تربیت نہیں ہوئی اور وجہ یہ ہے کہ ماں باپ نے بچپن سے اُن کو اُسی ماحول میں اُسی انداز میں بڑے ہوتے دیکھا ہے. اور پرواہ نہیں کرتے بلکہ بعض ان میں سے اپنی جہالت کی وجہ سے فخر محسوس کرتے ہیں، بعض کا معاشی پس منظر کمزور ہوتا ہے اور علمی پس منظر کمزور ہوتا ہے اور اس کی وجہ سے ایک احساس کمتری کا شکار ہو چکے ہوتے ہیں۔ وہ جب اپنے بچوں کو نئے نخروں کے ساتھ بلند ہوتے دیکھتے ہیں، زیادہ اچھے تلفظ سے انگریزی بولتے دیکھتے ہیں اور ایسے لباس پہنتے دیکھتے ہیں جو انہوں نے خواب وخیال میں بھی کبھی نہیں دیکھے تھے تو وہ سمجھتے ہیں کہ یہ بچے تو بڑے زبردست بن رہے ہیں بہت ماڈرن اور عظیم الشان بچے ہیں. ہم تو پتہ نہیں، کس گھورے میں پڑے رہے تھے اور یہ نہیں سمجھتے کہ اس کے ساتھ ساتھ وہ ان کے بچے نہیں رہتے بلکہ کسی اور کے بچے بن رہے ہوتے ہیں اور جب ان کو احساس پیدا ہوتا ہے اس وقت تک وہ کسی اور کے بن چکے ہوتے ہیں اور مثال ایسی ہے جیسے احمدی ماں باپ کے گھر بچے پیدا ہوں، اُن کے اخراجات پر تعلیم حاصل کریں اور آخر جب جوان ہوں تو غیروں کے ہو چکے ہوں تو آپ یہ بچے کس لیے پال رہی ہیں؟ محمد مصطفیٰ ﷺ کے لیے یا شیطانی طاقتوں کے لیے اور دنیا پرستی کے لیے۔ آپ کی تو ساری دولت ہی اولاد ہے، یہی تو آپ کا مستقبل ہیں۔ اگر اس کی اداؤں سے آپ واقف ہی نہیں کہ یہ ادائیں کیسی ہیں اور کدھر لے کہ جا رہی ہیں تو پھر آپ کو تربیت کا کوئی سلیقہ نہیں ہے۔ (صفحہ ۱۴۶،۱۴۵)

ایک اہم پیغام

پس اگر آپ نے دُنیا کو امن عطا کرنا ہے تو احمدی خواتین کا فرض ہے خواہ وہ مشرق میں بسنے والی ہوں یا مغرب میں بسنے والی ہوں کہ اپنے گھروں کو (سچے دینی...ناقل) گھروں کا ماڈل بنائیں تا کہ باہر سے آنے والے جب ان کو دیکھیں تو اُن کو پتہ لگے کہ انہوں نے کیا حاصل کیا ہے اور تمام دُنیا میں وہ ایسے پاک نمونے پیش کریں جس کے نتیجہ میں بنی نوع انسان دوبارہ گھر کی کھوئی ہوئی جنت کو حاصل کر لیں۔ وہ جنت جس کا قرآن کریم میں آدم کی ابتدائی تاریخ میں ذکر ملتا ہے اس کا مَیں سمجھتا ہوں کہ گھر کی جنت سے بڑا گہرا تعلق ہے. چنانچہ بائیبل نے جو سزائیں تجویز کی ہیں اگرچہ قرآن کریم نے اُن کا ذکر نہیں فرمایا لیکن ان سزاؤں کا گھروں سے ضرور تعلق ہے. اس لیے میں سمجھتا ہوں کہ آپ کے لیے آج بہت ہی اہم پیغام یہی ہے کہ ''آپ گھروں کی تعمیرِ نَو کی کوشش کریں. اپنے گھروں کو جنت نشان بنائیں، اپنے تعلقات میں انکسار اور محبت پیدا کریں ہر اُس بات سے احتراز کریں جس کے نتیجہ میں رشتے ٹوٹتے ہوں اور نفرتیں پیدا ہوتی ہوں۔ آج دُنیا کو سب سے زیادہ گھر کی ضرورت ہے اس کو یاد رکھیں اور یہ گھر اگر احمدیوں نے دُنیا کو مہیّا نہ کیا تو دُنیا کا کوئی معاشرہ بنی نوع انسان کو گھر مہیا نہیں کر سکتا۔ اللہ ہمیں اس کی توفیق عطا فرمائے'' (از صفحہ ۶۰،۶۱)

حسین یادیں

میرا نام انیلہ نواز ہے۔ میری عمر گیارہ سال ہے۔ یہ 1997 کا واقعہ ہے جب میری عمر چھ سال تھی۔ اس وقت میری امی تھیورنگن ریجن کی ریجنل صدر تھیں۔ ایمن ہاؤزن (کاسل) میں دو مجالس سوال و جواب حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ منعقد ہوئی۔ 18 مئی کو عرب احباب کے ساتھ اور 19 مئی کو جرمن احباب کے ساتھ تھی۔ جرمن مجلس میں چھوٹی بچیوں کی ایک نظم تیار کروائی تھی جس کی ذمہ داری میری امی کے سپرد تھی۔ مجھے یاد ہے کہ میری امی نے جب بچیوں کا انتخاب کیا تو میں نے بھی اصرار کیا کہ مَیں بھی اس نظم میں شامل ہونا چاہتی ہوں مگر حالات کچھ ایسے تھے کہ امی نے اس نظم میں مجھے شامل نہیں کیا، جس کا مجھے بہت افسوس تھا۔ میری امی دونوں دن ایمن ہاؤزن جاتی رہیں۔ جب 18 مئی کو گئیں تو میں بھی ساتھ تھی۔ حضور کو بہت قریب سے دیکھنے کا موقع ملا۔ مگر میری دلی خواہش تھی کہ حضور مجھے بھی پیار کریں کیونکہ ٹی وی پر حضور کا بچوں کو پیار کرنا اکثر دیکھا کرتی تھی۔ پہلے دن تو میں ایسے ہی واپس آ گئی مگر 19 مئی کو جب میں ابھی سفر ہی میں تھی اپنے امی ابو کے ساتھ تو میں نے اپنی دلی خواہش کا اظہار اپنے ابو سے کر دیا اور ساتھ ہی امی کی شکایت بھی کر دی کہ آج جو نظم وہاں بچیوں نے پڑھنی ہے اُس میں امی نے مجھے شامل نہیں کیا۔ میری امی اور ابو نے مجھے نصیحت کی کہ دُعا کرو کہ خُدا تعالیٰ ایسا موقع پیدا کر دے کہ حضور تمہیں بھی پیار کریں۔ میں سارا رستہ دُعا کرتی گئی۔ معصوم سی دُعا کہ (اے اللہ حضور مجھے بھی پیار کریں) کیونکہ مجھے پتہ تھا کہ جب بچیاں نظم پڑھنے جائیں گی تو حضور اُنھیں پیار بھی کریں گے اور چاکلیٹ بھی دیں گے۔ بہر حال ہم ٹریفک جام ہونے کی وجہ سے لیٹ ہو گئے۔ جب وہاں پہنچے تو پروگرام شروع ہو چکا تھا مگر بچیوں نے ابھی نظم نہیں پڑھی تھی۔ میں بھی امی کے ساتھ ہال میں خاموشی سے بیٹھ گئی۔ پروگرام کے آخر میں حضور کی اجازت سے نظم پڑھی گئی۔ جب نظم پڑھی جا رہی تھی تو میری آنکھوں سے آنسو گر رہے تھے اور میں مسلسل رو رہی تھی۔ نظم شروع ہونے سے پہلے ہر بچی کا حضور نے نام پوچھا اور چاکلیٹ دی۔ میرا دل اتنا بیقرار تھا کہ رونے کے علاوہ کچھ کر بھی نہیں سکتی تھی۔ نظم کے بعد حضور نے خُدا حافظ یا السلام و علیکم کہا اور تشریف لے جانے کے لیے اُٹھے۔ اب تو میری ہچکیاں بندھ گئیں، میں بُری طرح رو رہی تھی کہ امی بھی پریشان ہو گئیں۔ وہاں بیٹھی ہوئی آنٹیوں نے امی سے کہا کہ اسے باہر لے جائیں شاید حضور کی نظر اس پر پڑ جائے۔ جب میری امی مجھے باہر لے جا رہی تھیں تو ایک باڈی گارڈ نے امی کو آگے جانے سے منع کر دیا۔ بہر حال اسی کشمکش میں ہم وہاں کھڑے تھے کہ کیا دیکھتے ہیں کہ جو راستے حضور کے لیے خالی کیے گئے تھے وہاں سے حضور تشریف نہیں لے جا رہے بلکہ جہاں میں اور امی کھڑی تھیں اُس دروازے سے پیارے آقا تشریف لا رہے ہیں اور عین ہمارے سامنے سیڑھیوں سے اوپر تشریف لا رہے ہیں۔ دیکھتے ہی میری امی سے فرمایا کہ یہ کیوں رو رہی ہے؟ اور مجھے اپنے ساتھ لگا لیا امی بمشکل بتا سکیں کہ کہتی ہے کہ حضور مجھے بھی پیار کریں۔ پیارے آقا نے اتنی بار میرے ماتھے کو چوما کہ مجھے یاد نہیں اور ساتھ ہی فوٹو گرافر صاحب سے فرمایا کہ میری اس کے ساتھ ایسے ہی تصویر بناؤ جو میں اپنے دستخط کے ساتھ بھیجوں گا۔ یہ سب تصویریں میرے پاس محفوظ ہیں۔ آج بھی یہ واقعہ یاد کرتی ہوں تو بہت مزہ آتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمارے پیارے آقا کے درجات بلند کرے اور اُنھیں جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے، آمین۔ (انیلہ نواز فلڈا ویسٹ)

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

یادوں کے چراغ

آہ ہمارے پیارے آقا ہم سے جُدا ہو گئے اتنی خوبیوں کا مالک خلوص و محبت کا پیکر اچانک ہم سے جُدا ہو گیا. ہر وقت مسکراتا چہرہ اور بقول امی جان، کہ ہنستے ہوئے بہت اچھے لگتے ہیں، اُن کی زندگی ہی میں کہا کرتی

تھیں۔ ملاقات کے لئے گئے تو ہماری شکلیں بغور دیکھ رہے تھے تو میں نے عرض کی کہ حضور پہچاننے کی کوشش کررہے ہیں. تو فرمایا کہ چہرے یاد رہ جاتے ہیں نام بھول جاتا ہوں میں نے بتایا حضور چوہدری ناصر الدین واقفِ زندگی کی بڑی بیٹی ہوں۔ ہاں ہاں آپ تو چھوٹی ہیں میں نے کہا حضور چھوٹی بیٹی تو آپ سے دوپہر کو مل چکی ہے میں اُن کی بڑی بیٹی ہوں بولے لگ تو نہیں رہیں میں نے کہا حضور اس بات کی تو اور بھی خوشی ہے تو بڑے زور سے قہقہہ لگایا۔ خُدا تعالیٰ آپکے درجات بلند کرے، آمین۔ ایک دفعہ ہم ملاقات کیلئے گئے تو میری بیٹی نائلہ،،ڑ،،ٹھیک سے ادا نہیں کرتی تھی۔ حضور کو بتایا تو نائلہ کو پیار کیا اور کہنے لگے'' بیٹا! بولو گھوڑا'' یہ آرام سے بول گئی تو بولے'' آپ ایسے ہی پریشان ہو یہ تو ٹھیک ٹھاک ہے''۔

حافظہ کمال کی حد تک تیز تھا ابّا جان نے وفات سے پہلے تک وقفِ جدید کے دفتر میں خلیفہ رابعؒ کے ساتھ ایک ہی میز پر کام کیا تھا، ابّا جان کی وفات پر حضورؒ (انتخابِ خلافت سے پہلے) تعزیّت کے لئے ہمارے گھر تشریف لائے۔ اس وقت امی جان بہشتی مقبرہ گئی ہوئی تھیں چھوٹی واسعہ سے ملاقات ہوئی اُس سے تفصیلاً والد صاحب کی بیماری اور وفات کا پوچھا پھر جب بھی ہماری آپؒ سے ملاقات ہوتی آپ پہلے واسعہ کا پوچھتے یعنی ہماری ملاقات کا آدھا وقت واسعہ کی خیریت دریافت کرنے کی نظر ہو جاتا۔ بچے بڑے شوق سے حضور کے خطبات سُنتے اور لطیفوں سے لطف اندوز ہوتے۔ ہمارے نیڈا حلقہ میں حضور کے ساتھ تبلیغی نشست ہوئی بہت قریب سے دیکھنے کا دوبارہ موقع ملا آپ ہمیں ایم ٹی اے اور اپنی آوازیں دے گئے ہیں۔ ہمیں زندگی کا ہر نکتہ سمجھا گئے۔

ہر وقت حضور کی یاد تازہ رہتی ہے۔ ہر لمحہ آپکی یاد دلاتا ہے. خُدا تعالیٰ ہماری کوتاہیوں کی پردہ پوشی فرمائے اور ہمیں آپکے نقشِ قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے آمین۔ (بشریٰ اسحاق فریڈ برگ نارڈ)

تاثرات

19 اپریل 2003ء کی سہ پہر کو جب ہوا چاروں طرف اداس تھی ایک انتہائی سرد اور دکھ کے سائے میں لپٹی خبر MTA پر سنی کہ حضور خلیفۃ المسیح الرابعؒ بقضائے الٰہی وفات پا گئے ہیں۔ دکھ کی ایک یخ کر دینے والی کپکپی اُس وقت اپنے اندر محسوس ہوئی اور وہ آج بھی اپنے اندر محسوس کرتی ہوں۔ پھر جب ۲۱ اپریل ۲۰۰۳ء کو محمود ہال لندن میں گہرے سکون اور طمانیت سے سوئے ہوئے پُر نور چہرے کو دیکھا تو بے اختیار دل میں یہی دعا جاری ہوگئی کہ "اے نفسِ مطمئنہ تو اب اپنے ربّ کی طرف لوٹ جا،، یہ سب میری آنکھوں کے سامنے تھا مگر اسکے باوجود میں یہ نہ کہہ سکی کہ حضورؒ وفات پا چکے ہیں۔ ان کے جانے کا مجھے سو فیصد یقین ہے مگر لگتا یہی ہے کہ وہ یہیں کہیں ہیں۔

میری سماعت محبت سے بھری ہوئی وہ آواز آج بھی اپنے اندر جذب کرتی رہتی ہے۔ وہ مبارک مجسم شفقت وجود! روحانی باپ اولاد کے لئے کتنا ضروری ہے۔ امام کتنا ضروری ہے۔ زندگی کیلئے کتنی بڑی نعمت ہے،؟ میرے پیارے آقا! تم یقیناً اپنی دنیا میں بہت عمدہ طریقے سے رہتے ہوگے۔ کہ تم نے وہاں عمدہ طریقے سے رہنے کے سامان خوب کر رکھے تھے۔ اسکی گواہی میرا دل دیتا ہے۔

اس بار جلسہ سالانہ U.K. پر جب آپؒ کی قبر مبارک پر گئی تو قبر خاموش نظر آئی۔ سبز قبریں پرسکون نظر آئیں اے میرے محبوب خدا! ان قبروں کے اندر سوئے ہوئے مبارک وجودوں پر اپنی رحمتوں کا سایہ کر اور ان کے درجات بلند سے بلند فرماتا چلا جا، آمین۔

(امّ عین الوفا بلوچ Limburg)

مر نہ جائیں تیرے دیوانے کہیں آج کی رات

آج جب اس مقدس ہستی کی شفقتوں اور بے پایاں محبتوں کو سمیٹنے بیٹھی تو سوچا کہ حضرت اقدس کی ذات مبارکہ تو قوس قزح کے حسین رنگوں سے مزین تھی۔ ہر رنگ اپنی جگہ مکمل جہان تھا، بہت جاذب نظر اور دل کو موہ لینے والا تھا کہ اس کے اظہار کے لئے نہ طاقت قلم ہے نہ ان شفقتوں کے انبار کو سمیٹنے کی استطاعت۔ ان بے انتہا صفات میں سے ایک وصف جو بہت نمایاں تھا وہ یہ کہ معمولی سے معمولی کام اور خدمت دین کے لئے جس نے بھی کیا اس کی حوصلہ افزائی اس رنگ میں فرمائی اور اسقدر چاہت سے اظہار فرمایا کہ ناچیز سے ناچیز آدمی بھی قابل فخر وجود بن گیا۔ حضور رحمہ اللہ تعالیٰ نے جو روحانی مائدے دنیا پر نچھاور کئے ان کا حساب طاقت قلم سے باہر ہے۔ جہاں میرے آقاؒ روحانی مائدے بانٹنے میں اکمل ترین تھے وہاں جسمانی مائدے سے لطف اندوز ہونے کا ذوق بھی بہت اعلیٰ تھا۔ بہت سے بہترین کھانوں کی تراکیب از بر تھیں۔ خاکسارہ کو اپنے آقاؒ کے اسی وصف کے طفیل خدمت کا موقع نصیب ہوتا رہا۔ پیارے آقاؒ جب جلسہ سالانہ جرمنی کے بعد ہمبرگ تشریف لائے تو اپنے محبوب آقاؒ کے لئے پہلی بار کھانا تیار کرنے کی سعادت نصیب ہوئی۔ حضورؒ جماعتی طور پر ایک خاندان کے ہاں قیام فرما تھے، لندن واپسی کے لئے راستے میں جو کھانا حضور انورؒ کے لئے تیار کرنا تھا اس کی سعادت خاکسار کے حصے میں آئی۔ اس وقت دل کی عجیب کیفیت ہو رہی تھی محبوب ہستی کے کھانا تیار کرنے کی خوش بختی تو حصے میں آئی ہی تھی ساتھ ساتھ دل دھڑکنے کی رفتار اور زیر لب دعاؤں کی رفتار تیز سے تیز ہوتی جا رہی تھی۔ چنانچہ چند کھانوں کے ساتھ ماش کی دال بھی تیار کر ڈالی۔ قربان جائیں اس ہستی کے جسکی شفقتوں اور محبتوں کے سلسلے لامتناہی تھے۔ لندن پہنچنے پر حضورؒ نے مشفقانہ تشکر سے بھرپور خط اس خاندان کو تحریر فرمایا کہ کھانا سارا ہی بہت اچھا تھا مگر ماش کی دال کی کیا بات تھی وہ کس نے تیار کی تھی؟ آقاؒ کے یہ الفاظ جب خاکسارہ تک پہنچے تو دل خدا کی حمد میں غوطے لگانے لگا اور محبوب آقاؒ کی محبت اور شفقت پر اپنی اس حقیر سی خدمت پر آنکھیں ڈبڈبا آئیں کہاں میرا محبوب آقاؒ اور کہاں میری ماش کی دال؟ ادنیٰ سے ادنیٰ خدمت پر بھی محبت اور شفقت اتنی نچھاور کرتے کہ خدمت کی تڑپ اور بھی بڑھ جاتی۔ اگلے سال پھر بہار آئی حضورؒ جلسہ جرمنی کے بعد ہمبرگ تشریف لائے تو یہی سعادت پھر حصہ نصیب بنی۔ دیگر ممبرات کے ساتھ مل کر کھانا تیار کیا، دال گوشت اور میٹھے میں رس ملائی تیار کی گئی۔ حضورؒ نے فرمایا بہت ہی مزیدار کھانا ہے خصوصاً رس ملائی کی بہت ہی تعریف فرمائی۔ دل فرطِ جذبات سے بھر گیا یہ محض حضورؒ کی کرم نوازی تھی کہ اتنے زیادہ کرم سے نوازی جاتی رہی جس کا بیان ناممکن ہے۔

؎ سفینہ چاہیئے اس بحر بیکراں کے لئے

آج یادوں کے جھرکوں سے دل میں محفوظ محبوب آقاؒ کی محبتوں کے لازوال خزانوں کو کھولنے بیٹھی ہوں تو ان شفقتوں اور رحمتوں کے احساس نے ساون کی جھڑی لگا دی۔ مجھے اچھی طرح یاد ہے ایک بار حضورؒ جرمنی قیام کے دوران میٹنگز کے سلسلے میں برلن میں قیام فرما تھے اس دن سے حضورؒ نے اچھی طرح کھانا تناول نہ فرمایا تھا۔ میرے میاں بھی وہیں موجود تھے میجر صاحب نے میرے میاں سے کہا کہ اپنی بیگم کو بلوالیں شاید حضورؒ ان کے ہاتھ کا بنا ہوا کھانا کھالیں۔ یہ محض خدا تعالیٰ کا فضل تھا جب خاکسار وہاں پہنچی تو اس دن کا مینو کریلے گوشت تھا۔ دل میں خوشی اور محبت کے خوف سے ملے جلے جذبات تھے دل دعاؤں میں ڈوبا کہ اللہ حضورؒ کی خاطر کھانے میں لذت بڑھا دے۔ کریلے گوشت تیار ہوئے آقاؒ نے خوب سیر ہو کر کھانا کھایا اور کچھ کھانا رات کھانے کے لئے فریج میں محفوظ کروا دیا اور فرمایا ''لگتا ہے ہمبرگ والے ادھر پہنچے ہوئے ہیں'' سب بہت خوش تھے کہ الحمدللہ حضورؒ نے سیر ہو کر کھانا کھایا۔ اسی طرح ایک بار حضورؒ کے دورۂ ناروے سے واپسی پر سفر کے لئے کھانا دینے کی سعادت ہمبرگ کے حصہ

میں آئی راستے میں جب کھانا کھایا گیا تو قافلہ والوں نے اور حضورؒ نے کھانا بہت پسند فرمایا۔ پیارے آقاؒ کی محبت اور دلبری کے رنگ انوکھے تھے اپنے چاہنے والوں کو اتنا پیار دیتے کہ زندگی کے شب و روز بدل جاتے۔ یوں محسوس ہوتا

مجھ سے ہی پیار وہ کرتا ہے یہ تھا سب کو گماں
اسکا پیار ایسا تھا کہ ہر دل میں بسا کرتا تھا

کچھ دنوں بعد جلسہ سالانہ لندن تھا جلسہ کے بعد اردو کلاس میں مہمان بچوں کا تعارف کرواتے ہوئے خاکسار کی بچیوں کی باری آنے پر حضور نے کمال شفقت سے فرمایا ''کہ آپ کو پتہ ہے کہ آپ کی امی کتنا اچھا کھانا بناتی ہیں'' اور میری بڑی بیٹی کو مخاطب کیا ''کہ تم بھی سیکھو'' مزید فرمایا ''امی کہاں ہیں؟ بچیوں کے بتانے پر کہ نیچے ہال میں بیٹھی ہیں فرمایا ''ان کو بتا دینا کہ میں ان کے کھانوں کی پوری دنیا میں تعریف کر رہا ہوں مگر میں ان کے گھر کا پتہ نہیں بتاؤں گا ورنہ انکے گھر کے آگے لائنیں لگ جائیں گی کہ ہمیں کھلاؤ ہمیں کھلاؤ فرمایا کہ میرے داماد (غالباً میاں سفیر تھے) وہ تو انگلیاں چاٹ رہے تھے اور باقی سب بھی تعریف کر رہے تھے'' حوصلہ افزائی اتنی بھرپور ہوتی اور انداز اتنا دلکش کہ انسان فریفتہ ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا۔

جب بھی شرف ملاقات کی سعادت نصیب ہوتی اندر داخل ہونے پر فرماتے ''آگئیں اچھے اچھے کھانے پکانے والی'' ملاقاتوں کا سارا وقت کھانے کی باتوں میں ختم ہو جاتا۔ محبت سے فرماتے ''کہاں سے سیکھا ہے؟ ماشاء اللہ نمک مرچ کا کیا خوب تناسب ہوتا ہے جس چیز کو بھی ہاتھ لگاتی ہیں مزیدار بنتی ہے'' ہر بار جلسہ سالانہ جرمنی کے بعد حضور انورؒ کی بابرکت آمد سے ہمبرگ کے نصیب جاگنے لگے تو ہر سال ہی ہم ان برکتوں سے اپنی جھولیاں بھرنے کے منتظر رہتے۔ حضورؒ از راہ شفقت پھر ہمبرگ تشریف لائے دو دن قیام کے بعد بچیوں کے ساتھ سوال و جواب کی مجلس میں کسی بات کی وضاحت کرتے ہوئے خاکسار سے مخاطب ہوتے ہوئے فرمایا ''اس دفعہ کہاں چھپی رہیں آپ نے اپنے ہاتھ کا ہمیں کھانا نہیں کھلایا'' شکوے کے رنگ میں متعلقہ عہدے داران سے فرمایا کہ سب کچھ ٹھیک تھا مگر اس بار ہمبرگ آکر ظہور صاحب کی بیگم کے ہاتھ کا کھانا نہیں ملا دراصل اس بار حضورؒ کی ناسازیٔ طبیعت کے باعث ڈاکٹری ہدایت تھی کہ حضورؒ زیادہ تیزابیت والا کھانا نہ کھائیں اور حضورؒ کے لئے پرہیزی کھانا تیار ہوتا تھا۔ اس کے باوجود اس محسن و شفیق آقا نے دل جوئی کے رنگ میں فرمایا کہ ہم دو گھنٹے اور رک جاتے ہیں ہمارے سفر کے لئے آپ کھانا تیار کریں پھر کیا تھا اس احسان عظیم اور مشفق آقا کی محبت پر دل میں حمد و شکر کے جذبات طلاطم برپا کرنے لگے اور حکم کی تعمیل کے لئے اٹھ کھڑی ہوئی

قریب تھا بھی تو اک داستاں سا لگتا تھا
کبھی وہ بچھڑے گا وہم و گماں سا لگتا تھا

کیا معلوم تھا کہ بابرکت لمحات یہ نور کے ہیولے جو ہمبرگ کی فضاؤں میں پھیل رہے تھے پھر ہمبرگ کو نصیب نہ ہو سکیں گے محبتوں کا پیامبر اپنے پیاروں کی ادنیٰ ادنیٰ خدمتوں پر اپنی رحمت اور محبت کی برسات برسانے والا ہم سب کا محسن و محبوب آقاؒ اپنے مولا کے حضور راضیۃً مرضیۃً کی مکمل تصویر بنے حاضر ہو گیا اللہ تعالیٰ کروڑ رحمتیں نازل فرمائے اس پیارے وجود پر اور ہمیں ان خزانوں سے اپنی جھولیاں بھرنے کی توفیق بخشتا رہے جو رہتی دنیا تک اس محسن و غم خوار آقاؒ کی یادوں کے ساتھ زندہ و جاوید رہیں گی

(نسیم ظہور۔ صدر لجنہ ہمبرگ سٹی)

بقیہ تیرے جانے سے ہم نے جانا ہے تم ہمیں کتنا پیار کرتے رہے

تقاضا ہے کہ جو وہ چاہتے تھے ہم اُس پر عمل کریں اور اُن کے مشن کو آگے بڑھانے کے لیے خلیفہ وقت کے ساتھ قدم بہ قدم چلیں اور اُن کے ساتھ بھی صدق و وفا کا تعلق رکھیں۔ آخر میں یہی دُعا ہے کہ خُدا ہمارے موجودہ خلیفہ کو بھی صحت والی لمبی زندگی عطا فرمائے اور اس سائبان کے تلے جماعتِ احمدیہ کا قافلہ یونہی رواں دواں رہے۔ خُدا ہم سب کو خلافت کی برکات سمیٹنے کی توفیق عطا فرمائے، آمین۔ (فرزانہ ناہید بادکروزناخ)

تیرے جانے سے ہم نے جانا ہے تم ہمیں کتنا پیار کرتے رہے

سردیوں کی یخ بختہ سرد ہواؤں میں کچھ کمی آچکی تھی آنے والے دن بہار کی خبر دے رہے تھے .زندگی عام ڈگر پر رواں دواں تھی مگر کسے خبر تھی کہ آنے والی بہار اس دفعہ کوئی نیا پیغام لے کر آرہی ہے .اس چمن سے ایسا پھول مرجھا جائے گا جس کی یاد میں یہ چمن صدیوں تک اُداس رہے گا مگر اس کی خوشبو ہمیں ہمیشہ ہمیش معطّر کرتی رہے گی۔

مجھے اپنی زندگی میں ۱۹ اپریل کا دن کبھی نہیں بھولے گا.جب میں جرمنی کے ایک شہر مائینز میں اپنے بیٹے کی بیماری کی وجہ سے مقیم تھی تو میری عزیز دوست منیرہ کا فون آیا اور اُس نے مجھے بتایا کہ ہمارے جان سے پیارے آقا خلیفہ رابعؒ ہم سب سے جدا ہو گئے ہیں،تو ایسے لگ رہا تھا جیسے ہم سب کا سائبان چھن گیا ہے، ہم سب اکیلے ہو گئے ہیں سمجھ نہیں آرہا تھا کس کے ساتھ افسوس کریں اور کس کو ڈھارس دیں اور کون ہمیں ڈھارس دیگا کیونکہ سب کا غم مشترکہ تھا.ہر فرد و بچہ اس غم میں غمزدہ تھا.انھی سوچوں میں غرق مجھے اپنے لڑکپن کا زمانہ یاد آ گیا جب ہمارے والد صاحب گھر میں داخل ہوئے تو اُنکی آنکھوں میں آنسو تھے اور وہ ربوہ جانے کی تیاری کر رہے تھے .وہ خلیفہ ثالثؒ کی رحلت کا زمانہ تھا اور اُس وقت حالات کی گہرائی کو سمجھنے کی صلاحیت مجھ میں نہیں تھی مگر بڑوں کے چہروں کو پڑھ کر احساس ہو رہا تھا کہ صدمہ گہرا ہے اور غم کی شدت بہت زیادہ ہے۔ پھر جب ہمارے والد صاحب ربوہ سے واپس گھر تشریف لائے تو آکر حضرت مرزا طاہر احمد صاحبؒ کے خلیفہ بننے کی نوید سنائی جن کے دورِ خلافت میں ہم سب نے علم و معرفت کے خزانے لوٹے۔جن کا دور فتوحات کا دور تھا آپ نے ہر احمدی کا دل اپنی شفقت اور پیار سے فتح کر لیا تھا.ہم نے جس دور میں آنکھ کھولی تھی اُس دور میں ہمیں اپنے خلیفہ اور امام کو دیکھنے کے لیے سال میں تین دن جلسے کے ملا کرتے تھے جس میں ہم اُن کا دیدار کر سکتے تھے ہماری موجودہ نسل خلیفہ رابعؒ کی وجہ سے کتنی خوش نصیب ہے جنہوں نے ایم.ٹی.اے جیسا بے بہا قیمتی تحفہ ہمیں عطا کیا ہے اور اُس کی بدولت ہم نے اپنے پیارے امامؒ کی قیمتی باتوں کو براہ راست سُنا۔ایم.ٹی.اے کی بدولت ہی ایسا ہوا کہ جب کوئی بچہ سمجھ دار ہوتا ہے تو اُسے یوں محسوس ہوتا ہے کہ اُس کے گھر میں اور لوگوں کے علاوہ کوئی اور بزرگ ہستی بھی ہے جو اس گھر کا حصہ ہے۔یہی وجہ تھی کہ آپ سب چھوٹے بڑوں کے دل کی دھڑکن بن چکے تھے۔آپ کے خطبات،تقاریر،مجالسِ عرفان اور مختلف زبانوں میں سوال وجواب کی محفلیں علم کا ایسا بہتا ہوا سمندر ہیں کہ ہم کیا ہماری آنے والی نسلیں بھی اُن سے سیراب ہوتی رہیں گی۔ ہم یورپ میں بسنے والوں کے لیے ایسے بصیرت افروز خطبات کا مجموعہ چھوڑ گئے ہیں جن میں تمام سیاسی اور علمی مسائل کا حل موجود ہے اور مغرب کے معاشرے میں پروان چڑھنے والی نوجوان نسل کو ایک نیا اور روشن راستہ دکھا گئے ہیں۔ پیارے امامؒ نے وقفِ نو کی تحریک فرما کر ہم سب سے یہ عہد لیا ہے .کہ ہم نے ان کلیوں کو اپنے خونِ جگر سے سینچنا ہے، اِن کی اس انداز سے تربیت کرنی ہے کہ یہ آسمانِ احمدیت کے روشن وتابناک ستارے بن جائیں۔اُس دن بچے ہم سے بھی زیادہ اُداس اور پریشان تھے اور سوال کرتے تھے کہ حضور کیوں اللہ کے پاس چلے گئے ہیں؟اور اب کون خلیفہ ہوں گے؟ ہم سب اپنے بچوں کو ڈھارس دے رہے تھے کہ دُعائیں کرو کہ خدا ہمارے پیارے امام کے درجات کو بلند سے بلند تر کرتا چلا جائے اور ہمیں اُن کا نعم البدل عطا فرمائے، آمین اور پھر خدا نے ہماری اور بچوں کی دُعائیں سُن لیں اور ہماری آنکھوں میں آنسوؤں کی بجائے تارے جگمگانے لگے جب حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ نے ہم سب سے بیعت لی۔خوف کی حالت امن میں تبدیل ہو چکی تھی اور خلیفہ وقت کی اطاعت ہی ہماری جماعت کی روح ہے ہمارے پیارے خلیفۃ المسیح الرابعؒ کی یادیں آج بھی ہمارے دلوں میں زندہ ہیں اور تا زندگی رہیں گی اُن سے پیار اطاعت اور محبت کا یہی (بقیہ صفحہ 87 پر)

سہ میں پھر پریتم کے چرنوں میں سر اپنا رکھنے آئی ہوں

اپنے محسنِ اعظم کی یاد میں

میں سوچ رہی ہوں رہ رہ کر کیا نذرِ عقیدت دوں تجھ کو میری پیاری ہستی جو اس دنیا سے ہم سب کو غم والم کے لق ودق صحرا میں چھوڑ کر چلی گئی، کبھی نہ ملنے کے لئے۔ بقول شاعر ''وہ تو چلے گئے اے دل یاد میں اُن سے پیار کر'' کاش میں اپنے پیارے آقا اور محبوب کے لئے بہت کچھ لکھ سکتی۔ وہ ایسی ہستی تھی کہ جن کے بارہ میں جتنا بھی بیان کیا جائے کم ہے۔ ماضی کی کچھ یادیں لئے جو میری اس حضور کے ساتھ وابستہ ہیں جن کے بارے میں لاکھوں وجود ہی سمجھتے ہیں کہ وہ صرف اور صرف ہمیں اتنا ہی قریب سے جانتے ہیں۔ وہ ہر دھڑکتے دل میں تھے جب میں 2002ء کے جلسہ سالانہ میں پچھلی دفعہ لندن حضورؒ کی ملاقات کے لئے گئی تو حضورؒ پرنور کی علالت کی وجہ سے ملاقات کا موقع نہ مل سکا۔ اور پھر میری یہ حالت تھی کہ کاش ان کا دیدار ہی ہو جائے اور وہ اللہ تعالیٰ نے توفیق دی کہ میں نے مسجد کی کھڑکی سے حضورؒ پرنور کے چہرہ مبارک کو دیکھ لیا اور میرے غمزدہ اور پژمردہ دل کو سکون آگیا۔ حضورؒ پرنور سے میرا پہلا تعارف 1965ء میں ہوا جب میں کچھ دنوں کے لئے ربوہ کالج میں تاریخ کی بطورِ لیکچرار کام کر رہی تھی۔ میری طبیعت ایک دن کافی ناساز تھی تو میری ایک دوست جو حضور کی بھتیجی بھی تھی مجھے حضور کے پاس لے گئی۔ اس کے الفاظ کچھ یوں تھے ''ضیا چلو میں تمہیں چچا طاہری کے پاس لے چلوں وہ تمہیں ہومیو پیتھی دوائی دیں گے،، اس طرح ہومیو پیتھی سے میرا تعارف بھی پہلی دفعہ حضورؒ کی وساطت سے ہوا۔ جب میں آپؒ سے ملی تو آپ نے نہایت شفقت اور مسکراتے چہرے کے ساتھ میری بیماری کی روداد سنی اور مجھے چند شیشیوں میں میٹھی گولیاں دے دیں جن پر مجھے ایک لمحہ کے لئے بھی یقین نہیں تھا کیونکہ یہ بات سمجھ سے بالا تر تھی کہ یہ ایک ہی قسم کی سفید سفید گولیاں کیا شفاء دے سکتی ہیں؟ بہر حال گولیاں تو بہانہ بن گئیں حضورؒ کی شخصیت اور ان کی بیگم صاحبہؒ کی مسکراہٹ نے ہمیں کچھ ایسا بندھن میں باندھا کہ ہم کسی نہ کسی بہانے وہاں پہنچ جاتیں۔ ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ ہم تین لیکچرار مل کر گئیں تا کہ میٹھی گولیاں لے آئیں۔ جب ہم حضورؒ کے گھر گئے تو آپؒ نے مسکراتے ہوئے دروازہ کھولا اور ہمیں بٹھا دیا اور فرمایا کہ ''ابھی آچھی (آصفہ بیگم صاحبہ کو آپ پیار سے اسی نام سے پکارتے تھے) آتی ہے'' پھر آپ نے فرمایا کہ میں سامنے والا دروازہ کھول دیتا ہوں جب آچھی آئیں گی تو آپ کہیں کہ ہمیں ادھر سے آموں کی خوشبو آرہی ہے تو پھر میں ان سے کہوں گا کہ ان کو آم لا کر دو۔ جب بیگم صاحبہ آئیں تو میں نے لمبی سانس لے کر کہا کہ ادھر سے آموں کی خوشبو آرہی ہے تو حضورؒ فرمانے لگے کہ ان کو وہ آم لا کر دو نا جو کل سندھ سے آئے ہیں۔ پیاری بیگم صاحبہ بھی اسی وقت اٹھیں اور ایک بڑا لفافہ آموں کا بھر کر ہمیں تھما دیا۔ ایک دفعہ جب میں آپؒ کے گھر گئی تو اپنی بچیوں کے بارے میں بتانے لگے اپنی ایک بچی کے بارے میں کہنے لگے کہ یہ بچی چینی کی بہت شوقین ہے بعض دفعہ یہ اپنا انگوٹھا گیلا کر کے چینی والے بسکٹ میں ڈال کر نکال لیتی ہے ہمیں پتہ نہیں چلتا اور یہ وہ چینی جو انگوٹھے کے ساتھ لگتی ہے کھا لیتی ہے اسی طرح ایک دفعہ میں اپنے دیور کے ساتھ آپ سے ملنے آئی۔ اس کو نوکری کے سلسلہ میں حضورؒ سے ملوانے لائی تھی اس وقت میری شادی ہو چکی تھی اور میری بچی جو کہ سات ماہ کی تھی وہ بھی میرے ساتھ تھی۔ بچی چونکہ بیمار رہتی تھی تو میں نے حضورؒ سے کہا کہ حضورؒ اس کے لئے کوئی دوائی دیں، اب حضورؒ جو بھی اس کی بیماری کی علامت مجھ سے پوچھتے تو میرا دیور فوراً اس کا جواب دے دیتا۔ جب دو تین دفعہ ایسا ہوا تو حضورؒ مسکرا کر کہنے لگے ایسا لگتا کہ جیسا کہ ماں آپ ہیں۔ تھوڑی دیر کے بعد حضورؒ نے میرے دیور کو کہا کہ آپ کو میں نے نوکری کے لئے مشرقی پاکستان بھیجنا ہے ابھی چند لمحوں کے بعد میں آپ کا انٹرویو لوں گا۔ میرے دیور کا رنگ فق ہو گیا کہ نہ جانے کیسا انٹرویو لیں گے خیر حضورؒ بڑی نرمی سے پوچھنے لگے کہ آپ کی لکھائی کیسی ہے میرے جیسی تو

نہیں میرے دیور نے بڑی مروّت کے ساتھ کہا کہ حضورؒ آپ جیسی تو نہیں ہو سکتی حضورؒ فرمانے لگے اس کا مطلب ہے کہ بہت گندی ہوگی کیونکہ میری لکھائی بہت گندی ہے بہر حال بہت سی باتیں ہیں ساری زندگی ہے، جب بھی کوئی پریشانی ہوتی آپؒ نہایت پیار اور شفقت سے راہنمائی فرماتے۔

میرے خاوند کی وفات پر مجھے آپؒ نے حوصلہ افزائی کا اس قدر محبت بھرا خط لکھا کہ مجھے لگا کہ میں تنہا نہیں ہوں ابھی میرے محسنِ اعظم میرے ہمدرد ہیں جب بھی میں ملاقات کیلئے اندر داخل ہوتی آپؒ پیار بھرے الفاظ میں مجھے دیکھتے ہی کہہ کر اٹھتے ''ضیا تم ہو'' میری آنکھوں سے آنسوؤں کی جھڑیاں یہ سوچ کر جاری ہو جاتیں کہ یہ شفقت کے الفاظ میرے لئے کتنے حوصلہ کن ہیں۔ دنیا کے سب دکھ درد بھول کر ان کے لئے دعا گو ہو جاتی کہ اے میرے مالک! ان کا سایہ ہمیشہ ہمارے سر پر رکھیو۔ میرے غم غوار میرے محسن چلے گئے ہیں لیکن دل و جان میں ان کا تصور ہمیشہ ہے اور رہے گا۔ زندگی کا سفر ہے یہ کیسا سفر؟ کوئی سمجھا نہیں کوئی جانا نہیں۔ بقول غالب

سب کہاں کچھ لالہ و گل میں نمایاں ہوگئیں
خاک میں کیا صورتیں ہوں گی کہ پنہاں ہوگئیں

ضیا قمر ساہی (ایم۔اے)

بقیہ حضور اقدسؒ کا عشقِ محبوب حقیقی

اس بار جب آپ آئیں تو پھر جا کے تو دیکھیں
کر گزروں گا کچھ۔ اب کے ذرا دیکھیں تو جا کے

آپؒ کس قدر اللہ تعالیٰ کی رضا کے طالب اور اس کے ملنے کے خواہش مند تھے۔ اس کا اندازہ اس شعر سے ہوتا ہے

مجھ سے بھی تو کبھی کہہ رَاضِيَةً مرضیۃً
روح بیتاب ہے روحوں کو بلانے والے

جانے والے میرے پیارے مرشد تو اپنے محبوب حقیقی کے پاس حاضر ہو چکا ہے۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔ میری دعا ہے رافع خدا تیرے درجات جنت الفردوس میں بلند سے بلند تر فرماتا چلا جائے، آمین (نعیمہ شاہین فرینکفرٹ)

بقیہ تیری یادوں کے دیپ

ہوں گے۔ ۱۶ اپریل ۲۰۰۳ کو خدا تعالیٰ نے میرا لندن جانے کا پروگرام اچانک بنا دیا۔ پہلے میں اکیلی جانے لگی پھر میرے میاں بھی تیار ہو گئے اور ہم نے جمعہ کی نماز حضور اقدسؒ کے پیچھے پڑھی ملاقات کے لیے درخواست کی تو پرائیویٹ سیکرٹری صاحب نے کہا آج بہت ملاقاتی ہیں حضور کی صحت بھی ٹھیک نہیں اگلی بار کر لیں۔ میں خاموش ہوگئی ہفتے کے روز گھر میں بات چیت کر رہے تھے کہ گیارہ بجے میرے بھتیجے کا فون آیا کہ حضور اقدسؒ اپنے خالقِ حقیقی سے جا ملے ہیں۔ یقین نہیں آتا تھا مگر ہونی کو کون ٹال سکتا تھا؟

آنسوؤں کی برسات تھی جو برس رہی تھی مگر میں ہر پل اپنے خدا کا شکر ادا کر رہی تھی جو بغیر پروگرام کے مجھے لندن کھینچ لایا۔ اتوار کو اطلاع ملی کہ دس سے گیارہ بجے کے درمیان لجنہ کے لیے زیارت کا وقت ہے۔ میرا بیٹا اور بہو مجھے اسی وقت مسجد لے کر پہنچے کیونکہ شام چار بجے میری واپسی کی فلائٹ تھی۔ لندن کی گلیاں اور مسجد سوگوار دکھائی دیں۔ دھندلی آنکھوں سے آخری بار اپنے پیارے آقا کی زیارت کی اور خدا حافظ کہا یہ کہتے ہوئے کہ

بلانے والا ہے سب سے پیارا
اسی پر اے دل تو جان فدا کر

(کوثر شاہین ملک فرانکفرٹ)

پیارے آقا کی یاد میں

سدا سُکھی وسیں وچ جنتاں دیسانوں کلیاں چھڈ کے جان والے

ایہہ رِیت ہے ایس جہان دی اسیں پچھے تہاڈے ہاں آن والے

دے جاندے نے دکھ بہتیرے اوہ جیہڑے چھڈ کے سجناں نوں ٹر جاندے

بیٹھے جنت دے وچ اڈیکدے نے تینوں پھلاں دے ہار پوان والے

اِیتھے تھوڑے اُوتھے ڈھیر متر صدیاں گذر گیاں اِیتھوں جاندیاں نوں

اوہ تاں گھیرے دے وچ اے سجناں دے اسیں کلے مکلے کرلان والے

سوہنے رب دا تابعدار سی اوہ ختمی مرتبت دا امتی غمخوار سی اوہ

جبرائیل امین نیں ماشاء اللہ ہتھ پھڑ کے جنت پہنچان والے

اج تیری واری کل ساڈی واری اِیتھے جین اوکھا اوتھے مرن اوکھا

کجھ گئے سی کل کجھ گئے نے اج ایہہ سارے نے واری بھگتان والے

تیرے گیتاں دی خشبو سوہندی سدا مہکدی روے جہان اندر

قدر پھلاں دی بلبل تے جاندی اے قدر شعراں دی جانن پہچان والے

(رشیدہ سلیمان۔روڈر مارک)

دل میں وہ بھی ہے اک گوشئہ محترم وقف ہے جو غمِ دوستاں کے لئے

ویسے تو خُدا تعالیٰ نے خلیفہ رابعؒ کے دور میں ہمیں ہر قدم پر کوئی نہ کوئی معجزہ ایسا دکھایا کہ ہم اُنھیں بُھلا ہی نہیں سکتے۔اور اگر دیکھا جائے تو ہر احمدی کے پاس سینکڑوں یادیں ہوں گی لیکن یہاں میں ایک خاص دُعائی معجزہ لکھنا چاہتی ہوں۔ جو ہم سب کا آنکھوں دیکھا ہے۔ پاکستان میں حضورؒ کے ساتھ میرے والد صاحب کے کافی تعلقات تھے اور ہمارے گاؤں میں بھی حضورؒ تشریف لائے تھے۔ میرے والد صاحب اپنے علاقے کی جماعت کے صدر بھی تھے اور جنون کی حد تک تبلیغ سے عشق۔ جب بھی میں حضورؒ کے پاس ملاقات کے لیے جاتی تعارف کرانے پر مجھے کہتے کہ تمہاری تو ساری شکل اپنے والد صاحب سے ملتی ہے۔تو ہم اُنکی یاداشت پر حیران ہو جاتے۔

۱۹۹۷ میں میرے میاں سجاد حیدر صاحب بہت بیمار ہو گئے یہاں تک کے آئی سی یو میں چلے گئے اور ڈاکٹروں نے بتایا کے حالت خطرناک ہے اور وہاں پر سوائے بیوی کے کوئی نہیں مل سکتا اور مجھے بھی پندرہ بیس منٹ ملنے دیتے تو خُدا کا کرنا ایسا ہوا کہ حضورؒ خدام الاحمدیہ کے اجتماع پر تشریف لائے تھے۔ مجھے کسی نے مشورہ دیا کہ فوراً درخواست دے دو ملاقات کے لیے حضورؒ سے ملاقات کرو اور دُعا کراؤ تو میں نے درخواست دیدی جو کہ منظور بھی ہو گئی۔ جب میں بچے لے کر اندر گئی تو حضورؒ کو دیکھ کر میری رونے کی وجہ سے ہچکی بندھ گئی یہاں تک کہ مجھ سے بات بھی نہ ہو پا رہی تھی۔ حضورؒ نے جب مجھ سے خود پوچھا تو میں نے صرف اتنا بتایا کہ میرے خاوند بہت بیمار ہیں اور آئی سی یو میں ہیں اس سے آگے بتا نہ پا رہی تھی تب حضورؒ نے میرے بڑے بیٹے سے پوچھا کہ تم بتاؤ کہ کیا بات ہے؟ جب میرے بیٹے نے بتایا تو حضورؒ میری طرف دیکھ کر رو پڑے اور کہنے لگے کہ ''ادھر آؤ'' لیکن پتہ نہیں کہ کیوں مجھے اتنی جھجک آئی کہ میں کانپنے لگی۔ پھر حضورؒ نے فرمایا کہ ''فکر نہیں کرو میں دُعا کروں گا اور تمہارے میاں ٹھیک ہو جائیں گے'' پھر حضورؒ نے بچوں کو اپنے ساتھ لگایا اور پیار کیا اور تصویر بنوائی جس میں آپؒ کی آنکھوں میں آنسو تھے۔ پھر خُدا سے حضور نے پتہ نہیں کیا دُعا کی کہ خُدا نے فوراً قبول کر لی۔

جب صبح میں وقت کے مطابق ہسپتال پہنچی تو جو سب سے بڑی ڈاکٹر تھی اور جو مجھے ہمیشہ مجھے سیڑھیوں پر ہی ملتی تھی اور کہتی تھی کے تمہارا شوہر خطرے میں ہے جب اُس دن مجھے ملی تو ہنس پڑی اور کہنے لگی آج تمہارا شوہر خطرے سے باہر ہے۔تو میں نے اُسے بتایا کہ مجھے پہلے ہی پتہ چل گیا تھا کہ ہمارے پیارے خلیفہؒ کی دُعا کبھی ضائع نہیں گئی اور جب میں اندر گئی تو دیکھا کہ جو نالیاں وغیرہ لگی ہوئی تھیں وہ اٹھارہ دن کے بعد اُتر چکی تھیں اور خُدا کا فضل ہو چکا تھا۔اور حضورؒ نے ہومیوپیتھی دوا بھی بھیجی جس سے کافی شفا ہوئی، الحمد للہ۔اللہ تعالیٰ میرے پیارے آقا پر ہزاروں ہزار رحمتیں نازل فرمائے ،آمین۔(شاہدہ پروین سجاد،اوفن باخ نورڈ)

حضور اقدسؒ کا عشق محبوب حقیقی

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ کے پیارے کلام سے عشقِ خدا کے بارہ میں ایک حسین گلدستہ پیش ہے

میرے پیارے مرشد حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ کا عشقِ خدا میں ڈوبا منظوم کلام

اے مجھے اپنا پرستار بنانے والے
جوت اک پریت کی ہر دے میں جگانے والے
سرمدی پریم کی آشاؤں کو دھیرے دھیرے
مدھ بھرے سُر میں مدھر گیت سُنانے والے
اے محبت کے امر دیپ جلانے والے
پیار کرنے کی مجھے ریت سکھانے والے
غمِ فرقت میں کبھی اِتنا رُلانے والے
کبھی دلداری کے جھولوں میں جھلانے والے
دیکھ کر دل کو نکلتا ہوا ہاتھوں سے کبھی
رس بھری لوریاں دے دے کے سلانے والے
کیا ادا ہے مرے خالق مرے مالک، مرے گھر
چھپ کے چوروں کی طرح رات کو آنے والے

ایک اور کلام میں اپنے محبوب حقیقی سے یوں ہمکلام ہیں

اتنے پیار سے کس نے دی تھی، میرے دل کے کواڑ پے دستک
رات گئے مرے گھر کون آیا، اُٹھ کر دیکھا تو اِیشر تھا
عرش سے فرش پہ مایا اتری، روپا ہوگئی ساری دھرتی
مٹ گئی کلفت چھا گئی مَتی، وہ تھا میں تھا مَن مَندِر تھا
تجھ پر میری جان نچھاور، اتنی کرپا اک پاپی پر
جس کے گھر نارائن آیا، وہ کیڑی سے بھی کمتر تھا

ایک اور منظوم کلام میں فرماتے ہیں

تُو مِرے دل کی شش جہات بنے
اک نئی میری کائنات بنے
سب جو تیرا ہے لاکھ ہو میرا
تو جو میرا بنے تو بات بنے
ہیچ ہے تجھ سے منقطع ہر ذات
جس کا تو ہو اسی کی ذات ہے

اپنے محبوب کی یاد ماضی میں۔

کیا موج تھی جب دل نے جپے نام خدا کے
اک ذکر کی دھونی مرے سینے میں رما کے
آہیں لقیں کے تھیں ذکر کی گنگھور گھٹائیں
نالے تھے کہ تھے سیل رواں حمد و ثنا کے
دیں مجھ کو اجازت کہ کبھی میں بھی تو روٹھوں
لطف آپ بھی لیں روٹھے غلاموں کو منا کے
لیکن مجھے زیبا نہیں شکوے میرے مالک
یہ مجھ سے خطا ہو گئی اوقات بھلا کے
دیوانہ ہوں دیوانہ، بُرا مان نہ جانا
صدقے مری جاں، آپ کی ہر ایک ادا کے
سنیئے تو سہی پگلا ہے دل پگلے کی باتیں
ناراض بھی ہوتا ہے کوئی دل کو لگا کے
ٹھہریں تو ذرا۔ دیکھیں، خفا ہی تو نہ ہو جائیں
جانا ہے تو کچھ درس تو دیں صبر و رضا کے
جو چاہیں کریں۔ صرف نِگہ ہم سے نہ پھیریں
جو کرنا ہے کر گزریں مگر اپنا بتا کے
فطرت میں نہیں تیری غلامی کے سوا کچھ
نوکر ہیں ازل سے تیرے چاکر ہیں سدا کے

(بقیہ صفحہ 90 پر)

شکوہ کی جا نہیں ہے یہ گھر ہی بے بقا ہے

۱۹ اپریل ۲۰۰۳ء کو ہمارے پیارے آقا خلیفۃ المسیح الرابعؒ اپنے خالق حقیقی سے جا ملے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ ہمارے دل غمگین ہیں لیکن ہم یہی کہیں گے۔ "راضی ہیں ہم اسی میں جس میں تیری رضا ہو"

اس عظیم انسان کی وفات پر مجھے آنحضرت ﷺ کا وہ مبارک فرمان مجھے یاد آیا جو آپ ﷺ نے سعد بن معاذؓ کی وفات کے موقع پر ارشاد فرمایا کہ "سعد کی موت پر تو خُدائے رحمٰن کا عرش بھی جھولنے لگا" (اصحابِ احمد جلد چہارم صفحہ ۵۷)۔

حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کی بہت سی یادیں ہیں جو ہمارے دلوں کے ہر گوشے کو منور کرتی ہیں۔ بچپن میں جب ہم بیمار ہوتے تو آپؒ سے وقفِ جدید ربوہ کے دفتر میں ہومیو پیتھک دوائی لینے جاتے اور کبھی آپؒ کے گھر پر لیتے تھے۔ سخت گرمی میں ہنستے مسکراتے خوش دلی سے یہ خدمت بجا لاتے تھے۔ حضورؒ نے پنکھے کا رُخ لوگوں کی طرف کیا ہوتا تھا اور خود پسینے میں شرابور ہوتے تھے اور خود ہی دوائیاں بناتے۔ حضورؒ کے اندر ایک نمایاں حسِ مزاح تھی جو پریشان دلوں کو مرہم کا کام دیتی تھی۔ کسی روتے ہوئے انسان کو ہنسانا باعث ثواب ہے اور بیحد مشکل۔ جبکہ کسی ہنستے ہوئے انسان کو رُلانا بہت آسان۔ ہم سب حضور کے خوبصورت واقعات ایک دوسرے کو سنایا کرتے تھے جیسا کہ ایک کہ ایک بار جب ابھی حضورؒ خلیفہ نہیں بنے تھے ایک عورت گھبرائی ہوئی آئی اور آتے ہی کہنے لگی "میاں صاحب میاں صاحب میرا دل بڑا دھڑ کدا اے (پنجابی) تو حضورؒ نے بے ساختہ فرمایا! فیر بند کرا دیئے۔ بھئی دل کا تو کام ہی دھڑکنا ہے جب تک زندگی ہے انشاء اللہ دھڑکے گا۔ سب لوگ ہنس پڑے تو وہ عورت بھی خوش ہوگئی اس طرح خوش خوش لوگ واپس جاتے لیکن پھر سب کو اپنی باتوں سے مرہم دینے والا اور سب کے دردِ دل کے لئے تڑپنے والا دل اچانک ۱۹ اپریل کو دھڑکنا بند ہوگیا۔

خلیفہ رابعؒ کے ساتھ میری یادیں بھی بہت حسین ہیں۔ ایک بار جلسہ سالانہ جرمنی کے موقع پر بچیوں کو لا الہ الا اللہ کا ترانہ یاد کرانے کی توفیق ملی۔ میں نے بچیوں کو تیاری کروائی اور ساتھ ہی یہ بات بھی سمجھائی کہ ہم نے ہر صورت اطاعت کرنی ہے۔ اگر حضور اقدسؒ اجازت دیں تو پڑھنا ہے۔ حضورؒ کی موجودگی میں اور اگر نہ ہو سکے تو دل میں کوئی بھی خیال نہیں لانا۔ بچیوں نے کہا ٹھیک ہے۔ جلسے کے آخری دن جب حضورؒ اقدس تشریف لائے تو ہم حضورؒ کی اجازت کی منتظر تھیں لیکن اجازت کی نوبت ہی نہیں آئی اور حضورؒ خُدا حافظ کہ کر باہر تشریف لے گئے۔

سب بچیوں نے مجھے کہا کہ حضورؒ کو تو پتہ ہی نہیں چلا کہ ہم کھڑے ہیں۔ اتنے میں محترمہ صدر صاحبہ نے بچیوں کو اشارہ کیا کہ ترانہ پڑھو۔ جیسے ہی بچیوں نے "لا الہ الا اللہ" پڑھنا شروع کیا حضورؒ باہر سے واپس خواتین کے ٹینٹ میں تشریف لے آئے۔ ہم سب کی خوشی کا ٹھکانہ نہ رہا۔ وہ لمحہ ہماری زندگی کا سب سے قیمتی لمحہ تھا۔ سب بچیاں جذبات کی شدت سے رونے لگیں، اتنی خوشی تھی کہ سنبھالی نہیں جاتی تھی حضورؒ نے بیٹھ کر سارا ترانہ سُنا پھر کہا کہ جرمن میں دوبارہ پڑھو پھر سب نے دوبارہ پڑھا۔ پھر آپؒ واپس تشریف لے گئے۔ ہمیں یہ بات اچھی طرح ذہن نشین ہوگئی ہے کہ یہ اصل میں لا الہ الا اللہ سے حضورؒ کی محبت تھی جو اتنی شدید تھی کہ حضورؒ بے قرار ہو کر واپس تشریف لائے تھے۔

لا الہ الا اللہ جو اتنا پُر شوکت عظمت اور جلال والا کلام ہے اس کا مطلب ہے کہ ہم یہ اعلان کرتے ہیں کہ اللہ کے سوا ہمارا کوئی معبود نہیں۔ حضرتِ اقدس مسیح موعود علیہ اسلام فرماتے ہیں .... "اے خُدا میرے مطلوب، میرے محبوب، میرے مقصود اور میرے معبود میری جان تجھ پر فدا ہو تو ہی میری جنت ہے۔" گویا بتایا ہے کہ اصل جنت خُدا تعالیٰ کی محبوب ترین ہستی ہے۔ اور وہی ابدی جنت ہے کیونکہ جنت بھی بمع اپنی ہر ایک نعمت کے اسی سے ظاہر ہوتی ہے اور اس کا ظہور ہے اور جان اور مال کی محبت کا ہر جذبہ اور

ہر کشش دراصل اسی کے لیے ہے۔اوراس کی محبت کے لیے ایک پیمانہ ہے جس سے مومن اشدُ حبّاللہ کی شان محبت کا ہر آن اور میزان سے اندازہ لگا تا رہتا ہے۔کہ کس محبوب کا پلڑا بھاری ہے۔آیا جان اور مال کی محبت کا یا اللہ تعالیٰ کی محبت کا۔(حیاتِ قدسی صفحہ ۱۵۴۔حصّہ چہارم)۔

یقیناً حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے اپنی زندگی کے ہر عمل سے یہ ثابت کیا کہ اُنھیں خُدا تعالیٰ کی محبت ہر چیز سے زیادہ پیاری ہے۔اسی لئے وہ انسانوں سے محبت کرتے تھے کہ خُدا کی محبت پانے کے لیے انسان اُس کی مخلوق سے سے محبت کرتا ہے پھر انسان جب ایک خاص مقام پر پہنچ جاتا ہے تو پھر خُدا کہتا ہے''اے نفسِ مطمئنہ!تُو مجھ سے راضی ہو جا اور میں تجھ سے۔آمیرے خاص بندوں میں داخل ہو جا آمیری جنت میں داخل ہوجا''۔

جس طرح خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے اپنی زندگی اسلام احمدیت اور مخلوقِ خُدا کی خدمت میں گزاری ہم سب اپنی پوری توفیق اور پوری طاقتوں کے ساتھ اُن کی پیروی کرسکیں۔ہماری زندگیوں میں حقیقی عیدیں تبھی آسکتی ہیں جب ہم دین کے لیے کام کریں گے۔خُدا تعالیٰ کی محبت کا جو حق ہم پر ہے سب نبیوں کی محبت کا مسیح موعودؑ کے خلفاء کی محبتوں کا جو قرض ہم پر ہے اس کو اتارنے کا یہی طریقہ ہے کہ ہم دین کو دنیا پر مقدم کریں اور اب خُدا تعالیٰ نے حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ کی صورت میں ہمیں نئی زندگی دی ہے۔خُدا تعالیٰ کی اس نعمت کا شکر ادا کرنے کے لیے ہم دُعا کریں اور کوشش کریں کہ ہم اور ہماری اولادیں اپنے امام کی صحیح معنوں میں فرمانبرداری کریں آمین۔آخر میں یہی کہوں گی۔

میرے آنگن سے قضا لے گئی اک شجر عزیز
صحن گلشن میں نیا پھول کھلا آج کی رات
زخمی دل ماہیِ بے آب بنے تھے کہ جنہیں
مالکا تو نے عطا کر دی شفا آج کی رات

ڈاکٹر امۃ الرقیب،فرینکفرٹ

یادوں کو خاموشی سے گذرنے نہیں دیا
ساون نے آنسوؤں کو ٹھہرنے نہیں دیا
جب یاد تیرے لطف و کرم آگئے تو پھر
جو بھی کیا ہو غم نے، بکھرنے نہیں دیا
صدہا بشارتوں کی منادی کی ہر طرف
اس کارواں کو اس نے ٹھہرنے نہیں دیا
ربِّ کریم کا تو یہ فضل عظیم ہے
مسرور دے کر ہم کو بکھرنے نہیں دیا

(فرحت ضیاء راٹھور،ہمبرگ)

قلمی تعاون

ماہنامہ خدیجہ اور سہ ماہی رسالہ خدیجہ کے لئے اپنے ریجن،اپنی جماعت کی خصوصی بہترین کارکردگی کی رپورٹس بھجوایئے۔انکے علاوہ مضامین،دلچسپ حقائق،اپنے علاقہ کی سیرگاہ یا عجائب گھر کا ذکر،طبی حقائق، حاصل مطالعہ (یعنی مطالعہ کے دوران جن تحریرات سے آپ متاثر ہوں اور چاہتی ہوں کہ دوسروں کی نظر سے بھی گذرے اور بہت کچھ......مضامین میں حوالہ درج کرتے وقت کتاب،مصنف کا نام اور صفحہ نمبر ضرور لکھیے اور اپنے مضامین کاغذ کے ایک ہی طرف اور خوشخط لکھیے۔آپ کے قلمی تعاون کا شکریہ اپنی نگارشات اس پتہ پر بھی روانہ کرسکتی ہیں۔

Safia Cheema, Heinrich-Plett- Str. 2
60433 Frankfurt/M.
khadijaakhbar@yahoo.com

میں بہت رویا مجھے آپ بہت یاد آئے

یہ کون ستارہ ٹوٹا جس سے سب تارے بے نور ہوئے

کس چندر ماں نے ڈوب کے اتنے چاندوں کو گہنایا ہے

ہمارے پیارے آقا ہمارے حضورؒ آج ہم میں نہیں میں آج اُن کی یاد میں موتیوں کی مالا پرونے بیٹھی ہوں

؎ آؤ سجنو مل بیئے تے گل اوس یار دی چلّے

اُس یار کی بات جو سب سے پیارا تھا ہاں جس کی یاد نے میرے سپنوں کے دھندلکوں میں میرے جذبوں کو شبنم کی صورت آنکھ سے ڈھلکا دیا۔ جس نے یورپ میں آباد احمدیوں خصوصاً نوجوان نسل کو زندگی اور معاشرت کا نیا اسلوب اور شعور دیا لیکن یہ غم اور احساس کیسے ہو کیونکہ سب جانتے ہیں کہ آپ اُس منزل کو چل دیئے ہیں۔ جہاں سے کوئی واپس نہیں آتا۔ وصل حقیقی کی راہ۔۔ دل کے جذبوں کو لفظوں کا روپ تو نہیں مل سکتا

اُس کے ہی غم سے تو آج آنکھیں ہوئی ہیں پُر آب

ذکر سے جس کے کھِل اُٹھتے تھے کبھی دل کے گلاب

ہاں آج ہم اس موڑ پر کھڑے ہیں جہاں آپؒ کی حسین یادیں ہی ہماری منزل کے نشان ہیں آپؒ کی محبتوں کی گھنی چھاؤں ہی ہمارے لیے پیغامِ صبح ہے

ہر طرف آپ کی یادوں پہ لگا کے پہرے

جی کڑا کر کے میں بیٹھا تھا کہ مت یاد آئے

ناگہاں اور کسی بات پہ دل ایسا دُکھا

میں بہت رویا مجھے آپ بہت یاد آئے

ہاں ہمارا کوئی نہیں تیرے جیسا آقا تیرے جیسا باپ جو غم کے ماروں کو دوسروں سے سوا چاہتا ہے اسی لیے تو آج آنکھیں اشک بہاتی ہیں۔ آپؒ ہمیں دردِ جدائی کے گہرے سمندروں میں چھوڑ گئے دور بہت دور اپنے پیارے آقا سے ملن کی راہ کو چل دیئے۔ یہ تو ہمیشہ سے اللہ کی سنت ہے لیکن ایسا کیوں ہوتا ہے کہ وقت بہت جلدی گزر جاتا ہے آپؒ کی شفقت کے اکیس سال کیسے گزر گئے پتہ ہی نہیں چلا شاید اسی لیے کہتے ہیں۔

لمحاتِ وصل جن پہ ازل کا گمان تھا

چٹکی میں اُڑ گئے وہ طیورِ سُرورِ شب

لیکن یہ تو خُدا کی رضا ہے کے جو آیا ہے اُسے جانا بھی ہے لیکن اے خُدا!

جو خُدا کو ہوئے پیارے میرے پیارے ہیں وہی

یہ تو دنیا ہے اور دنیا کا نظام تو چلتا ہی ہے اور آپؒ نے ہی تو کہا تھا کہ

وقت کم ہے بہت ہیں کام، چلو

ملگجی ہو رہی ہے شام، چلو

ازل سے جدائیاں ہی محبتوں کا نصیب ہیں لیکن یادوں کے آسمان پر آپ کی محبتوں کے روشن ستارے، ہی ہر مشکل اور کٹھن سفر میں ہمارے لیے نشانِ راہ ہیں۔ اے جانے والے محبوب آقا! انتہائی عمل سے بھرپور زندگی گزارنے کے بعد تیرا اپنے محبوب اور خالقِ حقیقی کے پاس جانا بہت مبارک ہو کہ اللہ نے تیری ہر تمنا پوری کی تیری صدا نے لاکھوں کروڑوں کو زندہ کیا اور لاکھوں کروڑوں میں تبدیل کیا اب اپنے رب کی رضا کی جنتوں میں بسیرا کر۔ آنکھیں آنسو بہاتی ہیں دل غمگین ہیں مگر ہم وہی کہیں گے جس پر ہمارا رب راضی ہے کہ اسی صبر و رضا کے مظاہرے میں ہم یتیموں کو اک باپ مل گیا اور یوں ہوا کہ ہر دل اپنے نئے امام کی محبت اور اطاعت سے بھر گیا۔

جس پہ چھائے تھے گھنے خوف و رجا کے سائے

بقعۂ نور ہوئی اُس کی فضا آج کی رات

اک نیا عہدِ وفا ہم نے کیا آج کی رات

پھر اُتر آیا زمیں پر ہے خُدا آج کی رات

(عذرا عباسی، فرینکفرٹ)

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

اس دور میں اللہ تعالیٰ نے ہمیں حضرت امام الزماں مسیح و مہدی موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی غلامی میں شامل فرما کر ایسی نعمت عظمیٰ عطاء فرمائی ہے کہ آج اس سے بڑھ کر دنیا میں اور کوئی نعمت نہیں ہے۔ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خلافت کا مضبوط ہاتھ جماعت کے ہر فرد کے سر پر ایسے سایہ فگن ہے کہ ہر فردِ جماعت مرد ہو یا عورت بڑا ہو یا بچہ ذاتی طور پر اس طرح خلافت کے ساتھ محبت سے بھرپور رشتوں میں منسلک ہے کہ ہر کوئی یہی سمجھتا ہے کہ پیارے حضور اقدس کا میرے ساتھ خاص ہی تعلق ہے اور خلافت رابعہ کے دور میں ہم نے ایسی بے مثال مثالیں قدم قدم پر ملاحظہ کیں۔ اس سے قبل ہم اپنے پیارے والدین سے خلافت سے محبت و الفت کے واقعات سنا کرتے تھے لیکن حضرت خلیفۃ المسیح الرابع کےؒ بابرکت دور میں ہم سب نے یہ زندہ حقیقت آشکار ہوتے دیکھی کہ آپ رحمہ اللہ تعالیٰ کیساتھ ساری جماعت کے افراد کو جو والہانہ طور پر ذاتی محبت اور الفت اور لگاؤ تھا اس نے خلافت اور جماعت کو ایک ہی وجود بنا دیا تھا۔ آپؒ نے بارہا اپنے اشعار میں اس کا اظہار فرمایا تھا

الگ نہیں کوئی ذات میری تمہی تو ہو کائنات میری
تمہاری یادوں سے ہی مُعنوَن ہے زیست کا انصرام کہنا
اے میری سانسوں میں بسنے والو بھلا جدا کب ہوئے تھے مجھ سے
خدا نے باندھا ہے جو تعلق رہے گا قائم مدام کہنا

آپ رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنی جماعت کو بے پناہ محبت سے نوازا اور خود بھی اور جماعت کے افراد کو بھی ہمیشہ تمام انسانوں کے ساتھ بلا تمیز مذہب و ملت ہمدردی و خیر خواہی کا درس دیا گویا آپؒ کی ذات Love for all hatred for none کے بابرکت مقولہ کی منہ بولتی تصویر تھی۔

وہ عظیم المرتبت مردِ خدا علم و عرفان ایک سمندر تھا جس نے دینی و دنیاوی علوم کے خزانے بے حد فراخدلی سے لٹائے اور علم و معرفت کے جام بھر بھر کر بے شمار تشنہ روحوں کو سیراب کیا۔ پیار کے اس عظیم سمندر سے وابستہ کچھ بے حد پیاری یادوں کے سیپ جو ذہن میں محفوظ ہیں اور ہمارے لئے بہت ہی بیش قیمت اور بے حد حسین سرمایہ ہیں تحریر ہیں ابھی کل کی بات لگتی ہے۔ جب ربوہ میں مشیت الٰہی کے مطابق حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کی وفات کے بعد دستار خلافت آپؒ یعنی حضرت مرزا طاہر احمد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کے سر پر سجائی گئی جون یعنی موسم گرما کا گرم ترین موسم تھا اور یورپ کے ملکوں میں بسنے والے اس گرمی کا تصور نہیں کر سکتے جو پاکستان میں پڑتی ہے گویا ایک آگ لگی ہوئی تھی اس آگ برساتی اور چلچلاتی دھوپ میں مسجد اقصیٰ ربوہ میں لوگ دیوانہ وار اپنے پیارے امام حضرت خلیفۃ المسیح الرابع کی اقتداء میں پہلی نماز جمعہ ادا کرنے کے لئے پروانوں کی طرح گرے پڑے تھے اندر سے مسجد پوری طرح بھری ہوئی تھی۔ باہر صحن میں شمع خلافت کے پروانے ننگے پاؤں شدید تپتی زمین پر رکھے ہوئے اپنے پیارے امام کا پر شوکت وجلالی خطبہ سننے میں اس قدر لذت پا رہے تھے کہ گرمی کا ہر احساس آپؒ کی خوبصورت اور پر جلال آواز میں گم ہو کر رہ گیا تھا حاضرین کی آنکھوں سے جہاں اپنے جانے والے پیارے امام حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ کی یاد میں آنسو کے سوتے پھوٹ رہے تھے وہاں نئے آنے والے پیارے امام کی بیعت میں داخل ہو کر انہیں نئے جوان عزم کے ساتھ خوش آمدید بھی کہہ رہے تھے اور پھر آپؒ کی اقتداء مبارک میں ہر جمعۃ المبارک کے دن مسجد اقصیٰ ربوہ میں ایسی ہی کیفیت دیکھنے میں آتی یعنی مسجد سے نمازی بفضل تعالیٰ باہر چھلک رہے ہوتے آپؒ کی انتہائی خوش الحانی کے ساتھ تلاوت کلام پاک اور پھر اس پر بے حد خوبصورت اندازِ خطابت جس کے اندر بے شمار نصائح چھپی ہوتیں اس قدر لذت بخش ہوتی تھیں کہ خاکسار بھی اسی کوشش میں رہتی کہ کوئی بھی جمعہ چھوٹنے نہ پائے۔

حضور اقدس خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ نے دنیا کو ایسا پیار کے رشتے میں باہم منسلک کیا کہ جو کوئی بھی ایک دفعہ آپؒ سے ملاقات کا شرف پالیتا اس کی پیاس میں مزید اضافہ ہوجاتا اور چاہتا کہ آپؒ کی پیار بھری پُر کشش شخصیت سے بار بار فیضیاب ہوتا رہے ربوہ میں آپؒ کے خلیفہ منتخب ہونے کے کچھ عرصہ بعد ہم بہن بھائی اپنی والدہ کے ساتھ پہلی بار حضور اقدسؒ سے ملاقات کرنے گئے تو تو وہ خوبصورت نظارہ آج بھی میرے دل ودماغ میں ایک انتہائی سرور کی کیفیت پیدا کردیتا ہے جس بھر پور پیار اور محبت سے آپؒ نے ہماری پیاری امی جان اور پھر ہنستے مسکراتے ہوئے ہم سب کو شرف ملاقات بخشا۔

ربوہ کی پاک بستی کی مقدس روحانی رونقیں اپنی پوری آب وتاب کے ساتھ اپنے پیارے امامؒ کی سرکردگی میں جاری وساری تھیں۔لیکن ظالم حکمران دشمنوں کے سینوں میں آپ کے خلاف آگ دہکتی رہی انہوں نے احمدیوں کے خلاف ایسے قانون پاس کئے جو پاک وطن کی تاریخ کے ساتھ ہمیشہ سیاہ دھبے بن کر چپکے رہیں گے انہوں نے ہمارے پیارے امامؒ اور ان کی ساری جماعت کے لئے آپؒ کے اپنے ہی ملک کی سر زمین کو ان پر اتنا تنگ کردیا کہ حالات سے مجبور ہوکر آپؒ کو اپنے پیارے وطن کو بادل ناخواستہ خیر باد کہنا پڑا اور لندن کی سرزمین کو آپؒ کی قدم بوسی کی سعادت نصیب ہوئی۔اللہ تعالیٰ کے کاموں کی حکمت کو سوائے اس کے کون جانتا ہے۔

ان دنوں خاکسار جامعہ نصرت گرلز کالج میں اردو کی بطور لیکچرار تعینات تھی لیکن حالات کچھ ایسے ہوگئے کہ اپنی پیاری امی جان کی شدید بیماری کی وجہ سے ان کے علاج کی غرض سے حضور اقدس رحمہ اللہ کی لنڈن ہجرت کے کچھ دن بعد ہم لوگ بھی عیدالفطر کے موقع پر اپنے بڑے بھائی جان کے پاس لنڈن پہنچ گئے۔عید سے اگلے دن حضور اقدسؒ کے ساتھ ملاقات کا شرف حاصل کیا۔حضورؒ نے بہت ہی خوشی کا اظہار فرمایا،سب کا حال احوال پوچھا اور پھر ہم سب کو باری باری اپنے پاس بلا کر پانچ پانچ پاؤنڈ عیدی عنایت فرمائی۔یقیناً جماعت کے ہر فرد کے ساتھ حضور اقدسؒ اپنی اولاد کی طرح ہی پیار کرتے ہر شخص کو آپؒ کے ساتھ ایک خاص لگاؤ اور پیار کا دعویٰ تھا اور وہ اپنی تکلیف اور دکھ اپنے آقاؒ کے پاس بیان کرکے خود کو بہت ہلکا پھلکا محسوس کرنے لگتا۔لنڈن میں قیام کے دوران ۳ مارچ ۱۹۸۵ء کو ہماری پیاری امی جان کو اللہ تعالیٰ نے اپنے پاس بلالیا۔اس انتہائی غم کے موقع پر پیارے حضور اقدسؒ نے ہم سب بہن بھائیوں کے ساتھ بہت ہی ہمدردی فرمائی۔

مئی ۱۹۸۵ء میں شادی کے بعد ہم دونوں میاں بیوی اپنے پیارے آقاؒ کی خدمت میں ملاقات کے لئے حاضر ہوئے اور قربان جائیں آپؒ کی بادشاہ دلی اور شفقت وعنایت پر کہ آپؒ نے مبارکباد کے ساتھ پچاس پچاس پاؤنڈ بھی بطور سلامی کے عنایت فرمائے اور خاکسار کے عرض کرنے پر تبرک کے طور پر اپنا استعمال شدہ سفید رومال اپنے بابرکت چہرے پر پھیر کر عنایت فرمایا۔خاکسار نے اپنے میاں کی مدد سے اپنے حلقہ کے احمدی ودیگر پاکستانی بچوں کو اپنی پیاری اردو زبان سکھانے کے لئے اپنے شہر کے ایک سکول میں بہت تگ ودو کے بعد جگہ حاصل کی اور کافی عرصہ تک وہاں باقاعدگی سے بچوں کو صحیح تلفظ کے ساتھ قرآن پاک اور اردو پڑھنا اور لکھنا سکھایا اس بارے میں خاکسار نے حضور اقدسؒ کی خدمت میں خط تحریر کیا جس کے جواب میں آپؒ نے اپنی زبان سکھانے کے اس طریق کو بہت ہی پسند فرمایا اور اس طریق کار کو ملکی اور جماعتی سطح پر دیگر جگہوں پر جاری کرنے کی تلقین فرمائی۔کاش ایسا ممکن ہوسکتا اور ہم قرآن پاک کے ساتھ ساتھ اپنے پیارے امام الزمان کی پیاری زبان اردو کو بھی صحیح طور پر سیکھ اور سکھا کر اپنی آنے والی نسلوں کو محفوظ کرسکیں اور براہ راست ان کی پیاری اور بے حد خوبصورت تحریروں سے حقیقی لذت پاکر اپنے دلوں میں اتار کر ان کی صحیح تعلیم اور عمل کی صحیح تصویر دنیا کے

سامنے پیش کر سکیں، آمین۔

ہمارے بے حد پیار کرنے والے محبوب آقا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ کی اچانک وفات کی خبر سن کر دنیا بھر کے احمدی غم سے نڈھال تھے اور جس کو بھی توفیق ملی وہ لنڈن پہنچا اور پھر جس شان سے شاہی اعزاز کے ساتھ ہمارے محبوب آقا رحمہ اللہ تعالیٰ کے جسدِ اطہر کو مسجد فضل لنڈن سے اسلام آباد لے جایا گیا وہ آپ رحمہ اللہ تعالیٰ کی محبت سے بھرپور شخصیت اور ہر دلعزیزی ہی تو تھی۔ حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ کے بے شمار ذاتی خطوط، تقاریر، خطبات اور ایم ٹی اے کے زندہ جاوید پروگرام ہمیں ہمیشہ آپؒ کی محبت سے بھرپور یاد دلاتے رہیں گے۔ خدا کرے کہ ہم سب حقیقی طور پر آپ کی بتائی ہوئی انسانیت سے بھرپور محبت کی راہوں پر چلنے والے ہوں، خدا تعالیٰ کی محبت سے سرشار ہوں۔ ہم اور ہمارے بچے ہمیشہ خلافت کے نور اور برکات سے فیض پانے والے ہوں، آمین اللھم آمین۔

(امۃ الکریم ملک صدر لجنہ اماء اللہ Bergisch Gladbach)

روزنامہ الفضل ربوہ ۲۳ اپریل ۲۰۰۳ میں مکرم ضیاء اللہ مبشر صاحب کی ایک نظم سے انتخاب پیش ہے

میں کیسے جیئوں چھوڑ کے اس دل کے مکیں کو
جو میرے رگ و ریشے میں جاں بن کے رہا ہے
ہے گلشنِ دل تیری ہی خوشبو سے معطّر
ہر پھول تیری یاد کے غنچے سے کھلا ہے
تحسین تیری عمر، کہ جس عمر میں تو نے
صد خضر کی عمروں سے سوا کام کیا ہے

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

روزنامہ الفضل ربوہ ۶ مئی ۲۰۰۳ میں شامل مکرم صابر ظفر صاحب کی ایک نظم سے انتخاب ہدیۂ قارئین ہے۔

مَیں نے جو اس دلِ مسرور کی بیعت کی ہے
سلسلہ وار تعلق کی اطاعت کی ہے
خود بخود کھلتا چلا جائے گا احوال مرا
مجھے کہنا نہ پڑے گا کہ محبت کی ہے
اس کی خوشبو کا تسلسل تو رہے گا دائم
وہ جو مٹی کے سپرد ایک امانت کی ہے

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

۴: روزنامہ الفضل ربوہ ۷ مئی ۲۰۰۳ء کی زینت مکرم عبدالسلام صاحب کی طویل نظم ''عہد زریں'' سے انتخاب ہدیۂ قارئین ہے۔

خیال و خواب میں ہر دم تیری تصویر دیکھیں گے
جو پھیلائی ہے تو نے علم کی تنویر دیکھیں گے
کبھی تڑپیں گے ہم سُن کر تیری پُر جوش تقریریں
نگاہ شوق سے گاہے تیری تحریر دیکھیں گے
لکھا جو نام دل پر وہ مٹایا جا نہیں سکتا
میرا طاہر کبھی ہم سے بھلایا جا نہیں سکتا
نگاہوں سے چھپے گا تو، دلوں میں تیرا گھر ہوگا
عجب تیرا سفر ہوگا، عجب تیرا حضر ہوگا!

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

حضورؒ کی یادیں

2000ء جلسہ سالانہ یو۔کے کے دوسرے دن مسجد فضل لنڈن میں ہماری ملاقات تھی۔شام 8 بجے جب ملاقات کے لئے ہمارا نام بولا گیا تو خوشی کی انتہا نہ تھی۔جب ہم حضورؒ کے آفس میں داخل ہوئے، سلام کیا۔حضورؒ نے سلام کا جواب دیا۔اس کے بعد حضورؒ نے میرے میاں کے بارے میں پوچھا کے آپ کس کے بیٹے ہیں۔بتایا گیا۔اس کے بعد حضورؒ نے خاکسار سے پوچھا کہ آپ کس کی بیٹی ہیں۔میں نے بتایا کہ حضورؒ میں عبدالسلام باڈی گارڈ کی بیٹی ہوں۔تو حضورؒ نے فرمایا ''ماشاءاللہ تو آپ سلام صاحب کی بیٹی ہیں،،۔

میری تینوں بیٹیاں اور بیٹا بھی ساتھ ہی تھے۔چونکہ میرا بیٹا ویسے بھی شرارتی ہے۔اور حضورؒ کے سامنے بھی شرارتیں کر رہا تھا۔حضورؒ اسے دیکھ کر بہت ہنس رہے تھے۔پھر فرمایا ''یہ سب سے چھوٹا ہے اسی لئے اتنا شرارتی ہے،، اس کے بعد حضورؒ نے پہلے میرے بیٹے کو دو چاکلیٹ دیں۔ابھی بیٹیوں کو دینے ہی لگے تھے۔تو میرے بیٹے نے ایک چاکلیٹ خود اپنے پاس رکھ لی اور دوسری چاکلیٹ میری دوسری بیٹی کو پکڑا دی۔حضورؒ دیکھ کر ایک دم ہنس پڑے اور فرمایا۔''آپ تو بہت ملنسار ہو،، یہ دونوں چاکلیٹ تمھاری ہیں۔انکا حصہ ابھی دیتا ہوں۔''اور پھر باری باری تینوں بیٹیوں کو بھی دو دو چاکلیٹ دے دیں۔جب پرائیوٹ سیکرٹری صاحب تصویر بنانے کے لئے کمرے میں آئے تو حضورؒ نے ہنس کر فرمایا۔ دیکھو یہ بچہ بالکل جلیس (حضورؒ کا نواسہ) کی طرح شرارتی ہے۔"

اس کے بعد ملاقات کا تو وقت ختم ہو گیا۔لیکن اس ملاقات کا ہر لفظ میرے ذہن پر انمٹ نقوش چھوڑ گیا۔حضرت خلیفہ ثالثؒ کے دورِ خلافت میں بھی میرے والد صاحب باڈی گارڈ تھے۔ایک بار حضرت خلیفہ ثالثؒ کے ساتھ میرے والد صاحب کو بھی اسلام آباد جانا تھا۔اس دن میرے چھوٹے بھائی کو بہت بخار تھا۔لیکن والد صاحب کا جانا بھی ضروری تھا۔صبح جب قافلہ روانہ ہونے لگا تو کافی احباب اور حضرت مرزا طاہر احمدؒ بھی دعا کے لئے موجود تھے۔میرے والد صاحب نے جانے سے پہلے حضرت مرزا طاہرؒ سے کہا کہ میاں صاحب میرے چھوٹے بیٹے کو بخار ہے۔اس کو دیکھ کر جائیں۔ہم اس وقت قصر خلافت میں رہتے تھے۔جب قافلہ روانہ ہو گیا حضورؒ ہمارے گھر تشریف لائے اور میرے بھائی کو دوائی دے کر گئے۔شام کو دوبارہ آ کر حال پوچھا اور فرمایا ''سلام صاحب مجھے کہہ کر گئے تھے۔اس لئے مجھے فکر تھی کہ پوچھوں، بخار اترا کہ نہیں۔،، لیکن خدا کا شکر کہ دو تین خوراکوں سے بخار بالکل اتر گیا تھا۔

جب حضرت مرزا طاہر احمدؒ خلیفہ بنے تو ہم اکثر کہا کرتے تھے کہ ہم کتنے خوش قسمت ہیں کہ حضورؒ ہمارے گھر تشریف لائے تھے۔دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ پر ہزاروں رحمتیں نازل فرمائے، آمین۔

(امتہ القیوم، اوسنابرک Osnabrück)

خلافت احمدیہ کو کبھی کوئی خطرہ لاحق نہیں ہوگا

سیّدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا'': میں آپ کو ایک خوشخبری دیتا ہوں کہ........اب انشاء اللہ خلافت احمدیہ کو کبھی کوئی خطرہ لاحق نہیں ہوگا۔جماعت بلوغت کے مقام کو پہنچ چکی ہے خُدا کی نظر میں۔اور کوئی دشمن آنکھ، کوئی دشمن دل، کوئی دشمن کوشش اس جماعت کا بال بھی بیکا نہیں کر سکے گی اور خلافت احمدیہ انشاء اللہ اسی شان کے ساتھ نشو ونما پاتی رہے گی جس شان کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود سے وعدے فرمائے ہیں۔کم از کم ایک ہزار سال تک یہ جماعت زندہ رہے گی۔تو دعائیں کریں حمد کے گیت گائیں اور اپنے عہدوں کی پھر تجدید کریں۔

(الفضل ۲۸ جون ۱۹۸۲ء)

Diejenigen Schwächen, die man oft in Frauen findet, versuchte er genau zu erkennen und zu analysieren, zu ihrer Wurzel vorzudringen, um dann die entsprechenden Belehrungen auszusprechen. Sehr oft hat er ganze Ansprachen ganz normalen häuslichen und familiären Problemen gewidmet, und auch die Ungerechtigkeiten und Diskriminierungen, die Frauen widerfahren, legte er der Jamaat offen. Wann immer auch nur ein Ahmadi-Mädchen ihm von einer Ungerechtigkeit ihr gegenüber berichtete, zwang die Unruhe seines Herzens ihn dazu, diesen Vorfall der Jamaat darzulegen. Er sprach Belehrungen und Anweisungen aus, um diese Missstände zu beseitigen, und wo er es für notwendig hielt, sprach er auch Tadel aus.

In den letzten Tagen seines Lebens richtete er für arme Mädchen den "Maryam Shadi Fund" ein, einen Fond, über den er sagte: " Dieser Fond ist für solche Mädchen gedacht, die in ihren Häusern viel Kummer ertragen müssen, nur weil sie keine Mitgift mitbringen konnten. Ich möchte, dass kein Mädchen an Freuden entbehren muss, nur weil sie keine angemessene Mitgift mitbringen konnte."

Eine Besonderheit hierbei ist, dass Hazur (ra) einmal, als er über seine Mutter erzählte, gesagt hatte: "Ich weiß nicht, ob sie in ihren letzten Momenten meinen Namen im Sinn hatte oder nicht, aber ich hoffe sehr, dass ich in meinen letzten Atemzügen mich werde an sie erinnern können." In Hazurs (ra) Werken war dies seine letzte große Handlung, welche er mit dem Namen seiner Mutter verband. In was für einer wunderschönen Art und Weise hat Allah seine Hoffnung in eine immerwährende Wohltat umgewandelt. Dies war ja eine Erinnerung an seine Mutter in seinen letzten Atemzügen. Alhamdolillah. Bedenken Sie hier auch, dass in seinem Herzen diese so ganz besondere Barmherzigkeit und Liebe für uns Frauen immer vorhanden waren, und Allah ihm deshalb auch die Möglichkeit gab, dass seine letzte große Handlung auch diese seine Rücksicht und Barmherzigkeit für uns Frauen widerspiegeln durfte.

Es kommen mir noch viele Dinge in den Sinn, viele Aspekte können in dieser begrenzten Zeit nicht benannt werden. Aber als letztes möchte ich erwähnen, was, wie ich finde, die Essenz von Vaters ganzem Leben war, und das war seine Liebe zu Allah. Drei Jahre zuvor, als er krank wurde, stand Toobas baldige Hochzeit bevor. Vater hatte ihren Ehemann noch nicht treffen können. Eines Tages am Esstisch sagte er zu Tooba: " Alle meine Schwiegersöhne konnte ich treffen. Ich weiß nicht, ob ich deinem Ehemann noch werde begegnen können. Da er mich noch nicht getroffen hat, kennt auch er mich nicht. Sag ihm nur eines über mich, dass, auch wenn ich in meinem ganzen Leben sonst niemals etwas getan habe, so habe ich aber doch meinen Allah sehr geliebt." Als er dies sagte, liefen seine Augen vor Liebe über. Ich habe diese tränenvolle, schwache Stimme noch heute in meinen Ohren.

Ich betrachtete ihn erstaunt, sein Wesen war in der Liebe zu Gott so absolut selbstlos geworden und dahin geschmolzen Ich weiß nicht, ob wir jemals diesen Status werden erreichen können. Einen Status in dem wir sagen können, dass wir im Leben zwar sonst nichts getan haben, aber doch zumindest Allah geliebt haben. Möge Gott unsere Herzen und Seelen zu dieser Liebe hinziehen, die der eigentliche Sinn unseres Lebens ist. Alle Talente und Eigenschaften eines Menschen werden erst durch diese Liebe lebendig. Wir haben mit eigenen Augen in Hazurs (ra) Person diese Tugenden und Fähigkeiten lebendig und beseelt werden sehen. Möge Gott uns in die Lage versetzen, ihm zu folgen, der all seine Kraft und Fähigkeiten dafür geopfert hatte, uns zur Besserung und zur Liebe Gottes hin zu leiten. Amin.

und zu trinken hatte und auch um weitere persönliche Notwendigkeiten. Einmal geschah es, dass die Hochzeit eines Mädchens, das für meinen Vater Arbeiten erledigte, bevorstand. Wenige Tage vor ihrer Hochzeit rief mich mein Vater zu sich und sagte: "Ich glaube, dass dieses Mädchen ihre Hochzeitsvorbereitungen nicht richtig und vollständig getroffen hat, aber sie sagt auch nichts. Ich möchte, dass Du selbst alle diejenigen Dinge besorgst und ihr kaufst, die noch nicht vorbereitet oder vorhanden sind." Er erwähnte besonders, dass dieses Mädchen bis jetzt noch nicht einmal ihr Hochzeitskleid hätte. Nachdem mir Vater dies also gesagt hatte, sprach ich mit dem Mädchen, und es stellte sich heraus, dass es bis jetzt tatsächlich noch kein Hochzeitskleid hatte, obwohl es zu diesem Zeitpunkt nur noch drei oder vier Tage bis zur Hochzeit waren, aber durch Allahs Gnade fanden wir für sie ein schon fertig genähtes sehr schönes Hochzeitskleid. Auch Vater freute sich sehr, als er davon hörte. Es erstaunte mich sehr, wie Vater wissen konnte, dass sie noch kein Hochzeitskleid hatte, wo sie selbst doch nichts gesagt hatte. Danach liefen die restlichen Hochzeitsvorbereitungen unter seiner Aufsicht, und er sorgte dafür, dass die Braut in seinem Auto das Haus verließ.

Dieser Vorfall ist nur ein einzelnes Beispiel von vielen. Ich habe Vater sehr oft derartige Aufgaben selbst erledigen gesehen und auch andere hielt er dazu an. Es war schließlich einzig seine Liebe, welche die in dieser Gesellschaft aufwachsenden Mädchen dazu brachte, andere Interessen zu verlassen und sich den religiösen Diensten zuzuwenden. Seine Motivation und die besondere Art in der er lobte, waren derart, dass er sogar eine Aufgabe, die vollständig unter seiner Aufsicht und Leitung durchgeführt worden war, so lobte, als hätte die Person, die ihm half, diese Arbeit allein aus eigener Kraft vollbracht.

Hazur (ra) hat während seines Khilafats alle möglichen Anstrengungen unternommen, um diese Mädchen zu erziehen. Er kümmerte sich so sehr um die Ahmadi-Mädchen und Mütter wie es in diesem Ausmaß vielleicht nicht mal ein liebender Vater bei seinen Töchtern tut. Weil Gott ihn mit besonderer Weitsicht und Weisheit gesegnet hatte, erkannte er die Anzeichen von Gefahr rechtzeitig genug und unternahm dann alles, um die Situation aktiv zum Guten zu ändern. Er hat die Erziehung der Ahmadi-Frauen durch seine Schriften, seine Reden und seine allgemeinen Belehrungen auf beste erfüllt. Gott hatte sein Herz mit einem besonderen Mitgefühl für uns Frauen ausgestattet. Hazur (ra) hatte schon zu Beginn seines Khilafats eine sehr ungezwungene und liebevolle Beziehung zu den Frauen und Kindern in der Jamaat aufgebaut. Diese besondere Liebe, Ungezwungenheit und Unkompliziertheit zeigte sich bereits in seiner ersten Ansprache vor uns Frauen Diese Ansprache hielt er am 16. Oktober 1982 in Rabwah am Nationalen Ijtema der Lajna Imaillah. Da seine Mutter stets sehr intensiv mit der Arbeit für die Lajna beschäftigt gewesen war, erinnerte er sich folgendermaßen an die damalige Zeit und Atmosphäre: "Ich kann mich erinnern, dass ich manchmal nicht einmal frühstückte, weil ich mich so schämte, denn draußen saßen so viele Frauen. Wie sollte ich da rausgehen, meine Kleider waren in einem schlimmen Zustand, abgerissene Knöpfe, eine zerzauste Gestalt..., die Shorts hielt ich mit der Hand fest ...ich schämte mich dort hinauszugehen."

Nun sehen Sie, solche Erinnerungen teilt man vielleicht nur mit der eigenen Frau und den Kindern sowie den engsten Freunden, aber mein Vater hatte eine genauso nahe und liebevolle Beziehung zu allen Ahmadi-Frauen wie zu seinen eigenen Töchtern. Aus genau diesem Grund spürten die Herzen der Ahmadi-Frauen diese Liebe, und sie näherten sich Hazur (ra) daher mit derselben Ungezwungenheit und Liebe wie man sie nur seinen nahestehenden Lieben entgegenbringt. Dies ist auch der Grund, weshalb sie ihm auch alle Herzensangelegenheiten anvertrauten und ihm bei jeglichem Kummer ihr Herz ausschütteten. Hazur (ra) wollte diese ungezwungene Beziehung deshalb aufbauen, damit er zu den Tiefen der Probleme des schwachen Geschlechts vordringen konnte und auch ihre Schwächen erkennen konnte, denn ohne das genaue Wissen über die Probleme und Schwächen kann man weder die wahren Ursachen richtig erkennen, noch sie lösen und bekämpfen.

Hier erinnere ich mich an noch eines, nämlich dass Allah Vater mit einem sehr feinen und flinken Sinn für Humor gesegnet hatte. Manchmal machte er augenscheinlich eine humorvolle Bemerkung, in die er aber auf wunderschöne Art und Weise eine Belehrung verpackt hatte. So erinnere ich mich, dass wir einmal im Wohnzimmer beisammen saßen und uns unterhielten. Bei dieser Gelegenheit waren auch viele Frauen anwesend. Als Hazur (ra) nach Hause kam, gesellte er sich zu uns, woraufhin alle verstummten. Nachdem er sich gesetzt hatte, sagte er: " Darf ich Sie etwas fragen? Ich habe bei Frauen eine Fähigkeit festgestellt, über die wir Männer leider nicht verfügen. Und zwar, dass sie alle auf einmal reden können, aber auch alle gleichzeitig zuhören können! Alle Frauen reden zur selben Zeit und hören auch zur selben Zeit einander zu und verstehen einander trotzdem. Männer pflegen es so zu halten, dass einer redet und ihm die anderen zuhören, und wenn das nicht so wäre, würden sie einander nicht verstehen." Als wir dies hörten, brachen wir alle in Lachen aus. Was hätten wir darauf antworten sollen? Wie lange hielt diese Belehrung? Aber zumindest war es sicherlich so, dass wir einige Tage lang uns mit leiser Stimme und geregelt unterhielten.

Nach Vaters Tod fragte mich ein Ahmadi-Mädchen etwas, das von den üblichen Fragen abwich. Und zwar: " Sie haben mit Hazur (ra) sehr eng zusammengelebt, haben Sie jemals einen schwachen Zug in seiner Persönlichkeit gefunden?" Diese Frage war derart, dass sie mich lange nachdenklich stimmte. Ich antwortete ihr später, dass ich zwar keine Schwäche in ihm gesehen hätte, aber eine Sache, die uns sehr viel Schmerz bereitete, sei gewesen, dass Vater sich selbst sehr viel Leid und Schmerz aufbürdete. Er war nämlich ein Mensch, der in der Barmherzigkeit zur Schöpfung Gottes jegliches Recht seines Selbst ignorierte.

Nun glaube ich, sollte ich auch einiges über ihn als einen spirituellen Vater sagen. So wie ich schon zu Beginn sagte, hatte ich stets das Gefühl, dass Vater jedes Ahmadi Mädchen mindestens genauso, wenn nicht sogar mehr liebte als mich. Während seines Khilafats hatte er diese Mädchen nicht nur erzogen, sondern in ihnen auch eine nicht endende Leidenschaft geweckt, alle ihre Fähigkeiten und all ihre freie Zeit auf dem Wege Gottes darzubringen. Er blickte tief in die Herzen der Ahmadi-Frauen und erspähte dort ihre Leiden und ihren Kummer, und dann war es so als ob das Herz eines Vaters ergriffen und beunruhigt würde, um dann vor Gott ein Mal inbrünstig eine Lösung der Probleme zu erflehen oder aber ein anderes Mal aktiv zu versuchen Kummer zu beseitigen. Genau so handelte auch er, er betete sowohl aus tiefstem Herzen und unternahm aber auch alle möglichen Anstrengungen, um den Leiden der Frauen ein Ende zu bereiten. Wie es in seinem Herzen aussah, möchte ich Ihnen in einigen seiner eigenen Verse beschreiben, in denen er sich selbst ansprechend sagt:

"Sie haben noch andere Töchter, die
die Qualen ihrer Angehörigen und von Fremden ertragen,
Selbst vor ihren Müttern und Vätern versteckend
Verraten sie das Geheimnis ihrer Herzen nur Ihnen,
Nachts im Sajdah vor Ihrem Gott
Weinen Sie auch wegen ihrer Leiden,
Für diejenigen, die keine Mutter und keinen Vater haben,
Für diese sind Sie Mutter und Vater,
Sie werden Ihr Leben verbringen,
Die Bürde des Leids der ganzen Welt tragend,
Von Ihnen erbitten diejenigen Heilsalbe für ihre Herzen,
Die von aller Hände Wunden zugefügt bekamen."

Wann immer er solchen Mädchen eine Aufgabe zu erledigen gab, so erhielten diese fortan seine besondere Aufmerksamkeit und Liebe. Er erklärte jede Aufgabe sehr detailliert und erzog und lehrte sie mit sehr viel Feingefühl und Weitsichtigkeit. Manchmal verbesserte er sie auch nach wiederholten Fehlern mit sehr viel Selbstbeherrschung und Geduld, bis sie letztendlich die Aufgabe entsprechend seinen Wünschen zu seiner Zufriedenheit erledigten.

Ich kann mich erinnern, dass er sich um jedes Mädchen, das er mit einer Arbeit betraute auch besonders kümmerte, auch darum, dass sie zu essen

Mal, wenn ich nach Pakistan reiste, ganz besonders an, bestimmte Familien zu besuchen und sandte auch Geschenke für diese mit. Ich selbst kannte diese Menschen nicht einmal, aber es waren Personen, die aus bestimmten Gründen Vaters Liebe und Sympathie erlangt hatten. Nach Vaters Berufung zum Kalifen begann seine unbeschreibliche Liebe zu jedem einzelnen Ahmadi. Mutter sagte einmal zu mir: "Dein Vater betet jeden Tag derart weinend und inbrünstig, dass ich es manchmal nicht ertragen kann, ihn so zu sehen. Ich würde ihn gerne davon abhalten und ihm sagen, dass er aufhören soll, sich selbst derart zu quälen und zu belasten." (Und dieses Flehen und Weinen fand stets mitten in der Nacht vor Gott statt, dann wenn er alleine und ganz für sich war.)
Ich erinnere mich, dass mein Vater, als meine Tochter in ihrer Kindheit einmal schwer krank wurde, sich so sehr um uns beide kümmerte, dass ich das nie werde vergessen können. Nicht nur, dass er ständig Dua machte, sondern er kam sogar nachts mehrmals herunter und erkundigte sich bei mir nach ihrem Zustand. Je nach Notwendigkeit änderte er die zu gebenden Medikamente. Eines Tages kam ich aus dem Krankenhaus für eine kurze Weile nach Hause, und mein Hals war wegen der andauernden Erschöpfung und Angespanntheit ganz zugeschwollen und schmerzte sehr. Vater sagte zu mir: "Setz dich kurz hin, ich werde mit Sandelholz-Öl deinen Hals massieren, denn dies wirkt schnell und effektiv." Ich lehnte aus Scham ab, aber er bestand darauf, dass ich mich setzte und massierte mit seinen eigenen Händen meinen Hals mit dem Öl. Dies ereignete sich während seines Khilafats, als sein Leben schon sehr ausgelastet war.

Hazur (ra) hatte eine ganz besondere und sehr herzerwärmende Art seine Liebe zu zeigen. Sie kennen vielleicht den folgenden Teil eines von ihm geschriebenen Verses:
"Leise kommt er von hinten heran, bedeckt meine Augen mit seinen Händen und lacht..."
Sehr oft habe ich ihn unsere Augen von hinten mit seinen Händen bedeckend lachen gesehen. Leise schlich er sich an uns heran, bedeckte unsere Augen mit seinen Händen und wartete solange, bis derjenige erriet, wer seine Augen bedeckte. Es war nicht schwer, ihn zu erraten. Wer konnte schon auf eine solche Art seine Liebe zeigen, außer ihm? Allah hatte Vater mit Ideenreichtum und Scharfsinn gesegnet und erhellt. Manchmal, wenn er nach Hause kam, erkannte er mit einem Blick, was für eine Stimmung herrschte und ließ dementsprechend in die ganz normale Unterhaltung auch Belehrungen einfließen. Es war verwundernd, dass er anscheinend alles von dem auch sah, wo er gar nicht selbst anwesend gewesen war. In Rabwah ging ich mit Vater zusammen morgens spazieren. Eines Tages waren wir beide schweigsam. Während wir so gingen, fragte Vater plötzlich: "Soll ich dir sagen, an was du gerade denkst?" Ich lachte und sah erwartungsvoll in seine Richtung. Er sprach genau das aus, woran ich grade gedacht hatte. Mein Lachen verwandelte sich in Erstaunen. Hazur (ra) war über mein Erstaunen amüsiert und neckte mich auch: "Siehst du, ich habe das richtige gesagt."

Ein weiterer herausragender Charakterzug von Vater war seine Gastfreundschaft. Er sorgte sich sehr um seine Gäste. Die Türen unseres Hauses waren für alle nur möglichen Leute geöffnet. Die Ankunft von Gästen war für Vater ein hocherfreuliches Ereignis. Anlässlich der Jalsa Salana wurden derart aufwendige Vorkehrungen für die Gäste getroffen, wie es sonst wohl nur an Hochzeiten üblich ist. Ich erinnere mich, dass er einmal das ganze Haus für die Gäste leer räumte und er selbst in ein Zelt im Garten umzog, welches er dort aufgestellt hatte. Auch in der übrigen Zeit versuchte Hazur (ra) stets jeden Anreisenden der Zeit und den Möglichkeiten entsprechend zu bewirten. Wenn manchmal kein Angestellter für diese Arbeiten zur Verfügung stand, so nahm er selbst alle Vorbereitungen und Arbeiten in die Hand. Er kochte auch selbst. Vaters Gastfreundschaft war so groß, dass Mutter ihn zu necken pflegte: " Ich glaube, Sie haben sowohl am Bahnhof als auch am Bus-Bahnhof Ihre Leute postiert, damit diese jeden, der in Rabwah ankommt, einsammeln und direkt zu uns nach Hause bringen." (Die Rede wurde in Urdu gehalten. In dieser Sprache ist es üblich auch Eltern, Ehepartner, Freunde und Kinder zu siezen. Anm. des Übersetz.)

auch:" Zu ihrem Aqiqa werde ich zwei Ziegen schlachten lassen, damit die Leute nicht sagen, dass ich mich über die Geburt einer Tochter nicht so freue, wie ich mich über die Geburt eines Sohnes gefreut hätte."

Ein weiterer Charakterzug, den ich bei Vater herausragend fand, war seine starke Abneigung gegenüber der Lüge. Schon in unserer Kindheit war er leidenschaftlich bestrebt, die Liebe zur Wahrheit in unseren Herzen zu verwurzeln. Dies ging so weit, dass er es sogar ablehnte, dass wir uns fiktive Geschichten anhörten oder sie erzählten. Er beteuerte immer, dass das Vergnügen, das man in wahren Begebenheiten findet, niemals in Geschichten und Romanen vorhanden sein kann. Ich erinnere mich an eine sehr schöne Art, mit der er versuchte unsere Wahrheitsliebe zu wecken. Er sagte immer:" Meine Töchter lügen nicht!" Genau dies war es, was in unseren Herzen Hass auf Lügen erweckte. Er betonte so sehr, dass wir stets die Wahrheit sagen sollen, dass mir in diesem Zusammenhang eine lustige Begebenheit einfällt. Ich weiß nicht mehr wieso, aber wir begannen anzunehmen, dass die Wahrheit zu sagen auch bedeutet, Fehler zuzugeben - auch wenn man diesen gar nicht begangen hatte. Einmal hatte ich oder Shauki einen Streich gespielt. Als Vater (ra) nach Hause kam, fragte er, wer dies getan hatte. Wir beide bestanden daraufhin darauf, "Ich war es, ich war es..." Vater lachte sehr aufgrund dieser unserer Antwort und ging und erzählte Mutter, dass beide sagen, "diesen Streich habe ich gespielt..." Später erklärte er uns, dass mit Wahrheit gemeint ist, zu berichten, was tatsächlich passiert ist. Und fälschlicherweise einen Fehler zuzugeben bzw. eine Schuld auf sich zu nehmen, gehört nicht zu Wahrheit.

Ich erinnere mich, dass sich Vater in unserer Kindheit manchmal derart um uns kümmerte, wie man es für gewöhnlich eigentlich nur für die Aufgabe der Mütter hält. Meine ältere Schwester litt an Asthma und wurde deswegen in ihrer Kindheit öfters krank. Manches Mal wachte Vater ihretwegen die ganze Nacht hindurch. Wenn ich mal kurz erwachte, so sah ich wie Vater mit Shauki auf dem Arm durchs Zimmer wanderte. Nach Mutters Tod schenkte er uns den Rest seines Lebens neben seiner Liebe als Vater auch Mutterliebe. Damals waren meine beiden jüngeren Schwestern noch nicht verheiratet. Er kümmerte sich sehr um sie. Als die Vorbereitungen für ihre Hochzeiten anstanden, rief er mich immer wieder zu sich und sagte mir: "Schau, es soll an nichts mangeln! Was sie möchten und wie sie es möchten, erledige alles nach ihren Wünschen!" Trotz seiner so umfangreichen Beschäftigungen, hatte er ein Auge auf sämtliche Hochzeitsvorbereitungen und nahm sogar Anteil an Angelegenheiten, von denen man glaubt, dass sie nur von weiblichem Interesse sind.

Vaters Persönlichkeit war so vielseitig, dass ich eine Art Machtlosigkeit empfinde, welchen seiner Charakterzüge ich erwähnen und welchen unerwähnt lassen soll. Gott hatte ihm die Gnade eines unglaublich liebenden Herzens gewährt, das beim Schmerz eines jeden Schwachen nicht nur vor Kummer erbebte, sondern auch jede mögliche Anstrengung unternahm, diesen Schmerz zu beseitigen. Dieses Herz war besonders mit Liebe und Barmherzigkeit für die Armen gefüllt. Und auch für solche Frauen, die Opfer der Quälereien und Ungerechtigkeiten der Gesellschaft waren, hegte Vater einen besonderes Mitgefühl Ebenso machte ihn auch die Lage jedes hilflosen und aussichtslos Kranken unruhig und friedlos, und diese Ruhelosigkeit war es, die für diese Kranken dann zur Hoffnung wurde.

Für die Armen empfand er von Beginn an eine besondere Zuneigung und Barmherzigkeit. Er behandelte sie sehr liebevoll. Mit dem Ziel in unseren Herzen Barmherzigkeit für die Armen zu wecken, nahm er uns manchmal mit auf Besuch in deren Häuser, und erklärte uns: "Seht, dass sind die schwachen Leute, die genau wie wir auch Menschen sind, Derselbe Gott ist ihr Schöpfer, Der auch uns geschaffen hat. Aber haltet euch wegen ihrer Benachteiligungen nicht für etwas besseres, sondern behandelt diese hilfsbedürftigen Menschen mit Liebe, um so Euren Allah zu erfreuen. Und erkennt, dass sie auch ein Anrecht auf all diese Wohltaten haben, die Gott euch hat zuteil werden lassen." (Allah hat auch in Bezug auf unser Eigentum für die Bedürftigen das Wort "Recht" verwendet und nicht "Teil") Nachdem wir nach London gezogen waren, wies mich Hazur (ra) jedes

aus dem Heiligen Quran von Hazur (ra) in der Form von Geschichten gehört.
Was für eine wunderschöne Art und Weise der Kindererziehung war das! Genau diese Lehre gab er während seines Khilafats an die Ahmadi Mütter weiter, dass sie nämlich ihren Kindern die Ereignisse, die im Heiligen Quran beschrieben werden, in Form von Geschichten erzählen sollten. Dies wird in den Kindern nicht nur die Liebe zum Heiligen Quran wecken, sondern sie auch die Tugenden lehren, auf die der Quran uns durch die Beispiele der Propheten (as) hinweist.
In Hazurs (ra) Persönlichkeit waren Schlichtheit und aufrichtige Demut die herausragendsten und wundervollsten Charakterzüge. Er verrichtete stets seine persönlichen Angelegenheiten selbst. Obwohl im Hause Angestellte vorhanden waren, fand er sich nicht zu schade, welche Arbeit auch immer, mit seinen eigenen Händen zu verrichten. Vor seinem Khilafat wusch er manchmal auch seine Kleidung selber. Nach Beginn seines Khilafats konnte er aufgrund seiner vielen Beschäftigungen diese Aufgabe zwar nicht mehr selbst erledigen, aber bis zu Beginn seiner Krankheit bereitete er sein Frühstück stets selbst zu. Entsprechend der Notwendigkeiten erledigte er jede anfallende Arbeit, reparierte auch Dinge. Ich habe sehr oft gesehen, wie Vater im Hause viele kleine Dinge reparierte. Einmal erzählte Vater mir, dass er, als er in England studierte, manchmal ganze Nächte hindurch hart gearbeitet hatte. Sehr schwere Waren lud er sich wie ein Arbeiter auf seinen Rücken und trug sie von einem Ort zum anderen. Er erzählte auch, dass er manchmal so hart arbeitete, dass er, wenn er nach Hause ging, Fieber bekam, aber dennoch war er am darauffolgenden Morgen wieder am selben Ort für die selbe Arbeit zur Stelle.
Vaters Demut war so ungewöhnlich, da er doch seine Augen schon im Hause des Khalifen der Zeit geöffnet hatte. Die ganze Umgebung in Qadian war mit Liebe für diese Kinder erfüllt und in einer derartigen Atmosphäre war es durchaus möglich, dass man beginnen konnte, sich für etwas besseres zu halten, aber ganz im Gegenteil dazu habe ich in keiner anderen Person jemals eine solche Demut gesehen wie in Vater.
Hazur (ra) hatte die besondere Fähigkeit, die Talente einer Person zu erkennen, zu wecken und zu fördern. Selbst wenn diese Person nur ein gewöhnliches und noch nicht besonders weit entwickeltes Kind war. Ich erinnere mich, dass ich als Kind, wenn Vater seine Post bearbeitete, mich mit dem Wunsch in seiner Nähe sein zu können, zu ihm setzte und begann in seinen Papieren zu wühlen. Darauf sagte Hazur (ra) zu mir: "Du solltest meine Privatsekretärin werden. So wie ich es dir sage, kannst du entsprechend meine Papiere ordnen." Anstatt mich zu schimpfen, dass ich seine Papiere durcheinander gebracht hatte, machte er mich glücklich, indem er mich zu seiner Privatsekretärin "ernannte", und weckte so sogar Verantwortungsgefühl in mir. Ich kann nicht sagen, ob ich ihm wirklich half, oder nur damit beschäftigt war, die Papiere hin und her zu schieben, aber wenn ich abends nicht anwesend war, so rief Hazur (ra) mich mit seiner liebevollen Stimme: "Wo ist denn heute meine Privatsekretärin?"
Hazur (ra) hatte uns selbst Schwimmen beigebracht. In seinen Feldern ließ er einen kleinen Swimmingpool bauen, damit wir innerhalb der Pardah-Regeln uns mit Schwimmen vergnügen konnten. Auch das Reiten hat Hazur (ra) uns selbst gelehrt. Er freute sich sehr über unsere Reitkünste. Genauso war es sein Wunsch, dass wir Schießen (Sportschießen, Anm.d. Übersetz.) lernen, und darin sogar gute Fertigkeit erlangen sollten. Sogar das Fahrradfahren hat mir Vater selbst beigebracht. Ich erzähle dies deshalb, damit Sie sehen können, dass Vater uns niemals das Gefühl haben ließ, dass nur weil wir Mädchen sind, wir an irgendwelchen Freizeitaktivitäten nicht teilnehmen dürften. Innerhalb der Pardah-Regeln empfahl er nicht nur alle gesunden Freizeitaktivitäten, sondern er wünschte sogar ausdrücklich, dass wir daran teilnahmen.
Ich erinnere mich, dass es der ganz natürliche Wunsch meines Vaters war, da wir keinen Bruder hatten, sich, als die Geburt meiner Schwester Mona bevorstand, einen Sohn zu erhoffen. Immer wenn er mich zum Namaz weckte, sagte er zu mir:" Bete für einen Bruder." Aber als Mona geboren wurde, zeigte sich Vater hocherfreut, und sagte zu Mutter:"Warum bist du traurig? Ich bin sehr glücklich über die Geburt meiner Tochter." Er sagte

Nachlässigkeit zeigten, aber beim Wecken zum morgendlichen Gebet reagierte er nie gereizt und schimpfte auch nicht. Ich möchte damit sagen, dass Hazur (ra) niemals verärgert war, wenn er selbst Mühsal ertragen musste. Er verstand sehr gut, dass es im jungen Alter natürlich war, wenn die Müdigkeit einen übermannte und das Kind daher immer wieder einschlief, aber was die Einhaltung der Gebote Gottes betraf, falls er deren Einhaltung mit Sanftheit nicht erreichen konnte, so zeigte er durchaus seine Verärgerung. Vor allem im Monat Ramadhan aber auch in den übrigen Tagen, wenn er uns zum Tahajjud - oder Morgen-Gebet weckte, wies er uns dabei auch darauf hin, welche Gebete wir sagen sollten. Diese Duas begannen bei der Bitte für das Wohl der Menschheit und setzten sich fort für alle vergangenen Propheten, den Heiligen Propheten Mohammed (saws), seine Khalifen (ra), seine Gefährten (ra), die gesamte islamische Welt, Hazrat Massih Maud (as), seine Khalifen, Märtyrer, alle Opferbringenden, Waqfien-e-Zindagi (Menschen, die ihr Leben dem Dienst der Jamaat gewidmet haben, Anm. d. Übersetz.) und deren Familien, Waisen, Witwen, unschuldig Gefangenen, Kranken, Armen und danach für die eigenen Familienältesten, Verwandten, Mutter, Vater, Geschwister, und nachdem er uns eingeschärft hatte, für all diese zu beten, sagte er : "Und danach betet für euch selbst". Wenn ich jetzt darüber nachdenke, so wundere ich mich, wie detailliert er uns schon von klein an lehrte zu beten, und dies war im Ramadhan nahezu täglich der Fall. Jeden Morgen, nach dem Wecken, wies er uns mit seiner liebevollen, sanften Stimme an, all diese Gebete zu sprechen.

Einige Zeit vor Vaters Tod sagte eine Verwandte zu mir über Hazur (ra):"Faiza, ich empfinde für Hazrat Sahib sehr viel Ehrfurcht, und ich liebe ihn auch sehr!" Genau dies habe auch ich, in seiner Persönlichkeit gesehen und empfunden. Er liebte uns sehr aber dennoch hatte er stets eine merkwürdige Autorität über uns. Aber diese Autorität war nicht derart, dass sie uns von ihm entfernte. Er war ein sehr ungezwungener Mensch. Zu seiner Frau und seinen Kindern pflegte er ein freundschaftliches Verhältnis. Eigentlich hatte Vater für sein Heim, seine Frau und seine Kinder nur begrenzt freie Zeit zur Verfügung, denn schon vor seinem Khilafat verlangten Jamaat-Aufgaben die größte Aufmerksamkeit von ihm, aber wann immer Vater zu Hause war und Zeit hatte, so teilte er alles mit uns entsprechend unseres Alters und unseres Verstandes. Auch spielte er mit uns.

Er nahm Anteil an all unseren Interessen. Seit meiner Kindheit habe ich eine Vorliebe für Dichtung. Hazur (ra) hat mir selbst viele Gedichte von verschiedenen Dichtern vorgetragen. Nach jedem Vers hielt er inne und erklärte ihn. Manchmal waren seine Erklärungen schöner als der eigentliche Vers. So nahm er mit großem Interesse und großer Aufmerksamkeit Anteil an meiner Leidenschaft. Bei dieser Gelegenheit fällt mir eine weitere Begebenheit aus meiner Kindheit ein: Als ich noch sehr klein war, und weil ich Interesse an Dichtung hatte, schrieb ich einen Vers, der entsprechend meines Alters sehr kindisch war, wenn ich ihn Ihnen vortragen würde, so würden Sie lachen. Meiner Schwester Shauki (Shaukat, Anm.d. Übersetz.), die grade mit mir spielte, gefiel er auch sehr, und sie freute sich sehr, dass ich etwas gedichtet hatte. Sie nahm ein Stück Kohle und schrieb diesen Vers auf die weiß gestrichene Wand meines Zimmers. Als Vater nach Hause kam und den Vers las, freute er sich sehr, lachte und amüsierte sich. Als sechs Monate darauf in unserem Haus neu gestrichen wurde, sagte Vater zu Mutter, dass diese Wand nicht gestrichen werden sollte. Ich kann mich erinnern, dass solange unser neues Haus nicht gebaut worden war, ca. fünf bis sechs Jahre danach noch Vater diese Wand nicht streichen ließ, noch heute erinnere ich mich an den Vers, der dort an der Wand stand.

Vater nahm uns mit, wenn er auf die Felder ging. Dort erzählte er uns von der Ernte und der Bearbeitung des Ackers. Vielleicht wird ein normaler Mensch meinen, dass es unnötig sei, mit kleinen Mädchen über derartiges zu reden, aber Vater redete mit uns über all das, was Teil seines Lebens war. Denn er wusste genau, dass alles bei einem Kind einen Eindruck hinterlässt und zu gegebener Zeit hervorkommt. Abends vor dem Einschlafen erzählte er uns Geschichten, die stets aus dem Heiligen Quran stammten. Ich habe in meiner Kindheit die Begebenheiten aller Propheten

MEINE PERSÖNLICHEN ERINNERUNGEN an HAZRAT KHALIFAT-UL-MASSIH IV von Sahibzadi Faiza Luqman Sahiba

Dies ist die Übersetzung der Rede von Frau Faiza Luqman, der verehrten Tochter von Hazrat Mirza Tahir Ahmad, Khalifat-ul-Massih IV. (Möge Allah ihm gnädig sein), die sie anlässlich der Jalsa Salana Großbritannien 2003 im Lajnazelt hielt.

Alhamdolillah, dass ich heute während dieser segensreichen Jalsa Salana die Gelegenheit erhalten habe, zu Ihnen zu sprechen. Ich möchte diese Gelegenheit dazu nutzen, heute mit Ihnen meine wertvollen und schönen Erinnerungen an meinen geliebten Vater zu teilen, zu dem Sie die gleiche spirituelle Beziehung hatten wie ich. Nämlich die eines sehr liebevollen Vaters. In dieser Aussage finde ich, ist kein bisschen Übertreibung, denn nach dem Beginn seines Khilafats hatte ich immer das Gefühl, dass mein Vater jedes Ahmadi Mädchen mindestens genauso, wenn nicht sogar mehr liebt als mich. Ich bin mir sicher, dass in diesem Moment hier auch Ihr Herz mit mir zusammen dieses bezeugt. Aber ich bin mir nicht sicher, ob ich der Aufgabe gerecht werden kann, Ihnen seine Persönlichkeit als beispielloser Vater vollkommen beschreiben zu können. Ich habe weder die passenden Worte, noch sind meine geistigen Fähigkeiten so hochgradig, dass ich auch nur die Höhen berühren könnte, die der eigentliche Status von Hazur sind. Ich möchte Ihnen nur in meinen eigenen einfachen Worten einige Erlebnisse erzählen.

Die erste Erinnerung an ihn, die mir in den Sinn kommt, ist die, dass ein wunderschönes, gnädiges und lächelndes Wesen in der Hand Büropapiere hält und ins Haus tritt, woraufhin zwei kleine Mädchen zu ihm rennen und sich an ihn schmiegen. Sie wissen genau, dass diese Person die eigentliche Freude und das Licht dieses Hauses ist, und sie wissen auch, dass mit ihrem Eintreffen der Teil ihres Tages beginnt, der mit Leben randvoll angefüllt ist.

Hazurs (ra) Persönlichkeit hatte von Beginn an unzählige Tugenden und Fähigkeiten in sich. Auch ein kleines Kind, das eigentlich noch nicht ein wirkliches Bewusstsein zum Erkennen von Tugenden oder Fähigkeiten erlangt hat, war unbewusst von ihm beeindruckt. Ich erinnere mich, als ich noch sehr klein war, fasste ein Gedanke ganz fest Wurzeln in mir, nämlich dass mein Vater eine ganz besondere Person war, es kam mir sogar vor, als ob es in der ganzen Welt keinen anderen Menschen wie meinen Vater gab. Als ich dann ein verständiges, bewusstes Alter erreichte, erkannte ich, dass Vater wirklich derartige beispiellose Fähigkeiten und Tugenden besaß, die mich zu diesem Gedanken veranlasst hatten.

Seit ich mich erinnern kann, habe ich Vater immer regelmäßig das Tahajjud-Gebet verrichten sehen. Jeden Morgen erhellte seine wunderschöne Rezitation des Heiligen Quran unser Haus. Namaz war ohnehin seine Seelennahrung, aber selbst wenn er jemand anderen das Namaz verrichten sah, erstrahlte sein Gesicht vor Freude. Aus diesem Grund war uns schon in unserer Kindheit bewusst, dass wenn wir nur unser tägliches Namaz verrichten, die übrigen Dummheiten und üblichen Kinder-Streiche uns verziehen werden würden. Immer wenn er nach Hause kam, war seine erste Frage: "Habt Ihr Euer Namaz gemacht?" Wenn wir diese Frage bejahen konnten, gehörte der Tag uns. Man konnte Vaters Liebe für uns überfließen sehen.

Bis zu meiner Heirat weckte er mich immer selbst zum Morgengebet. Manchmal war die Müdigkeit stärker und obwohl er mich geweckt hatte, schlief ich wieder ein. Hazur (ra) kam nochmals zu mir und weckte mich erneut mit derselben Liebe und Sanftheit wie zuvor. Ich kann mich nicht entsinnen, dass er jemals deswegen ungehalten reagiert oder geschimpft hätte. Immer wieder weckte er uns, bis wir schließlich aufstanden und das Namaz verrichteten.

Dies bedeutet nicht, dass wir niemals gerügt worden wären, wenn wir beim Verrichten des Gebets
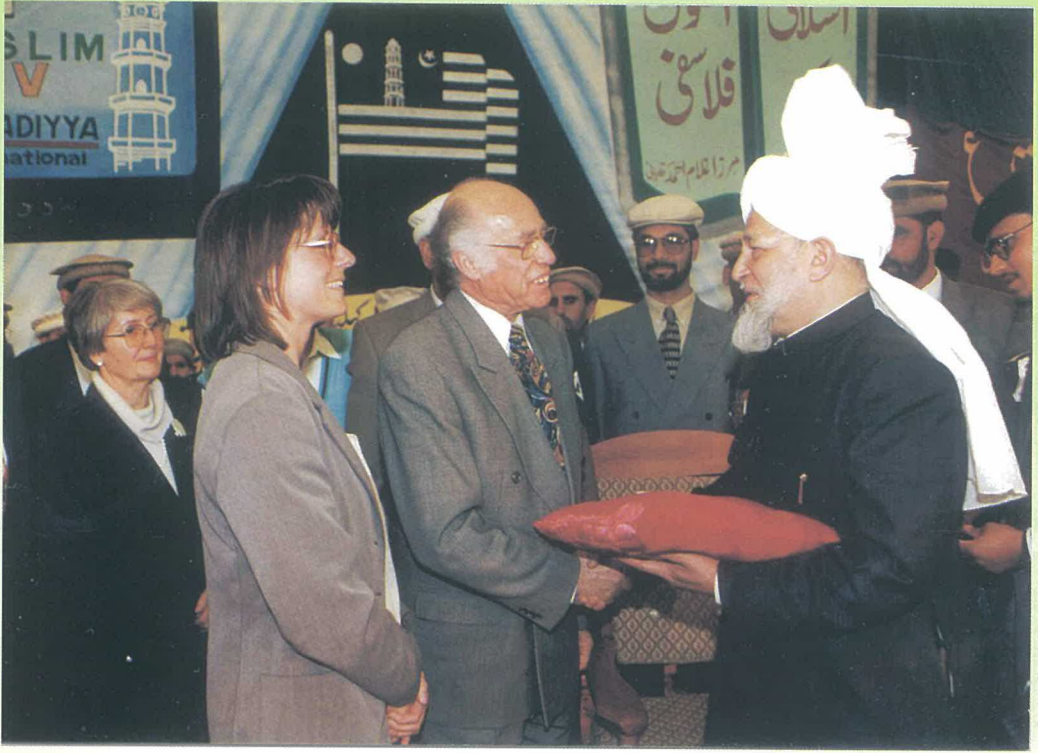
کوئی مذہب نہیں ہے خوشبو کا   عام یہ مژدۂ بہار کرو

بادکروزناخ کی لیڈی میئر حضورؒ کی خدمت میں شہر کی چابی پیش کرتے ہوئے
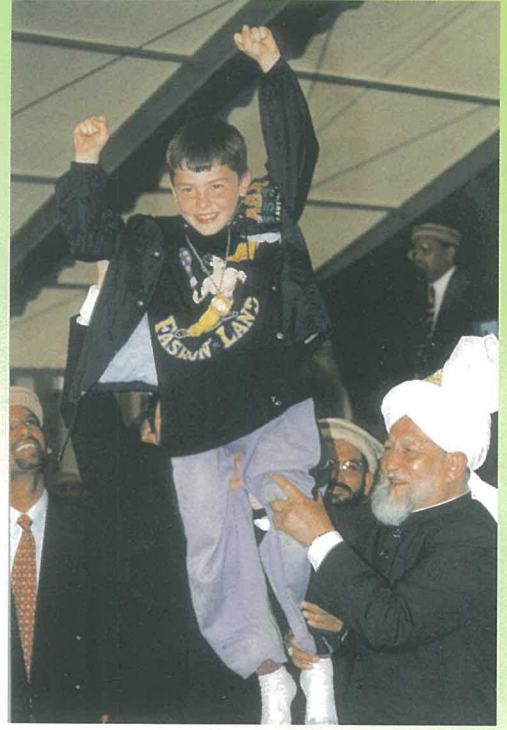
؎ خدا نے باندھا ہے جو تعلق رہیگا قائم مدام کہنا
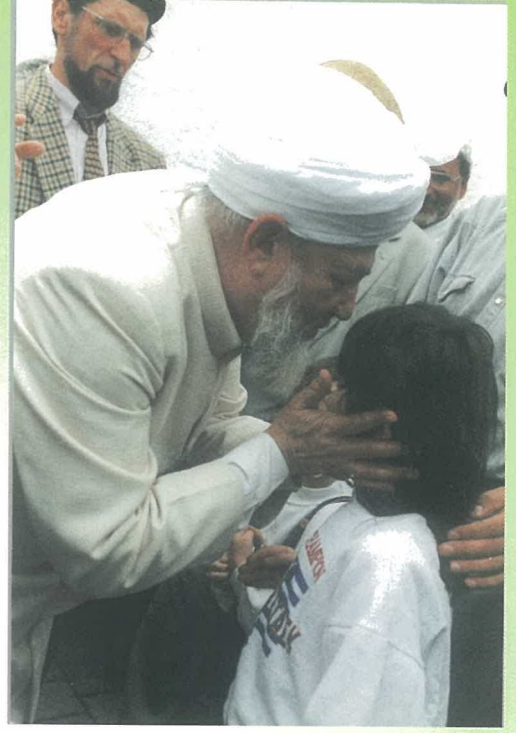
؎ پھرتے ہیں تیرے پیار کو سینوں میں بسا کے

؎ تم چلے آئے میں نے جو آواز دی تم کو مولیٰ نے توفیقِ پرواز دی

اس کی خوشبو کا تسلسل تو رہے گا قائم وہ جو مٹی کے سپرد ایک امانت کی ہے
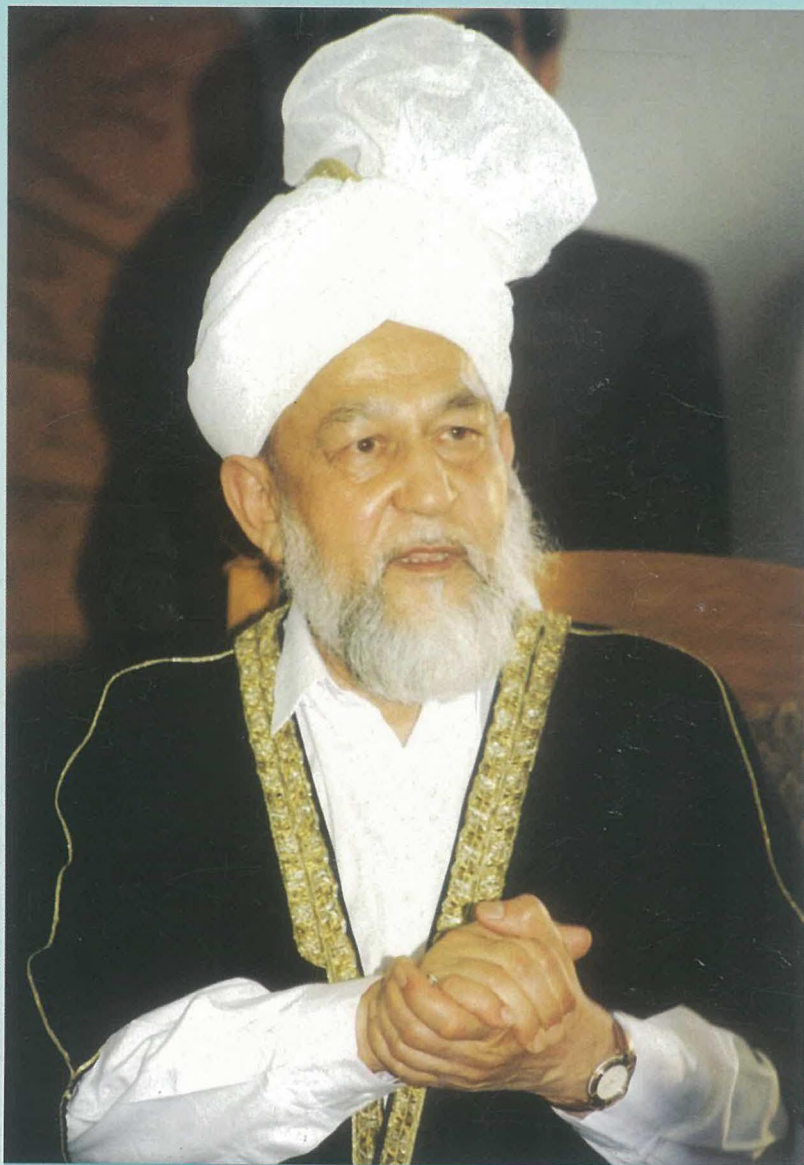
”یہ خُدا کی تقدیر ہے...... میں ان قدموں کی چاپ سُن رہا ہوں جو فوج در فوج اسلام کے مامَن اور قلعہ میں داخل ہوں گے، انشاءاللہ۔ وہ دن دور نہیں جب دنیا (يَدْخُلُوْنَ فِيْ دِيْنِ اللّٰهِ اَفْوَاجًا) کا نظارہ اپنی آنکھوں سے دیکھے گی۔ میری آنکھ اسلام کے جھنڈے کو بلند ہوتے اور کفر کے سارے جھنڈوں کو سرنگوں ہوتے دیکھ رہی ہے۔ یہ خُدا کی تقدیر ہے جو پوری ہو کر رہے گی۔ دنیا کی کوئی طاقت اب اس کو روک نہیں سکتی“۔ (اقتباس از پیغام سیّدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ بر موقع جلسہ سالانہ احمدیہ غانا مغربی افریقہ ۱۹۸۴ء)